حضرت سید احمد شہیدؒ
کا حج اور اسکے اثرات
مولانا سید جعفر علی نقوی بستوی
سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات تکیہ کلاں رائے بریلی

حضرت سید احمد شہیدؒ کا حج

اور اس کے اثرات

مولانا سید جعفر علی نقوی بستویؒ

ترجمہ

مولانا عبید اللہ الاسعدی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

طبع اول

نومبر ۲۰۱۲ء - محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

کتاب	:	حضرت سید احمد شہیدؒ کا حج اور اس کے اثرات
مصنف	:	مولانا سید جعفر علی نقوی بستویؒ
ترجمہ	:	مولانا عبید اللہ الاسعدی
صفحات	:	۲۰۰
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی

☆ مکتبہ ندویہ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب العلمیۃ الجدیدۃ، ندوہ روڈ لکھنؤ

ناشر :

سیّد احمد شہیدؒ اکیڈمی

دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

فہرس

باب اول

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سفر حج

باب دوم

حضرت سید احمد شہیدؒ کا سفر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد وعلی آلہ و صحبہ الغر المیامین، ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین و دعا بدعوتھم إلی یوم الدین، أما بعد!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے جاری رکھنا طے فرمایا اور اس طرح آپ کو خاتم النبیین بنایا، آپ پر نبوت تو ختم ہوگئی لیکن اس کے کام کو جاری رکھنا طے فرمایا، جس کے لیے آپ کی امت کی برگزیدہ شخصیتوں کو انجام دینے کا ذمہ دار طے فرمایا، چنانچہ اس اہم کام کے انجام دینے کے پراثر عملی نمونے اس امت کی چودہ سوسالہ تاریخ میں ظاہر ہوتے رہے، اور حالات کے بگڑنے پر ان کی اصلاح کے لیے اور اس کام کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے افراد کھڑے کیے جاتے رہے، جنھوں نے حالات کے دھارے کو موڑا، اور اسلامی احکامات پر عمل کرنے کو اپنی پرتاثیر کوششوں سے رواج دیا، انھیں میں تیرہویں صدی ہجری کی عظیم مصلح اور مجدد شخصیت حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، انھوں نے اسلام کے عصر اول کی تاریخ کو اپنا نمونہ بناتے ہوئے حالات کو تبدیل کرنے اور عہد اول کے مسلمانوں کے طرز کو دہرانے کی کوشش کی اور ترتیب تقریباً وہی رکھی جس کا اعلیٰ نمونہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی ومدنی زندگی میں ملتا ہے، انھوں نے اولاً عوام کی اصلاح کی کوششوں کا فریضہ انجام دیا جو وعظ

ونصیحت اور اخلاق وسیرت کی حکیمانہ تدبیروں کے ذریعہ تھا، پھر ہجرت کے عمل کو اپنایا، اور پھر مدنی زندگی کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے جہاد کا فریضہ انجام دیا۔

اور انھوں نے اور ان کے مجاہد رفقاء کی خاصی تعداد نے جام شہادت نوش کیا، اس طرح دنیا کے مروجہ طریقہ کے لحاظ سے وہ ناکام رہے، لیکن اسلامی روح اور مزاج کے اعتبار سے انھوں نے قرآن وحدیث کی ہدایت کی جس طرح پابندی کی اور اپنی دعوت اور حسن عمل سے اہل ایمان کی خاصی تعداد تیار کردی، اس کے ہوتے ہوئے اگرچہ انھوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی، لیکن ایمانی اثرات اور وسیع پیمانہ پر اصلاح کے انجام دینے کے لحاظ سے وہ پوری طرح کامیاب کہلانے کے مستحق رہے، اور اخلاص وعزیمت اور ایمان وجہاد فی سبیل الحق کی انھوں نے جو مثال قائم کی وہ رہتی دنیا تک قابل قدر سمجھی جاتی رہے گی۔

ان کا بڑا کارنامہ فریضہ حج کا احیاء بھی ہے، جب انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی اس سلسلہ میں کم ہمتی اور لاپرواہی کو محسوس کیا تو انھوں نے محض اللہ پر توکل کرتے ہوئے سفر حج کا عزم کیا اور "وَأَذِّنْ فِيْ النَّاسِ بِالْحَجِّ" پر عمل کرتے ہوئے اس کی ندالگائی اور اپنی جماعت کے اہم لوگوں کو مختلف مقامات پر اس کی طرف توجہ دلانے کے لیے روانہ کیا، اور چار سو افراد کو ساتھ لے کر اپنے وطن تکیہ شاہ علم اللہ رائے بریلی سے روانہ ہوئے، جو ساتھ ہو سکتے تھے وہ ساتھ ہو گئے جو ساتھ نہیں ہو سکے انھوں نے بھی ارادہ کیا، جن میں بہت سے لوگ اگلے سالوں میں گئے، یہ ایسا مبارک قدم اور اولوالعزمانہ فیصلہ تھا جس کی برکت پورے برصغیر میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ برابر حاجیوں کی تعداد بڑھتی رہی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ راستے میں جو شریک سفر حج ہوئے وہ ساڑھے تین سو سے زائد حاجی تھی، اس طرح ساڑھے سات سو سے زیادہ حاجی کلکتہ

کی بندرگاہ سے امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ روانہ ہوئے اور سکون و عافیت کے ساتھ حرمین شریفین میں حج کے مبارک ایام اور مزید کچھ مہینے قیام کر کے اپنی اپنی جگہوں کو حرمین شریفین کی برکتوں اور انوار سے استفادہ کر کے واپس ہوئے۔

مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف ایک آسمانی تحفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو عطا فرمایا ہے، یہ ایک بڑی نعمت ہے جو زمین والوں کے لیے آسمان سے اتاری گئی ہے، یہ ایک مقدس ذریعہ ہے جو زمین والوں کو آسمان والوں سے جوڑتا ہے، اور آسمان سے انعام الٰہی ان لوگوں کے لیے اتر تا رہتا ہے جو وہاں حاضری دیتے ہیں، اور طواف کرتے ہیں اور وہاں جو نورانیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھی گئی ہے اس سے فیض اٹھاتے ہیں۔

وہاں حاضری کا سب سے اچھا موقع اللہ تعالیٰ نے حج کا رکھا ہے جو ذی الحجہ کے مہینہ کی مخصوص تاریخوں میں ہوتا ہے اور زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، اس کے بعد سنت اور نفل ہے، اللہ کے اس گھر کی جگہ کو انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ متعین کیا گیا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کے بہت برگزیدہ نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باقاعدہ گھر کی تعمیر کی تھی، اور یہاں عبادت کر کے اس کا طریقہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بتایا گیا تھا اس کو جاری کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا گھر کہا ہے، اس طرح سے اس کا اپنے سے بڑا تعلق ظاہر کیا ہے، یہاں اسی نیت سے پہنچ جانا گویا اللہ کے اصل دربار میں پہنچ جانا ہے اور اس کے سامنے اپنی بندگی اور اطاعت کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔

یہاں گناہوں کی معافی کے بکثرت مواقع رکھے گئے ہیں، یہاں اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ حاضری انجام دینے اور یہاں کے مقررہ آداب پورے کرنے پر آدمی گناہوں سے بالکل دھل کر پاک صاف ہو جاتا ہے، لیکن جب یہاں کے

آداب بہت صحیح طریقہ سے انجام دے اس عمل کو حج کہتے ہیں اور صحیح طور پر انجام دینے پر اس کو حج مبرور کہتے ہیں، اور حدیث میں آیا ہے کہ حج مبرور کی جزا خاص طور پر جنت کا حصول رکھا گیا ہے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ نے الہامی جذبہ سے یہ فیصلہ کیا تھا اور بیتابانہ لوگ ان کے ساتھ ہو لیے تھے، پیدل، کشتیوں کے ذریعہ، رکتے رکاتے رائے بریلی سے کلکتہ کا سفر اور پھر سمندری سفر براہ عدن جدہ کا کیا، راستے میں کثرت سے لوگوں نے برائیوں سے توبہ کی اور بڑی معاشرتی اصلاح اور ازالہ رسوم ومنکرات کا کام انجام پایا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنی کتاب ''سیرت سید احمد شہید'' حصہ اول اور عربی میں "إذا هبّت ريح الإيمان" میں، مولانا غلام رسول مہرؒ نے اپنی کتاب ''سید احمد شہید'' میں اور برادر عزیز مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے عربی میں اپنی کتاب "الإمام أحمد بن عرفان الشهيد" میں تفصیل سے اس کے اسباب ودواعی ومحرکات پر روشنی ڈالی ہے، اور اس کے جو اثرات دیار عرب وعجم میں پڑے اور حج میں آنے والے قافلوں نے جو توحید وسنت کے پیغام کا اثر ان مصلحین امت کی دعوت سے قبول کیا، اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، لیکن ان سب کا مرجع وماخذ حضرت سید احمد شہیدؒ سے متعلق لکھی جانے والی کتابوں میں مولانا سید جعفر علی نقوی بستوی (جو حضرت سید احمد شہید کی جماعت کے میر منشی اور خلیفہ تھے) کی کتاب "منظورة السعداء في أحوال الغزاة والشهداء" میں خصوصی طور پر رہا ہے، اور کتاب کا حج والا حصہ خاص طور پر اہمیت کا اس لیے بھی حامل رہا کہ یہ مواد دوسرے مراجع میں کم ملتا ہے۔

مقام مسرت ہے کہ مولانا سید جعفر علی نقوی رحمہ اللہ علیہ کے ہی خانوادۂ نقوی وجعفری کے علمی ودینی روایات کے حامل ووارث عزیز مکرم مولانا سید عبید اللہ الاسعدی (فرزند اکبر مولانا سید محمد مرتضیٰ حسینی نقوی سابق ناظر کتب خانہ علامہ شبلی

نعمانی وسابق استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے جہاں کتاب کے ترجمہ کی ہمت کی، کتاب کے اس حصہ کو ترجمہ میں مقدم کرتے ہوئے پہلے پیش کردیا، جسے دارعرفات رائے بریلی کا تحقیقی واشاعتی ادارہ ''سید احمد شہید اکیڈمی'' شائع کرنے جارہا ہے، کام کی مناسبت سے اس ادارہ کو اشاعت کا ترجیحی حق بھی حاصل تھا، ہم دونوں کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی امید رکھتے ہیں۔

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۷/۱۱/۱۴۳۲ھ
۶/۱۰/۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

امیر المؤمنین سید المجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ کی حیات اور ان کے تجدیدی کاموں پر حضرت کی شہادت کے بعد ہی سے بہت کچھ لکھا گیا لیکن ان میں دو کتابیں ہیں جن کو دستاویزی حیثیت حاصل ہوئی، پہلی کتاب وہ ہے جو نواب وزیر الدولہ مرحوم نے حضرت کی شہادت کے بعد ہی حضرت کے وہ رفقاء و خدام جو رہ گئے تھے ان کو بیٹھا کر لکھوائی، جس کو جو یاد تھا وہ بیان کرتا جاتا تھا اور دوسرے حضرات جب اس کی تائید کرتے تو وہ واقعہ لکھا جاتا، اس طرح یہ کتاب ''وقائع احمدی'' کے نام سے پانچ جلدوں میں مرتب ہوئی اور بعد میں جو بھی کام سید صاحبؒ پر ہوئے ان میں اس کتاب کو اہم ترین مرجع کی حیثیت حاصل ہوئی (۱)۔

اس سلسلہ کی دوسری اہم ترین کتاب جو سب کا مرجع بنی "منظورة السعداء باحوال الغزاة و الشهداء" (۲) ہے۔ یہ کتاب حضرت سید صاحبؒ کی جماعت کے میر منشی حضرت مولانا جعفر علی صاحب نقویؒ نے حضرت کی شہادت کے بعد دو ضخیم جلدوں میں مرتب کی، یہ

---

(۱) خوشی کی بات ہے کہ حضرت سید صاحبؒ کے ایک عاشق صادق اور انہی کے سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحبؒ کی توجہ سے یہ کتاب پاکستان سے شائع ہوگئی اور اب عزیز گرامی قدر مولوی سحبان ثاقب ندوی کی تحقیق سے یہاں اس کی اشاعت کا نظم کیا جا رہا ہے۔

(۲) عہد حاضر میں بھی حضرت سید صاحبؒ پر دسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بھی دو کتابوں کو مقبولیت عام حاصل ہوئی، ایک مولانا غلام رسول مہر کی کتابوں کا سلسلہ جو ''سید احمد شہید'' ''سرگزشت مجاہدین'' اور ''جماعت مجاہدین'' کے نام سے شائع ہوا اور دوسری کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ ہے جو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی اولین تصنیفات میں سے ہے، اس کتاب نے اس وقت معاشرہ پر گہرا اثر ڈالا اور اس کو بڑی مقبولیت ملی۔

کتاب شروع میں شائع بھی ہوئی لیکن فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتی چلی گئی، اور آج وہ صرف چند کتب خانوں کی زینت ہے، اور تلاش بسیار کے باوجود اس کے کچھ اجزاء ابھی تک نہیں مل سکے ہیں۔

سالوں پہلے اس خاندان کے ایک نوجوان عالم دین نے جواب بزرگوں میں شامل ہیں اس کتاب کے ترجمے کا بیڑا اٹھایا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے کام بھی خاصا کر لیا مگر اس کے بعض اجزاء کے نہ ملنے کی وجہ سے ابھی تک وہ کام تکمیل کو نہیں پہنچ سکا، راقم کو خیال ہوا کہ جب تک پوری کتاب مکمل نہیں ہو جاتی اس کے مفید اجزاء الگ الگ کر کے اگر شائع کر دیے جائیں تو وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں، راقم نے اس کے لیے محترم مترجم مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب سے درخواست کی کہ سفر حج والا حصہ وہ اشاعت کے لیے سید احمد شہیدؒ اکیڈمی کے حوالہ کر دیں تو اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا جائے، مولانا محترم نے بخوشی یہ درخواست قبول فرمائی اور اب اس اہم کتاب کا وہ حصہ جو حضرت سید صاحبؒ کے سفر حج کی روداد کے طور پر لکھا گیا ہے ناظرین کے سامنے ہے، راقم ناشر کی حیثیت سے مترجم کا بھی مشکور ہے اور اس کی اشاعت میں مدد کرنے والوں کے لیے بھی دعا گو ہے۔

خوشی اور سعادت کی بات ہے کہ مترجم کتاب اگر مصنف کتاب کی اولاد میں ہیں تو مقدمہ ایسی شخصیت کی طرف سے لکھا گیا ہے جو اس وقت حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاندان کے گل سر سبد اور ملت اسلامیہ ہندیہ کی آبرو ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو تادیر صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے۔

ع سلامت تو ترا میخانہ تیری انجمن ساقی

بلال عبدالحی حسنی ندوی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سفر حج

باب اول

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سفر حج

حج کا قصد وارادہ

نصیر آباد کے قضیہ کے بعد حضرت سید صاحبؒ کی جب وطن واپسی ہوئی تو اس (واپسی) کے بعد حضرت نے حج کا اور مدینہ منورہ کی زیارت کا ارادہ فرمایا اور اپنے اس قصد کی اطلاع خطوط کے ذریعہ اپنے دوستوں وخادموں کو پہنچائی، دہلی سہارنپور اور پھلت وغیرہ تمام مقامات پر اور ہر جگہ سے اس کے جواب میں یہی لکھ کر آیا کہ ہمارا بھی اراد ہے۔ (پھر حضرت اس قصد سے وطن سے نکلے)۔

کانپور کا سفر و قیام

تکیہ شریف سے کانپور کا قصد کیا، راستہ کی پہلی منزل مقام ہنسوا تھا جہاں فوج کے لوگ رہتے تھے چنانچہ وہ بیعت سے مشرف ہوئے وہاں سے روانہ ہوکر بہری پور میں رونق افروز ہوئے اور موسم فضا کو مکدر کرنے والا اور ابر و باراں کا تھا اکثر لوگ بھیگ گئے، اس مقام پر بھی لوگ بیعت ہوئے اور بعض وہاں کے رہنے والے حضرت کے ساتھ شریک سفر بھی ہوئے اور اس کے بعد موراوان پہنچے، وہاں بہت سے لوگ حضرت سے بیعت ہوئے، اس کے بعد رنجیت پورہ وہڑہا کے راستے سے لوگوں کو ہدایت کی راہ بتاتے اور ان کو بیعت کرتے ہوئے حضرت کانپور میں رونق افروز ہوئے۔

کانپور کا قیام

کانپور میں حضرت منڈو (انگریز) جو کہ اسلام لے آیا تھا اس کی بیوی کے گھر پر قیام پذیر ہوئے، اسلئے کہ ان صاحبہ نے مرزا عبد القدوس کشمیری کو یا جن سے انہوں نے اپنی ایک متبنی لڑکی کی شادی کی تھی، ان کو حضرت کے پاس بھیج کر حضرت سے اپنے یہاں تشریف آوری کی درخواست کی تھی، چنانچہ یہ خاتون اپنی دو متبنی لڑکیوں اور مرزا موصوف (ان کے داماد) کے ساتھ حضرت کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئیں اور شیخ محمد تقی و شیخ عبداللہ نے۔ جو کہ پہلے سے حضرت سے بیعت تھے۔ حضرت کی دعوت کی اور کمال خاں و امامن۔ دونوں قصاب تھے۔ اور دوسرے شرفاء و عوام جو کہ ان کے متعلقین تھے وہ بھی تقریباً چار سو کی تعداد میں بیعت ہوئے نیز لیسن خاں صوبہ دار، محمد بخش رفو گر، والفو خیاط، اور شیخ خورشید علی وغیرہ بھی حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔

منجھاون میں

کانپور سے واپسی کے موقعہ پر قاضی حمایت اللہ صاحب حضرت کو (کانپور کے دیہات) منجھاون میں واقع اپنے مکان پر لے گئے اور خود نیز اس دیہات کے اکثر لوگ حضرت سے بیعت ہوئے اور حضرت نے ان کو خلیفہ بھی بنایا۔

کوڑہ و جہان آباد میں

منجھاون سے چل کر حضرت کوڑہ میں تشریف فرما ہوئے، وہیں شیخ ولی محمد، و شیخ عبد الحلیم جو مولانا عبدالحی صاحب کے قافلہ کے ارکان میں سے تھے اور مولانا کا قافلہ کانپور میں مقیم تھا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا عبدالحی صاحب کی مع قافلہ کانپور میں تشریف آوری و قیام کی حضرت کو خبر دی، یہ حضرات دھلی سے کرایہ کی ایک کشتی لیکر براہ راست کانپور شہر میں پہنچے تھے، کوڑہ کے بعد حضرت جہان آباد میں رونق افروز ہوئے اور وہاں سے بذریعہ کشتی براہ دریائے گنگا آگے روانہ

ہوئے اور ادھر کانپور سے مولانا عبدالحی صاحب اپنی کشتی سے چلے وسط دریا میں دونوں کشتیاں ایک ساتھ ہوگئیں اور پھر ساتھ ہی ساتھ ساحل پر پہنچیں۔

دولت خانہ پر

(حضرت مع رفقاء جہان آباد سے دلمو پہنچے)دلمو میں حضرت نے میاں عبدالصمد کے مکان پر شب گذاری اور اگلے روز قبل ظہر تکیہ میں رونق افروز ہوئے (حضرت کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحی صاحب کا قافلہ بھی تکیہ پہنچا اور) مولانا عبدالحی صاحب نے عرض کیا کہ سفر حج کا ارادہ کرنے والے بقیہ حضرات کو بھی حضرت جلد ہی قاصدوں اور خطوط کے ذریعہ یہاں طلب فرمالیں ورنہ یہاں سے روانہ ہو جائیں، باقی لوگ آ کر قافلہ سے مل جائیں گے وہ معلومات کر کے جہاں بھی قافلہ کو پائیں گے وہیں سے ساتھ ہو جائیں گے۔

سید صاحب کی اپنے اعزہ کو حج کی تحریض وترغیب

حضرت سید صاجب نے خود اپنے قرابت داروں کو حج کی ترغیب دی، مگر اکثر نے عذر کیا، زیادہ تر لوگوں نے زادراہ وسواری کے نہ ہونے کا عذر کیا، بعض نے یہ کہا کہ راستے میں سمندر حائل ہے اسلئے حج کی فرضیت (جان کے خطرہ کی وجہ سے) ساقط ہے۔

حضرت نے اس سلسلہ میں دو ماہ کے قریب اعزہ کو فہمائش فرمائی مگر بس سید محمد یعقوب مع والدہ ماجدہ، مولوی سید محمد علی مرحوم، وسید محمد عبدالرحمٰن وسید محمد ظاہر وسید محمد عمر نصیر آبادی وسید محمد قاسم جائسی حضرت کی رفاقت کے لئے تیار ہوئے۔

مولانا اسماعیل صاحب وغیرہ

انہی دنوں مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمہ کا عریضہ اس مضمون کا آیا کہ میں

ومولوی وحید الدین وحافظ قطب الدین وغیرہ مع اہل وعیال گڈھ مکٹیشر کے راستہ سے کشتی سے روانہ ہو چکے ہیں۔

تکیہ سے سفر حج کیلئے روانگی

مولانا اسماعیل صاحب کا خط موصول ہونے پر حضرت نے اپنا سامان سفر لکھنو کیلئے روانہ فرمادیا اور رشتہ داروں سے فرمایا کہ ایک مدت سے آپ سب کو متنبہ کررہا ہوں کہ رزاق حقیقی کی ذات پر بھروسہ کر کے اس سفر میں ہمارے ساتھ ہو جائیں، یہ ہماری طرف سے آخری تنبیہ ہے کہ سفر کا سامان روانہ ہورہا ہے آپ لوگ بھی اپنا سامان تیار کر لیں، یہ صحیح ہے کہ یہ وقت ہمارے تنگی وعسرت کا ہے مگر یہاں سے روانہ ہونے کے بعد دیکھا جائے گا کہ کس طرح اللہ فراخی رزق فرماتے ہیں اور بغیر کسی (انسان) کے احسان روزی دیتے ہیں (یہ وسعت ایسی ہوگی) کہ سب کے لئے عبرت کا موقعہ ہوگا، ہر چند میں (خود اپنے پاس) کوئی خزانہ نہیں رکھتا مگر رزاق حقیقی کے خزانہ پر۔ کہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ بھروسہ رکھتا ہوں اسی لئے غرباء ومساکین کو دور دور سے طلب کیا گیا ہے اور قرب وجوار کا حق اپنے اوپر ان بلائے ہوئے لوگوں سے زیادہ سمجھتا ہوں۔

اور خوب جانتا ہوں کہ روانگی کے بعد وحشت ناک خبریں پھیلیں گی مگر اللہ کی مدد سے یہی امید ہے کہ جن لوگوں کی موت ہی اس سفر میں مقدر ہے ان کے علاوہ سارے کے سارے سالم وغانم اس طرح واپس ہونگے کہ (ان کے آنے پر) نہ جانے والے (اور سفر سے بیٹھ رہنے والے) حسرتیں کریں گے۔

سید جامع کی معذرت وبیعت

بنارس سے روانگی کے دن سید جامع نے ایک شخص کی زبانی حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ حضرت کچھ دیر کے لئے صحن مسجد کے مشرق شمال کے گوشہ کی طرف تشریف لائیں، حضرت وہاں تشریف لے گئے تو سید محمد جامع بھی تشریف لائے اور

وہیں حضرت سے بیعت ہوئے اور بڑی معذرت کے ساتھ کہا کہ ہماری زبان سے حضرت کے حق میں جو کچھ نکل گیا ہو حضرت معاف فرمادیں اس وقت خلقت بڑی تعداد میں جمع تھی اور حضرت بہت ہی خوش تھے، حضرت نے انتہائی تضرع والحاح کے ساتھ دعا فرمائی کہ تمام حاضرین کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہوگئے، پھر سید محمد جامع رخصت ہوئے۔

حضرت نے اس وقت (اقرباء و متعلقین) غرباء وفقراء اور گھر کے اہل خدمت مثلاً حجام ودھوبی وغیرہ ہر ایک کو ان کی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ عطا فرمایا پھر اپنے ساتھیوں کو لیکر۔ اور باقی سب کو رخصت فرما کر۔ دریائے سئی کو پار کیا اور دوسری طرف آم کے باغ میں قیام فرمایا۔

وہاں سید محمد جامع کے برادر خورد سید معصوم احمد حاضر خدمت ہوئے اور بیعت ہوئے اور دوسرے بھی بہت سے لوگ بیعت ہوئے، وہاں سے دوسرے باغ میں پہنچ کر اپنے ساتھیوں کا انتظار فرمایا۔

قصبہ ڈلمئو کے کچھ لوگ تکیہ پر موجود تھے تا کہ حضرت کی روانگی کے موقعہ پر اسی دن ڈلمئو پہنچ کر دعوت کی تیاری کریں اور انہوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کے قافلہ کے مردوں وعورتوں سب کے قیام کے لئے قلعہ کو طے کیا ہے اور اس میں فرش بچھا دیا ہے اور میٹھا پانی بھی وہاں مہیا کر دیا ہے حضرت نے ان سے فرمایا کہ ہمارے پہنچے بغیر کھانا نہ پکایا جائے اور جو سامان یہاں سے پہنچے اس کو پورے طور پر حفاظت میں رکھیں اور سید عبدالرحمٰن زنانی سواریوں کے ساتھ ہوگئے اور حضرت نے سید محمد احسن کی والدہ کو (جو کہ قرابت میں آپ کی دادی ہوتی تھیں) اپنے دولت خانہ پر کر دیا تھا۔

ڈلمئو کا قیام اور وعظ

تکیہ سے روانہ ہو کر حضرت نے ڈلمئو میں قیام فرمایا اور وہاں سے روانگی کے

دن سب کو جمع کر کے وعظ فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ سب لوگ اس بات کو سمع وطاعت کے کانوں سے سن کر یاد رکھیں کہ ہم غریب لوگ اپنے گھروں سے محض اللہ پر بھروسہ کر کے حج کی ادائگی کیلئے نکلے ہیں، حج ایک عظیم عبادت ہے، اسلئے ہر ایک (ساتھی) تقوی کو اپنا شعار بنائے اور کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرے اگر چہ معمولی چیز ہو اور ہم ہر گز کسی سے کوئی سوال نہ کریں گے، حج کے زادسفر کیلئے مزدوری کرلیں گے، مزدوری سے آدھا کھائیں گے اور آدھا جہاز کے کرایہ وغیرہ کیلئے محفوظ رکھیں گے۔

اور میں اپنے حج کو ساتھیوں کے حج پر ترجیح نہ دونگا، اگر زادراہ کم ہوا تو کلکتہ سے تھوڑے تھوڑے آدمیوں کو (ساتھیوں میں سے) حج کراؤں گا پھر خود جاؤں گا، ویسے رب العالمین کی پاک ذات سے امید (یہی) رکھتا ہوں کہ وہ سفر کا سامان بہت اچھی طرح مہیا فرمائے گا پھر سید زین العابدین سے جو کہ اس وعظ کے راوی ہیں فرمایا کہ حویلی میں جاؤ اور جو کچھ نقد باقی بچا ہو لے آؤ، وہ پانچ روپیہ (کہ یہی بچا تھا) لیکر آئے، حضرت نے اس کو بھی محتاجوں پر صرف کر دیا، حتی کہ کشتی کی خریداری کے وقت حضرت کے خزانہ میں ایک کوڑی بھی نہ تھی، حضرت نے فرمایا کہ (ہمارا خزانہ خالی ہے تو کیا ہوا) پروردگار کا خزانہ بھرا ہوا ہے

موضع دھئی میں

روانگی کے دن جب زنانی ومردانی سواریاں کشتی پر سوار ہونے لگیں تو اس وقت موضع دھئی وغیرہ کے چند لوگوں نے آکر عرض کیا کہ ہمارے گھروں میں دور دور سے لوگ حضرت کی بیعت کے لئے آئے ہیں اور ہم نے حضرت کی دعوت کا بھی نظم وسامان کیا ہے، تو حضرت وہاں تشریف لے گئے، مولانا عبدالحی صاحب سے حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ بے اہل وعیال ہیں آپ انکو لیکر دریا کے کنارے اس گاؤں میں پہنچیں اور وہاں وعظ ونصیحت فرمائیں اور ہم کشتی کے ذریعہ آرہے ہیں، چنانچہ مولانا

ممدوح (خشکی کے راستہ سے) اس گاؤں میں رونق افروز ہوئے۔

لیکن کشتی دریا کے زور روانی کی وجہ سے گاؤں سے آگے بڑھ گئی منتظرین کے آواز دینے پر ملاحوں نے رسی کھینچ کھینچ کر کشتی کو گاؤں کے راستہ تک پہنچایا مگر اس میں رات کا ایک تہائی حصہ گذر گیا، پس اس شب اور اگلے دن دو تہائی دن گذار نے تک وہاں قیام رہا، اس عرصہ میں بیعت ہونے والوں کا ازدحام رہا، بہر حال فراغت کے بعد وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔

موضع ڈگڈگی

دھئی جیسا حال موضع ڈگڈگی میں بھی ہوا۔ شیخ محمد پناہ نے (جو کہ وہاں کے رہنے والے تھے) خود دریا کے کنارے سے آواز لگائی، کشتیوں کو ٹھہرایا اور کھانا کھلانے کے بعد بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے اور تعزیہ کے جبوترے کو کھود ڈالا اور تعزیہ کے (بعض) اسباب کو جو کہ چاندی کے قبیل سے تھا حضرت کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔

موضع گتنی

ڈگڈگی سے دریائے گنگا دو حصوں میں بٹ جاتا ہے ایک شاخ مانکپور کڑہ کی طرف اور دوسری گتنی کی طرف جاتی ہے، چنانچہ گتنی کا قیام طے ہوا، گتنی کے روساء حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کو اپنے گاؤں میں لے گئے اور تین دن حضرت کو روک کر دعوتیں کیں، بیعت کا شرف حاصل کیا۔

موضع اوجھنی میں

وہاں سے روانہ ہونے پر کشتی جہان آباد کے راستے پر پہنچی اور وہاں سے موضع اوجھنی میں جہاں کے شیخ لعل محمد (حضرت کی آمد کے) امیدوار تھے اور ان کی

بستی میں دور دور سے لوگ آ کر حضرت کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے، سب کے سب حضرت سے بیعت ہوکر اپنے گھروں کو واپس گئے۔ حضرت نے شیخ لعل محمد کو اپنا خلیفہ قرار دیا، اور وہاں بیعت ہونے والے تمام لوگوں کو جو کہ ہندوانہ رسوم کے عادی تھے، ایسی تمام چیزوں کی ممانعت فرمائی اور سب کو شیخ لعل محمد کا تابع بنایا۔

اسرولی وچھپری

اس کے بعد الہ آباد کے راستے پر واقع مقام اسرولی وچھپری میں قیام فرمایا، وہاں بھی سیکڑوں لوگ حضرت سے بیعت ہوئے۔

ایک انگریز کی دعوت

وہاں سے روانہ ہوئے تو شام کو کشتی ایسی جگہ پہنچی کہ وہاں کسی آبادی کا نشان نظر نہیں آیا اور دور تک دریا کے دونوں کناروں پر بڑا کیچڑ ودلدل تھا کہ اس پر کشتی سے اترنا زحمت وخواری کے ساتھ ہوتا، اکثر لوگوں کو یہ گمان بد ہوا کہ آج رات کا فاقہ رہے گا، راستہ کی تاریکی میں کشتی کے نگہبانوں نے خبر دی کہ ایک طرف سے بہت سی مشعلیں آرہی ہیں جب وہ روشنی دریا کے قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ ایک انگریز جنرل ہے جو کہ دعوت کا کھانا لیکر آیا ہے، وہ کشتی پر آ کر حضرت کی ہم نشینی کے شرف سے مشرف ہوا۔

الہ آباد کا قیام

جب الہ آباد کے راستہ پر پہنچے تو کشتی کے ذریعہ گذرگاہ کو پار کیا، دریا کے کنارے شیخ غلام علی مرحوم ومولوی کرامت علی وشیخ سارنگ ورنجیت خاں ومحمد تقی وغیرہ بہت سے لوگ کھڑے منتظر تھے، حضرت کو اپنی معیت میں لیکر شیخ غلام علی صاحب کے بنگلہ پر لے گئے اور راجہ بنارس کے مکان پر قافلہ کے (لوگوں) کو ٹھہرایا، بارہ دن وہاں قیام رہا۔

الہ آباد کے متعلقین کی دعوت

(ان دنوں میں) شیخ غلام علی صاحب کی طرف سے دعوت رہتی جس میں قسم قسم کے کھانے ہوتے تھے اور شیخ موصوف نے سب سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ سارے بھائی یہ خدمت تو میرے ہی سپرد رکھیں اور دوسرے کسی کو اگر حضرت کی خدمت مقصود اور منظور خاطر ہو تو نقد کی صورت میں حضرت کو پہنچائے اور اپنے گھر پر لے جا کر حضرت سے برکت کی دعا کرالے، اور شیرینی کی دعوت کرے، عطریات کا ہدیہ پیش کرے (یہ سب ہوسکتا ہے)۔

چنانچہ تمام معتقدین نے اس کو پسند کیا اور (اس کی وجہ سے) وہاں ہزاروں روپئے اور بہت سا سامان جمع ہوگیا، جو سارا کا سارا مولوی محمد یوسف صاحب کے سپرد کیا گیا اور دلمو کے سات روپئے جن کے متعلق حضرت نے فرمایا تھا کہ یہ برکت کے روپئے ہیں ان کو صرف نہ کیا جائے۔ الگ باندھ کر دوسرے روپے میں رکھ دیا جائے اور اس کو (خرچ کرنے کے بجائے بچا کر اور) محفوظ رکھا جائے (چنانچہ) اس (روپئے) کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔

ایک سازش اور سرکاری طور پر اس کا سدباب

دھومن خان رافضی (جس نے حضرت کے پچھلے سفر الہ آباد میں بھی سازش کے ذریعہ حضرت کو شہید کرانے کا نظم بنایا تھا اسی دھومن خان رافضی) نے اس مرتبہ بھی حرکت کی اور اس نے فساد کا ارادہ کیا اور اس کے لئے اپنے آدمیوں کو راستہ پر بٹھا دیا اور ان سے کہا کہ جب حضرت سید صاحب کا یہاں پہنچنا ہو تو تم تبرا شروع کردینا، شیخ سارنگ کو اس کی خبر ہوگئی، انہوں نے خود اس کو منع کیا (اور اس کے حال سے واقفیت کی بنا پر) خود الہ آباد کے جنرل تک بھی اطلاع پہنچا دی کہ فلاں شخص ایسا ایسا فساد کرنا چاہتا ہے، چنانچہ جنرل نے کوتوال کو حکم دیا اور کوتوال نے برقندار کو مامور و متعین کیا کہ حضرت

سید صاحب کے اپنی جگہ پر پہنچنے تک ان کے ہمراہ رہے اور کسی کو بے ادبی کی بھی مجال نہ ہو، چنانچہ حاکم کے حکم کے مطابق برقندار حاضر رہا اور رنجیت خاں بھی ایک مسلح جماعت کے ساتھ پہنچ گئے، حضرت نے ان کے اس عمل کو پسند نہیں کیا مگر (ان کے جذبہ کی بنا پر) ان کے لئے خیر و برکت کی خوب خوب دعائیں کی۔

اہل الہ آباد کی تعلیم وتربیت کا انتظام

حضرت نے الہ آباد میں اپنے متعدد خلفاء مقرر کئے تاکہ دوسرے بے عملوں کو شریعت کے احکام سکھائیں و بتائیں، چنانچہ حافظ اکرام الدین و شیخ غلام علی مرحوم کو خلیفہ بنایا اور ان کی رعایا کی تعلیم انھیں سے متعلق کی، شیخ غلام علی صاحب نے حافظ اکرام الدین کے لئے پانچ روپیہ تنخواہ مقرر کی اور حضرت کی تائید کی وجہ سے حافظ صاحب موصوف کا وعظ بھی بنگلہ پر طے ہوا۔

شیخ غلام علی خان کی عقیدت وخدمت

شیخ صاحب نے حضرت کی بڑی خدمت کی گذر چکا ہے کہ پوری مدت قیام کھانے کا نظم انھوں نے اپنے ذمہ کرلیا تھا اور ان کا معمول تھا کہ جب بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے کوئی قیمتی اسلحہ حضرت کی خدمت میں ضرور پیش کرتے جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ ہم اس وقت تو حج کو جارہے ہیں اسلئے اسلحہ کی ضرورت نہیں ہے، انشاء اللہ بعد میں آپ جو دیں گے وہ ہم لیں گے، شیخ موصوف نے عرض کیا کہ اولاً تو مجھے معلوم نہیں کہ جہاد کہاں ہوگا، اور پھر یہ کہ اس وقت تک زندہ رہوں یا مرجاؤں (یہ بھی معلوم نہیں)۔

اور حضرت کے ساتھیوں کو جو کہ پانچ سو سے کم نہ تھے، ایک ایک روپیہ اور دو جوڑ کپڑے مع جوتوں کے ہر مرد و عورت کو دیا اور حضرت کے قرابت داروں میں سے ہر ایک کو دس دس روپئے دیئے، اسی طرح قافلہ کے دوسرے ذی حیثیت لوگوں کو

دیا، بلکہ بعض کو دس سے زائد بھی دیا، اور احرام کے لئے بہت سے تھان لا کر دیئے، اور اس کے بعد بہت سی کشتیاں (یعنی ٹرے وسینیاں) کہ جن میں سے دو میں روپیہ بھرا تھا، جسکی مقدار معلوم نہیں اور باقی میں قسم قسم کے کپڑے، مردانہ وزنانہ، سلے ہوئے اور غیر سلے ہوئے سب ہدیہ کیا۔

مرزاپور میں

آخر الہ آباد سے روانگی ہوئی، سارا سامان کشتیوں پر لادا گیا، اکثر عورتیں عشاء کے بعد اور بعض مغرب کے بعد اپنی چادروں میں سوار ہوئیں، ہوا ناموافق تھی اور مغرب کے رخ کو تھی بہر حال وہاں سے چل کر اسی دن مرزاپور پہنچ گئے، لوگوں نے وہاں پہنچ کر مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا کی صبح بعض نے کشتیوں پر ہی نماز ادا کر لی۔

صبح کو شیخ عبد القادر ناگوری تاجر حاضر ہوئے ان کے ساتھ دوسرے بھی بہت سے لوگ تھے، اکثر لوگوں نے وھیں پر بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی، شیخ صاحب موصوف حضرت کو اپنے مکان پر لے گئے، ساحل پر روئی کی کشتیاں بھری ہوئی کھڑی تھی جس کی وجہ سے حضرت کی کشتیوں کے لئے تنگی درپیش تھی اگر چہ روئی کی کشتیوں کو مزدور خالی کر رہے تھے اور روئی گودام میں پہنچا رہے تھے مگر (سہولت وخدمت کے جذبہ سے) حضرت نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ساری روئی کشتیوں سے اتار کر زمین میں رکھ دو پھر تھوڑی تھوڑی گودام میں پہنچا دو، چنانچہ (حضرت کے رفقاء نے ایسا ہی کیا اس کی وجہ سے کشتی جلد خالی ہوکر) وہ دوسری جگہ چلی گئی اور حضرت کی کشتیوں کے لئے جگہ ہوگئی، دوسرے لوگ جو وہاں موجود تھے انھیں حضرت اور انکے رفقاء کے اس طرز عمل پر بڑا تعجب ہوا۔

جب نماز کا وقت ہوا تو مسجد کی تلاش ہوئی، شیخ عبد اللطیف صاحب نے عرض کیا کہ ایک مسجد میری تعمیر کردہ ہے، شیخ صاحب یہاں کے رئیس ہیں اور ان کے

یہاں بہت سے قرابت دار ہیں، مگر وہ اب تک بدعات و منکرات سے دور نہیں ہیں، اگر ہادیٔ مطلق انکو ہدایت دیدے تو ان کے ذریعہ ان کے رئیس ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت حاصل ہوگی۔

حضرت محمد خان کی مسجد میں اپنی جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے، محمد خان رئیس نے خود مسجد میں حاضری کا اہتمام کیا اور اپنے قرابت داروں کو جمع کر کے نماز کے بعد حاضر خدمت ہوئے اور اپنی کوتاہیوں پر معذرت کر کے خود مع اہل خانہ اور ان کے دوسرے بھائی وغیرہ سب حضرت کی خدمت حاضر ہوئے۔

ایک فاحشہ عورت تھی وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں حضرت کی صحبت میں اور رفقاء کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں، حضرت نے اسکی درخواست قبول کی اور اس کو پھلت والوں کی کشتی میں کر دیا، عورتیں اسکے پاس بیٹھنے کو برا سمجھتی تھیں اس بنیاد پر کہ یہ ایک بازاری عورت ہے، اپنے بیچ اس کو کیسے جگہ دیتیں، حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ جب اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کر لی تو اب پاک ہوگئی ہے، اب اسکو خود سے کمتر نہیں سمجھنا چاہئے، پھر مولانا اسماعیل صاحبؒ نے کشتی کے قریب جا کر مولوی وحید الدین صاحب سے کہا کہ اس (اپنی سابقہ زندگی کو چھوڑ کر آنے والی اور توبہ کرنے والی عورت) کو ہماری بہن کے پاس پہنچا دو اور ان سے کہہ دو کہ اس کو دین کے احکام کی تعلیم دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

چنار

مرزا پور سے کشتیاں چلیں تو اگلے روز چنار پہنچیں، مرزا پور سے شیخ عبداللطیف مع والدہ اور دوسرے ایک شخص کو لیکر ساتھ تھے انھوں نے ساتھ میں ایک کشتی کے اندر تجارت کا سامان بھی لے رکھا تھا اور ایک کشتی کرایہ پر (سفر کیلئے) کر رکھی تھی تین دن چنار میں قیام رہا، وہاں بہت سے لوگوں کو ہدایت حاصل ہوئی پھر وہاں سے روانہ ہو کر بنارس میں رونق افروز ہوئے۔

قیام بنارس

(بنارس پہنچ کر) کشتیاں جلسا ئیں گھاٹ کے راستہ پر ٹھہریں اور حضرت کندی گروں میں (شاہ ابراہیم شرقی کی) مسجد میں تشریف فرما ہوئے وہیں شہر بنارس کے احباب مثلاً حکیم سلامت علی خان ومرزا کریم اللہ بیگ حاضر ہوئے، مرزا حاجی و مرزا ابلاقی (شاہزادگان) نے پیغام بھیجا کہ ہم لوگ عشاء کے وقت اپنے بجرہ (چھوٹی کشتی) کے ذریعہ آپکی کشتی کے پاس آ کر ملاقات کریں گے، چنانچہ وہ لوگ وقت موعود پر پہنچ گئے اور (انکی حضرت سے) ملاقات ہوگئی، صبح کو حضرت نے عورتوں کو کشتی سے اتارکر کندی گروں کی مسجد کے قریب ایک گھر میں پہنچادیا اور کشتی سے سارا سامان اتارلیا گیا، اسلئے کہ کشتیوں کے کرایہ کا معاملہ (صرف بنارس تک تھا تو) بنارس پہنچ کر ختم ہوگیا۔

بارش کا موسم تھا اسلئے کئی دن بارش وہوا کا سلسلہ رہا اور باوجود اس کے کہ ہوا وبارش تھی اور زمین کا کیچڑ بھی خشک نہیں تھا مگر مسلمانوں کی طلب ودرخواست پر حضرت ان کے گھروں پر رونق افروز ہوئے اور اپنی تکلیف کا خیال نہیں کیا، حالانکہ کبھی آدھی رات کو واپسی ہوتی اور کبھی اس سے پہلے۔

سفر سے متعلق ایک مکتوب

اس موقعہ پر ایک مکتوب کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جو کہ سید حمید الدین ہمشیر زادہ حضرت سید صاحب کا تحریر کردہ ہے اوران کے حقیقی بھائی کے نام اور مفصل ہے اور وہ یہ ہے۔

مکتوب سید حمید الدین بابت سفر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بعالی خدمت بھائی صاحب قبلہ برادران، امید گاہ نیازمندان، مظہر الطاف خفی وجلی بھائی سید احمد علی صاحب مدظلہ العالی از فدوی

حمید الدین بعد سلام عقیدت کہ فدوی، اس عریضہ کی تحریر تک کہ (آج) ۱۴ ذی الحجہ ہے، اپنے تمام بھائیوں و متعلقین کے ساتھ جو کہ حضرت والا مقام پیر و مرشد برحق حضرت سید احمد ادام اللہ ظلال ارشادہ علی رؤوس الطالبین کے خدام کے قافلہ کے ساتھی وہمراہی ہیں، بنارس میں خیریت سے ہے اور آنجناب قبلہ کی صحبت و ارادت کو اپنے دلی مقاصد اور قلبی حاجات میں سب سے اعلیٰ چیز شمار کرتا ہے۔

رائے بریلی سے اس قافلہ کی روانگی اور بنارس تک پہنچنے کی۔ کہ جس میں ۳۸ دن لگے ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت مخدوم کے لکھنؤ تشریف لے جانے کے بعد حضرت ارشاد پناہ ہدایت دستگاہ شوال کے آخری دن بروز دوشنبہ رائے بریلی سے مرد و عورت کے اس پورے قافلہ کو جو کہ حج کا ارادہ رکھتا تھا، لیکر نکلے اور دلمو پہنچ کر لب گنگا، اندرون قلعہ، بارہ دری میں قیام فرمایا، دوسرے دن دلمو کے بہت سے مرد و عورت بیعت سے مشرف ہوئے، شہر کے لوگوں نے دو دن پورے قافلہ کی دعوت کی، شرفاء کی اکثر عورتوں نے حضرت کی اہلیہ مخدومہ کی مصاحبت کا شرف حاصل کر کے دارین کی سعادت سے بہرہ یابی حاصل کی اور بعض مستورات کی بیعت کیلئے کمال رافت و اخلاق سے کام لیتے ہوئے خود حضرت سید صاحب ان کے گھر تشریف لے گئے۔

بروز پنجشنبہ ۳ ذیقعدہ کو قافلہ کے لوگوں کا سارا سامان اور گٹھریاں سب کو کشتیوں پر لادا گیا اور جمعہ کی صبح کو حضرت نے تمام قافلہ والوں کو جمع کیا اور قافلہ کی جماعت بندی کی۔ افراد و سواریوں کی نسبت سے ایسا انتظام کیا کہ حکمرانی و اطاعت اور ضعیف و پریشان کی راحت و رنج کی خبرگیری نیز ایک دوسرے کی اعانت و نصرت کی اس سے بہتر صورت نہیں سوچی جا سکتی اور (عظمت سفر کی نسبت سے) مختلف اہم نصائح فرماتے کہ جن پر اپنی ضروری حوائج کے مخلوقات کی طرف سے پورا ہونے سے صرف نظر اور اس کی توقع سے ممانعت کا تذکرہ تھا اور اس کی تاکید کہ بس خالق مطلق پر ہی بھروسے کو اپنایا جائے، اور اس کے بعد اسپر تمام لوگوں کی استقامت اور ان کی ترقی

مراتب کے لئے تضرع والحاح کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا فرمائی اور حج بیت اللہ کی پختہ نیت کی۔

دوپہر کا وقت آیا تو قلعہ کے اندر مردوں کے آنے جانے سے راستوں کو بند کر کے اور پردہ کرا کے، پردہ نشین عورتوں کو بارہ دری۔ جو کہ قیام گاہ تھی، اس سے نکالا اور پیادہ پا قلعہ کی کھڑکی کے راستہ سے دریا کے کنارے پہنچ کر کشتیوں پر سوار کرایا، ایک کشتی میں تکیہ ونصیر آباد کی تمام خاص وعام عورتوں کو، پھر اہل پھلت کی عورتوں کو دوسری کشتی پر اور تیسری پر لکھنؤ وغیرہ کی بعض خواتین کو اور چوتھی میں قافلہ کے ضعفاء ومعذورین کو۔

اس کے بعد اندرون قلعہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز بہت بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی، اس کے بعد حرمین شریفین کے سفر کی پوری آمد ورفت میں خیریت اور مرضیات الٰہیہ کے حصول کے لئے پورے قافلہ کی قلبی استقامت اور حج کی قبولیت وغیرہ کے لئے انتہائی تضرع وزاری کے ساتھ دعا فرمائی۔

پھر اہل شہر سے رخصت ہو کر دریا کی طرف متوجہ ہوئے اور کشتی پر سوار ہو ہی رہے تھے کہ مولوی محمد صغیر صاحب مرحوم کی صاحبزادی ایک چار پہیہ والی سواری سے پہنچیں اور حضرت سے بیعت کا شرف حاصل کر کے واپس ہوئیں، چونکہ (قافلہ میں کافی افراد ہو گئے تھے اور) کشتیوں پر سب کے لئے جگہ نہیں تھی اسلئے حضرت نے ستر افراد کو مولوی محمد یوسف صاحب پھلتی کی ہمراہی (وذمہ داری) میں خشکی کے راستے سے سفر کا حکم فرمایا، باقی تمام لوگ چاروں کشتیوں کی اوپری منزلوں پر سوار ہوئے اور حضرت خود اپنے متعلقین کی کشتی پر سوار ہوئے اور چاروں کشتیاں ایک ساتھ روانہ ہوئیں۔

چار گھڑی رات گذرنے کے بعد قصبہ دھئی میں پہنچے جو کہ قلعہ سے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے بہر حال وہاں کشتیوں کا لنگر گرا دیا گیا اور وہاں کے لوگ۔ جو کہ زیادہ تر دلمو میں بیعت کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ پر تکلف کھانا پکا کر لائے اور کشتی

پر سارے قافلہ میں تقسیم کیا اور مولوی یوسف صاحب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خشکی کے راستے سے وہاں پہنچ کر ساتھ ہو گئے۔

برادر عزیز از جان عبدالرحمٰن جو کہ سواریوں اور کہاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے خود چار گھریلو خادموں کے ساتھ رائے بریلی میں ہی تھے اور ان کے ساتھ چند صندوق بھی ضروری سامان واسباب کے تھے وہ بھی دھئی میں پہنچ کر حضرت کی مصاحبت کی سعادت سے فیضیاب ہوئے۔

قصبہ دھئی کے لوگ صبح کو سواری لائے اور حضرت پیر و مرشد برحق کو اپنے ٹھکانہ پر لے گئے، اس دن تمام مسلمانوں پر عجیب فیض اور رحمت کا نزول ہوا، سارے کے سارے سلسلۂ بیعت میں شامل ہوئے اور قدرت الٰہی کے عجیب وغریب کارناموں کا مشاہدہ کیا حتی کہ اس قصبہ کا کوئی بھی مسلمان مرد یا عورت بیعت سے محروم نہ رہا۔

حضرت نے مولانا عبدالحی صاحب کو حکم فرمایا کہ لوگوں کی اصلاح کی غرض سے قرآن وحدیث کے درس کے لئے ایک شب وہاں قیام فرمائیں اور خود حق تعالی کے رحم وکرم کے ساتھ تمام رفقاء کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے حتی کہ مولوی محمد یوسف صاحب بھی اپنے رفقاء کے ساتھ اس پر سوار تھے، شام کو موضع ڈگڈگی سے ۶ کوس کے فاصلہ پر موضع کے بالمقابل نشیبی علاقہ میں لنگر انداز ہوئے۔

اس موضع میں شیخ محمد پناہ کا گھر ہے، صبح سے لیکر دن کے دو پہر تک وہیں قیام رہا، وہاں کے تمام رہنے والوں سے بیعت لیکر ان کے دین ودنیا کی دستگیری فرمائی، بیعت ہونے والوں میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جو کہ مدتوں سے تعزیہ داری کرتا تھا وہ بالکل تائب ہوا اور تعزیہ کے چبوترے کو جسے اس نے ساٹھ روپیہ خرچ کر کے انتہائی مضبوط بنوایا تھا، اسے توڑ ڈالنے کی اجازت دی، حضرت نے خود پھاوڑا اپنے ہاتھوں لیا اور حاضرین نے حضرت کا ساتھ دیا اور سب نے مل کر اس چبوترے کی بنیاد کو سرے

سے ختم کر دیا، اور حضرت نے اسی جگہ مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر کے لئے دو روپیہ اپنے پاس سے دے کر وہاں کے سارے مسلمانوں کو اس تعمیر کے لئے تیار فرمایا اور بنیاد کی جگہ حضرت نے بنفس نفیس دو رکعت نماز پڑھکر طویل دعا فرمائی اور ساتھیوں نے آمین کہی۔

اس وقت ایک عجیب حالت پیدا ہوئی کہ ہر خاص و عام کو رحمت خاصہ کے نزول اور غیر متناہی قبولیت کا عام احساس ہو رہا تھا، دو پہر کے وقت مولانا عبدالحی صاحب ڈھئی سے آ کر ساتھ ہو گئے، اس وقت کشتیاں وہاں سے روانہ ہوئیں، شام کو مانکپور سے دو کوس کے فاصلہ پر موضع پیر نگر میں لنگر انداز ہوئے، کھانے کا نظم حضرت کی طرف سے ہوا۔ صبح کو شاہ کریم عطا سلونی کے مصاحبین میں سے ایک شخص ایک روپیہ کی شیرینی لے کر آیا حضرت نے قبول فرمایا، وہاں سے جلد ہی چل کر دو پہر دن چڑھے تک قصبہ گوتنی میں پہنچے اور وہاں لنگر ڈالا گیا، وہاں اس دن اور اگلے دن افغانوں کی ضیافت میں قیام رہا، زنانہ سواریاں خاص طور سے حضرت سید صاحب کی دونوں بیویاں شاہ زماں کے گھر گئیں، دن بھر وہاں رہیں اور شام کو پھر دریا کے کنارے نصب کردہ اپنے خیموں میں واپس آ گئیں اور وہاں کے تمام افغانوں کی عورتیں رات کو پیدل چل کر حضرت کے خیمہ تک آئیں، ملاقات و بیعت سے مشرف ہوئیں۔

ایک عالم کا حرمت حج کا فتویٰ اور اس کی تردید میں وعظ

قصبہ گوتنی میں سننے میں آیا کہ مولوی یاد علی صاحب ساکن گڈھ کہتے ہیں کہ ہندوستانیوں پر حج حرام ہے اس لئے کہ درمیان میں بحر قلزم حائل ہے جس کا معاملہ یہ ہے کہ اگر جہاز ٹوٹ جائے تو اس سے نجات ممکن نہیں ہوگی، اس کی وجہ سے حضرت سید صاحب کا حکم دونوں مولانا صاحبان (یعنی مولانا عبدالحی و مولانا محمد اسماعیل) کے لئے یہ صادر ہوا کہ قافلہ کے چالیس افراد کو لے کر قصبہ گڈھ جائیں اور وہاں کے لوگوں کو جمع کر کے قرآن و حدیث کی رو سے اہل ہند اور دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کے

لئے حج کی فرضیت وفضیلت کو بیان کریں۔

چنانچہ حضرت کے حکم کے مطابق دونوں صاحبان چالیس افراد کو لیکر گئے، دریائے گنگا پار کر کے گڈھ میں شاہ ابراھیم علی کی مسجد میں پہنچے اور وہاں اس بستی کے تمام رؤساء کے سامنے قرآن وحدیث کے واضح وقوی دلائل سے اہل ہند و دیگر مسلمانوں کے لئے حج کی فرضیت وفضیلت کو ثابت کیا، وعظ سے فارغ ہو کر شاہ مظہر علی صاحب کے گھر پر گئے، وہاں کھانا کھایا اور واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ مولوی یاد علی صاحب نے بعض فتاوی سے چند ضعیف روایتیں اپنے موقف وقول (یعنی حج کی حرمت برائے اہل ہند) کی تائید میں نکال وتلاش کر کے، ایک معتبر شخص کے ذریعہ مولانا تک پہونچایا، اس پر بحث ورد میں طول کھنچا کہ دوسری صورت پیدا ہوگئی لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بات ختم کرائی۔

عصر کی نماز دریا کے کنارے پڑھی گئی اور نماز کے بعد دریا پار کر کے سب لوگ اپنے خیموں وکشتیوں تک پہونچے، دوسرے دن وہاں سے کوچ ہوا، دوپہر کو موضع جہاں آباد کے نیچے پہنچنا ہوا جو نواب وزیر کے علاقہ عملداری کی مشرقی سرحد ہے اور موضع کیمہ کے متصل ہے، شاہ حسن علی صاحب کا گھر وہیں ہے، چنانچہ دو دن انہی شاہ صاحب مذکور کی ضیافت میں قیام رہا، شاہ صاحب خود اپنے چار بھائیوں اور متعلقہ عورتوں اور ضروری خانہ داری کے سامان کے ساتھ حج کے ارادے سے قافلہ کے شریک ورفیق ہوئے۔

اس دن احتیاط کی بنا پر دریا کا راستہ مناسب نہ سمجھا گیا کیوں کہ کشتی کی سواریاں۔ مرد وعورت بہت تھے اور سامان بھی زیادہ تھا۔ اسلئے مولانا عبدالحی صاحب کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ خشکی کی راہ سے الہ آباد روانہ فرمایا اور خود مع باقی قافلہ کشتی کے ذریعہ آگے کو روانہ ہوئے اس دن باد مخالف کی تندی وتیزی کی وجہ سے حضرت سید صاحب کی کشتی تقریباً تین کوس کی مسافت دوسری کشتیوں سے الگ رہی،

اور کشتیوں کا چلانا ممکن نہیں رہا دوراتیں کشتیوں کو موضع اوجھنی سے پہلے اور خاص حضرت کی کشتی کو موضع کے نیچے ٹھہرایا گیا اس موضع میں لعل محمد صاحب کا مکان ہے جو کہ حضرت سید صاحب کے قدیم باخلاص مریدوں میں سے ہیں چنانچہ وہ حضرت کی تشریف آوری کے منتظر بھی تھے اور یہ گاؤں الہ آباد سے جنوب میں گنگا کے جنوبی ساحل پر الہ آباد سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے، اور دوسری کشتیاں اس جگہ سے پہلے دریا کے شمالی ساحل پر لنگر انداز ہوگئی تھیں، مگر اس انداز میں کہ اس کشتی کے لوگوں کو ان کے پہنچنے کی کوئی اطلاع نہ ہوسکی۔

اس دن حضرت سید صاحب کی کشتی پر سوار چھوٹے بڑے سب ملا کر کل اسی افراد تھے، سب کے لئے لعل محمد صاحب کے گھر سے پر تکلف اور فراوانی کے ساتھ کھانا آیا اور کشتی ہی میں سب کو تقسیم کیا گیا اور دوسرے دن وہاں قیام ہوا، لعل محمد صاحب نے پوری کشتی والوں کی دعوت کی، اور دوسرے دن باقی کشتیوں کی لنگر اندازی کی خبر ملی، تیسرے دن بھی وہاں قیام ہوا جس کا باعث وہاں مقیم ایک انگریز سوداگر کی ضیافت ودعوت بنی، اور وہاں کے سارے مسلمان مرد وعورت سب کے سب حضرت سید صاحب کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے اور تمام بدعات سے توبہ کی، حتی کہ تعزیوں کے لئے بنائے گئے چبوترے توڑ ڈالے اور ان سے نفرت کا اظہار کیا۔

وہاں سے چوتھے دن کوچ کیا، آگے بڑھنے پر حضرت سید صاحب کی دوسری تینوں کشتیوں سے ملاقات ہوئی تین چار دن کی خیریت وحالات دوسرے سے معلوم کیا، خیریت ملنے ومعلوم ہونے پر انتہائی خوشی ہوئی اور اللہ کا شکر ادا کیا گیا، آخر موضع برہمشدی کے نیچے پہنچے اور دن نکلنے کے کچھ ہی وقت کے بعد وہاں لنگر انداز ہوئے، اس بستی میں شیخ محمد وزیر خسر لعل محمد (ساکن موضع اوجھی) کا گھر ہے، شیخ مذکور نے پورے قافلہ کے لئے پہلے سے ہی پر تکلف کھانا تیار کرالیا تھا اور دریا کے کنارے حضرت کی آمد کے منتظر کھڑے تھے۔

وہاں کشتیوں کے پہنچنے وٹھہرنے کوانھوں نے اپنی انتہائی سعادت سمجھا اور حضرت کو گھوڑے کی سواری کے ذریعہ اپنے گھر تک لے گئے اور انکے تمام اہل خاندان مرد وعورت بلکہ بستی کے تمام مسلمانوں کو حضرت کے حلقہ بیعت میں داخل کرا کے دارین کا فخر حاصل کیا، دو پہر دن گذرنے پر کھانا کشتی میں پہنچایا گیا اور تقسیم کیا گیا اسی وقت وہاں سے کشتیاں روانہ ہوئیں اور شام کو قصبہ موسریاں کے نیچے لنگر پڑا، اس قصبہ میں بکثرت شرفاء آباد ہیں اور لب دریا بڑی خوب صورت مسجد ہے، اس قصبہ سے الہ آباد ڈیڑھ کوس یا ڈھائی کوس ہے۔ صبح کو قافلہ کے بہت سے مرد خشکی کے راستے سے شہر کو روانہ ہو گئے اور حضرت سید صاحب کشتی کے ذریعہ الہ آباد شہر کے متصل دارانگر کے گھاٹ پر پہنچے، جہاں کہ شیخ غلام علی، جد شیخ محبّ علی، کے لوگ تانگے لئے کھڑے موجود تھے، حضرت سید صاحب کشتی سے اترے اور محض چند افراد کے ساتھ شیخ صاحب موصوف کے مکان پر پہنچے۔

باقی سارے لوگ کشتیوں پر ہی رہے، اور کشتی کے ذریعہ آگے بڑھ کر الہ آباد کے قلعہ کے نیچے سے ہو کر دریائے گنگ وجمن کے سنگم پر پہنچے اور دریائے جمنا میں داخل ہوئے اور قصبہ اریل، جو کہ جنوبی ساحل پر واقع ہے، اس کے نیچے سے گذرتے ہوئے دھیرے دھیرے ڈھیڑھ کوس کی مسافت جمنا میں طے کرنے کے بعد اندرون شہر الہ آباد، بمقام بلوا گھاٹ شیخ غلام علی صاحب کے مکان کے نیچے پہنچے، اور وہیں لنگر انداز ہوئے شیخ صاحب موصوف نے راجہ اودت نرائن راجہ بنارس کی بارہ دری جو کہ ان کے اختیار میں تھی، قافلہ کے تمام مردوزن کے قیام کے لئے تجویز کی تھی۔

حضرت سید صاحب نے مکان کے اوپری حصہ میں مستورات کا قیام کرایا اور نچلی منزل میں قافلہ کے تمام مردوں کو جن کے لئے وہاں کافی گنجائش موجود تھی، دو گھڑی رات گذرنے کے بعد تمام مستورات کو کشتیوں سے اتار کر پیدل ہی ان کی قیامگاہ پر پہنچایا گیا اور تمام حوائج ضروریہ سے متعلق اشخاص مثلاً خاکروب، سقا،

دھوبی، اور سامان مثلاً پانی کے برتن وغیرہ اتنی مقدار میں کہ وسعت کے ساتھ سب کا کام چل جائے اسی دن سب مہیا کیا گیا۔

مولانا عبدالحی صاحب جو کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خشکی کے راستہ سے سفر کر رہے تھے وہ حضرت کے الہ آباد پہنچنے سے تین دن پیشتر سے شیخ غلام علی کے اسی مکان میں مقیم تھے اور تین دن سے ان کی شیخ صاحب کی طرف سے پر تکلف دعوت کا انتظام تھا اور حضرت سید صاحب کے پہنچنے کے بعد تو شیخ صاحب انتہائی بشاشت اور کشادہ پیشانی کے ساتھ، بارہ روز مدت قیام میں ہر ایک کے لئے تازہ شیرینی اور قورما وپلاؤ وزردہ کا وافر وکامل انتظام رکھا۔

چوتھے دن شیخ صاحب نے غایت اعتقاد کی وجہ سے بیعت کا ارادہ کیا تو بیعت کے اکرام واہتمام میں اس کا سامان کیا حضرت کی خدمت میں اکیس کشتیاں پیش کیں جن میں پشمینہ وکمخواب ومشروع کے کپڑے تھے، چند جوڑے دوشالہ کے اور نینو وململ وخاصہ کے تھان اور سترہ عدد خوش اسلوب ونادرۂ روزگار ہتھیار کہ ان سے بہتر کا وجود امیروں اور بڑے جنگجوؤں کے ہتھیار خانہ کے علاوہ کسی جگہ میں سوچا نہیں جا سکتا مع پانچ سو روپیہ نقد جبکہ دوسری اجناس اور قیمتی کپڑے ایک ہزار کی مالیت کے رہے ہونگے، یہ سب حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور خود اور صاحب زادگان (ان کی اولاد) گھر کی تمام عورتیں اور ان کے تمام کارخانوں کے سارے ملازمین سب کے سب نے حضرت سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

اور دوسرے دن اکیسویں تھان کہ جن میں سے ہر ایک تھان کی قیمت ۵، ۶ روپیہ تھی حاجیوں کے احرام کے لئے پیش کئے کہ لوگ حج کے موقع پر ان کو استعمال کریں اور دو سو چالیس گاڑھے کے تھان کہ جن میں سے ہر ایک تین روپیہ کی قیمت کا تھا قافلہ کے تمام لوگوں کے پہننے کے لئے پیش کیا اور پانچ سو روپئے مزید دوسرے اخراجات کیلئے دئے اور دوسرے بہت سے تحائف اور عمدہ اشیاء۔ کہ جن کا ذکر طول کا

باعث ہوگا- کی بھی پیشکش کی، اس کے علاوہ الہ آباد کے قیام کے دنوں میں ہر دن اشیاءنفیسہ کے قبیل سے ایک تحفہ وہدیہ جو کہ انتہائی قیمتی ونادر الوجود ہوتا وہ لاکر حضرت کونذر کرتے۔

اس کے بعد قافلہ کی روانگی کا وقت آنے پر شیخ صاحب نے قافلہ کے تمام لوگوں کو چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہوں یا عورت سب کو شمار کراکے کے ہر ایک کے لئے ایک ایک روپیہ کے حساب سے چار سو سے کچھ اوپر روپئے حضرت کی خدمت میں پہنچائے کہ سب کو برابر تقسیم فرمادیں، اسی وقت ان کی خواہش کے مطابق مرسلہ روپئے تقسیم کر کے ایک ایک روپیہ ہر ایک کو دیدیا گیا۔

اور تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ان کی طرف سے قافلہ والوں کے لئے جو کھانا تیار ہوتا تھا اس پر ایکسو چالیس روپئے روز کا خرچہ تھا اور مجموعی طور پر جو کچھ انہوں نے مختلف صورتوں میں خرچ کیا واقفکاروں کے اندازے کے مطابق اس کی مالیت دس ہزار روپئے ہوتی ہے، اور جبکہ بار بار وہ اپنی تہی دستی کا عذر کرتے تھے، خلاصہ یہ کہ ان کے جیسا عقیدت مند وعالی حوصلہ وبااخلاص پورے قرب وجوار میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔

انہیں دنوں ایک دن شیخ صاحب کی گھر کی عورتیں حضرت کے زنانہ محل میں آئیں اور برادر محمد اسماعیل کی والدہ اور والدہ سارہ دونوں کی خدمت میں اسی اسی روپیہ نقد نذر کئے۔

الہ آباد کے دوسرے رؤساء میں سے مولوی کرامت علی حضرت سے بیعت ہوئے انہوں نے سفید پشمینہ کا کپڑا دوسو روپئے کی مالیت کا نذر کیا، ایک دن پورے قافلہ کی شیر مال وقورما وپلاؤ سے دعوت کی اور چالیس روپئے نقد بھی دیئے۔

دودن حضرت سید صاحب شاہ اجمل مرحوم کے مکان پر بھی تشریف لے گئے، شاہ صاحب موصوف مرض الموت میں نفس واپسیں کو شمار کر رہے تھے انہوں نے یا ان کے متعلقین نے حضرت سے بیعت نہیں کی البتہ دنیا داروں کے اخلاق کے

مطابق پچاس روپیہ ضیافت کے طور پر اور دو رضائی بہت عمدہ بطور ہدیہ دوسرے دن حضرت کے پاس بھجوایا۔

قلعہ الہ آباد میں متعین تمام مسلمان سپاہیوں نے جن کی تعداد تین سو کے قریب تھی، اپنے ذمہ دار انگریز سے اجازت حاصل کی اور حضرت کو قلعہ کے اندر لے گئے اور شہ نشین کی جگہ پر جہاں پر پہلے سلاطین کے تخت رکھے جاتے تھے اسی جگہ حضرت کو رونق افروز کیا اور پھر وہ سارے لوگ کمال خلوص وعقیدت کے ساتھ حضرت سے بیعت ہوئے۔

اور اسی جگہ پر قدرت ایزدی کی تائید اور قدیم مریدوں کی توجہات کی بدولت ان نئے بیعت ہونیوالوں نے مراقبہ میں قدرت کے عجائب وغرائب کا مشاہدہ کیا، جن کی تفصیل موجب تطویل ہوگی، اور اس امر نے ان کے اعتقاد میں اور زیادہ اضافہ کر دیا اور پھر سب نے مل کر چالیس روپئے نقد اور ایک پستول، ایک انگریزی گرج، ایک عدد ولایتی ناٹ پیش کیا نیز قلعہ دار جو کہ انگریز تھا اس کی اجازت سے قلعہ کے تمام نوادرات بھی حضرت کی خدمت میں پیش کئے، دوسرے دن انہوں نے انتہائی پرتکلف کھانا، جس میں شیر مال، قورما، وپلاؤ سب وافر مقدار میں تھا، تیار کرا کے پورے قافلہ میں تقسیم کیا۔

ان کے علاوہ ان بارہ دنوں میں حسب موقع رات ودن، دونوں کے مختلف حصوں میں گروہ در گروہ کر کے شہر الہ آباد اور اس کے دیہات واطراف کے تمام مسلمان مردوں وعورتوں نے حضرت کے حلقہ بیعت میں داخلہ کی سعادت حاصل کر کے دارین کی کامیابی حاصل کی، بارہ دن کے بعد حضرت مرشدی نے مولوی وحید الدین صاحب کے حقیقی چچا سعد الدین کو قلعہ داروں کی تعلیم وتلقین کے لئے اور حافظ مقصود کے صاحب زادے سعد الدین کو قلعہ داروں کی تعلیم کے لئے، چند دن رکنے کی اجازت عطا فرمائی۔

اور مولوی محمد اسمعیل صاحب کو ایکسو پندرہ اشخاص کے ساتھ خشکی کے راستہ سے مرزا پور روانہ کیا، سترہویں دن فجر کی نماز سے پہلے عورتوں کو بارہ دری سے نکال کر پیدل ہی کشتی تک پہنچایا اور خود حضرت وہاں کے تمام باشندوں کے سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے ظہر کے وقت تک آٹھ کوس کی مسافت طے ہو چکی تھی کہ باد مخالف ایسی چلی کی کشتی کے چلنے سے مانع ہوئی، آخر الہ آباد سے آٹھ کوس کی مسافت پر موضع سرساوہ پرگنہ ھنڈیا کے قریب لنگر ڈالا گیا، اگلے دن اسی انداز کی مخالف ہوا کے باوجود، ہزار خرابیوں کے ساتھ (بمشکل) ایک کوس کی مسافت طے کرنے کے بعد لنگر ڈالنا پڑا، تیسرے دن ہوا مطلوبہ رخ کی ہونے کی وجہ سے کشتیاں صبح سے عصر تک چلتی رہیں اور عصر کے وقت مرزا پور شہر میں داخل ہوئیں۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب خشکی کے راستہ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت سے چار گھڑی پہلے پہنچ چکے تھے اور وہ شہر کے اندر شیخ شاہ محمد سوداگر کے مکان پر مقیم تھے جو کہ غایت اعتقاد کے ساتھ حضرت کی آمد کے منتظر تھے شیخ صاحب مولانا کے ساتھیوں کے لئے کھانا تیار کرانے کے انتظام میں تھے کہ کشتیوں کے مسافر بھی آ گئے اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور سوداگر مذکور کے گھر سے سب کے کھانے کا نظم ہوا، دوسرے دن سوداگر مذکور نے ایک بڑا خیمہ لا کر دریا کے کنارے نصب کر دیا اور تمام لوگوں کے لئے حوائج ضروریہ کا سامان مہیا کیا اور سب کے کھانے کا روز آنہ نظم بھی اپنے گھر سے کیا، تمام عورتیں سرکاری (یعنی حضرت کے زیر انتظام لگائے جانے والے) خیمہ میں اتریں جو کہ ہر منزل و جائے قیام پر نصب کیا جاتا تھا۔

شیخ محمد کی درخواست پر مرزا پور میں ایک ہفتہ کے قیام کا عزم ہوا تیسرے دن شیخ محمد اپنے تمام بھائیوں، اولاد و عورتوں کے ساتھ حضرت کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے اور پانچ سو روپیہ نقد، ایک جوڑا پستول اور صحن و ململ و نینو و مشروع وغیرہ کے چھ کے قریب تھان اور چالیس تھان گاڑھے کے۔ قافلہ کے لوگوں کے لباس کے

لئے پیش کئے ،اس سے اگلے دن مرزاپور کے تمام مسلمان خاص و عام سب نے حضرت سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور مرزاپور کے افغانوں نے جوکہ وہاں کے پرانے زمیندار ہیں حضرت کوایک اشرفی کا نذرانہ پیش کیا اور سارے بھائی حضرت سے بیعت ہوئے اورایک دن پورے قافلہ کی دعوت بھی کی۔

مولوی فرزند علی صاحب جوکہ مرزاپور عدالت کے مولوی ہیں (عدالت کے ان معاملات کودیکھتے ہیں جن کاتعلق شریعت کے مسائل سے ہو)انہوں نے حضرت کی خدمت میں قافلہ کے لوگوں کے لباس کے لئے گاڑھے کے چالیس تھان اوراسی روپئے دونوں مولوی صاحبان (یعنی مولانا عبدالحی ومولانا محمد اسماعیل) کوپیش کئے اور بیعت کو بنارس کے قیام پر موقوف کیا،مرزاپور کے قیام کی مدت میں جن دنوں میں کسی کی طرف سے دعوت ہوتی تھی ان کے علاوہ عام دنوں میں کھانا شاہ محمد سوداگر کے گھر سے ہی آتا رہا۔

مرزاپور کا ہیضہ اور قافلہ کے افراد

انہیں دنوں شہر کی آب وہوا خراب ہونے کی وجہ سے شہر کے بہت سے لوگ بیمار ہوگئے اور بعض کا انتقال بھی ہوگیا،انہیں دنوں میں شاہ حسن علی صاحب ساکن کیمہ کی چودہ سالہ صاحبزادی جوکہ تن تنہا شاہ صاحب موصوف کی اولاد میں سے تھی،ہیضہ کی بیماری کی وجہ سے انتقال کرگئیں،اسی طرح محمد ہاشم نامی ایک صاحب لکھنؤ کے رہنے والے بھی اسی بیماری میں فوت ہوئے،(قافلہ کے لوگوں میں یہی دو آدمی موت کا شکار ہوئے۔) شاہ حسن علی صاحب کے بھائی بھی اسی مہلک بیماری کا شکار ہوکر زندگی کی امید قطع کرچکے تھے کہ مرزاپور سے سفر ہوگیا اور بنارس پہنچنے پر اللہ تعالی نے ان کوصحت مند کردیا،قافلہ کے افراد میں سے صرف شاہ حسن کی دختر اور ہاشم کا ایک رات کے فرق سے مرزاپور میں انتقال ہوا اور دونوں کومرزاپور کے افغانوں کے

مقبرہ میں پورے اعزاز واکرام کے ساتھ دفن کیا گیا، حق تعالی ہر سال دونوں صاحبان کا حج ان کے نامہ اعمال میں لکھے گا، آمین۔

القصہ یہ کہ مرزاپور میں چند دن کے قیام کے بعد وہاں کے لوگوں سے رخصت ہوئے اور حافظ قطب الدین وقادر شاہ کو اہل مرزاپور کی تعلیم وتربیت کے لئے چند دن وہاں قیام کی اجازت دی، مستورات کو صبح کی نماز سے پہلے خیمہ سے کشتیوں پر پہنچایا، اور مولانا اسماعیل صاحب کی ہمراہی میں اندازاً ڈیڑھ سو افراد کو خشکی کے راستے سے بنارس کے لئے روانہ کیا۔

پھر کشتیاں روانہ ہوئیں ظہر کی نماز چنار کے قلعہ کے نیچے ایک بڑی جماعت سے پڑھی گئی اور فوراً ہی آگے کو روانگی ہوئی، عصر کے وقت جبکہ شہر بنارس محض چار کوس رہ گیا تھا لنگر ڈالا گیا، کھانا حضرت سید صاحب کی طرف سے ہوا دوسرے دن صبح کو کشتیاں چلیں اور چھ گھڑی دن برآمد ہونے کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو شہر بنارس کے جلسائین گھاٹ پر کشتیوں نے لنگر کیا، حضرت خود مع چند آدمیوں کے کشتی سے باہر آئے اور گھوڑے کے ذریعہ کندی گروں کے محلّہ میں ابراہیم شاہ کی مسجد میں پہنچے۔

روساء بنارس نے قافلہ کے تمام لوگوں مرد وعورت سب کے قیام کے لئے دوبے کی حویلی کو طے کیا تھا، اسلئے حضرت کو لیجا کر وہ حویلی دکھائی وہاں کافی وسعت کے ساتھ جگہ تھی، ہر ایک کے لئے قیام کی جگہ طے کرنے کے بعد حضرت نے کہاروں کے ذریعہ چوپائے و کھڑکھڑے کی سواریاں ساحل پر بھجوائیں اور ظہر کی نماز کے بعد تمام مستورات کو کشتی سے اتار کر حویلی مذکور کے اندر پہنچایا، حویلی مذکور چونکہ خاندان کے تمام افراد میں تقسیم کردی گئی تھی اسلئے اس میں جگہ کی تنگی تھی اس کی وجہ سے میں نے حضرت کی اجازت سے اپنے متعلقین کے رہنے کے لئے چھ روپئے ماہوار پر ایک تین منزلہ حویلی مذکور الصدر حویلی سے متصل ہی کرایہ پر لے لی ہے، برادر خورد زین العابدین، میں خود، والدہ و بھائی محمد علی صاحب اس میں رہتے ہیں اور بھاوج

صاحبہ والدہ زین العابدین ، و برادر عزیز سید عبدالرحمٰن ومحمد یعقوب اور والدہ نیز ان کے متعلقین حضرت کی قیام گاہ شیولال دوبے کی حویلی میں مقیم ہیں۔

تمام چھوٹے و بڑے ہر طرح بخیر وعافیت ہیں اور سارے کے سارے لوگ آنجناب کی تشریف آوری کے لئے پانچوں نمازوں میں اس ذات والاصفات سے دعا کرتے ہیں جو منتشر لوگوں کو یکجا کرنے والی ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے ، آمین ، اور بھاوج صاحبہ والدہ زین العابدین کے اخراجات کے لئے کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی بندہ ہمیشہ ان کا خیال رکھتا ہے اور نور چشمی بتول وابوالقاسم وموسی وعابد و مریم ونورالہدی وحذیفہ وزبیدہ وعبدالرزاق وعبدالرحیم اور تمام چھوٹے و بڑے خیریت سے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

آنجناب قبلہ کے مرسلہ خطوط کے دو مجموعے کہ جن میں حضرت کے نام بھی آپ کا خط تھا اچانک بنارس پہنچنے پر عیدالاضحیٰ کے دن موصول ہوئے اور جن معاملات کی درستی کے سلسلہ میں لکھنؤ میں درخواست کی گئی تھی حضرت نے اپنی مرضی کے مناسب لکھنؤ کے ہر امیر کے نام مولوی وحیدالدین صاحب سے خطوط لکھوا کر بذریعہ ڈاک بھجوائے ہیں جو پہنچ گئے ہوں گے۔

نیز سننے میں آیا ہے کہ لکھنؤ کے معاندین نے حضرت کے قافلہ کی مالی تنگی کی وجہ سے رائے بریلی ولکھنؤ کے اطراف میں ادھر ادھر کی خبریں اڑا رکھی ہیں ، مالی تنگی کا سہارا اس لئے لیا گیا کہ اس سے خیر خواہوں اور معتقدین کو مزید پریشانی ہوگی اسکی بنا پر حضرت سے اجازت لیکر اس بندہ نے اس عریضہ کے ذریعہ قافلہ کے سفر کے پورے حالات روانگی سے لیکر بنارس پہنچنے اور یہاں کے قیام تک کی روئداد شرح وبسط کے ساتھ لکھ کر بھیج دی تاکہ آن مخدوم اور تمام حضرت کے بہی خواہوں کو سکون واطمنان ہو، اس عرصہ میں پوری حقیقت اور سفر کے احوال بلاکم وبست بیان کر دئے گئے ہیں، غور وتامل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور حضرت کے دوسرے بہی خواہوں کو بھی پڑھوا دیں

تا کہ معاندوں اور جھوٹی خبریں لکھنے واڑانے والوں کی تکذیب وتردید ہو۔ فقط۔

قبلہ من سلیمان خاں اپنے والد سے اجازت لیکر حج کے ارادے سے مقام دھئی میں قافلہ سے آملے تھے اور ڈگڈگی وغیرہ و جہان آباد تک کشتی سے سفر کیا، اور جہان آباد سے متصل موضع کیمہ میں بیمار ہو گئے اور واپس چلے گئے اس کے بعد ان کی صحت وتندرستی کے متعلق کچھ بھی خبر نہیں ملی، دل بہت زیادہ لگا ہوا ہے، الہ آباد میں بعض لوگوں نے ان کے متعلق وحشتناک خبر سنائی ہے مگر یقین نہیں ہوا اس لئے دل بہت پریشان ہے ان کا حال تحریر فرمائیں، اگر صحت مند ہوں اور سفر کی ہمت ہو تو ساتھ میں آجائیں، علی محمد کو سلام پہنچادیں۔

برادر عزیز سید محمد اور امام الدین کو یہ پیغام بعد سلام پہنچے کہ اگر دلمو کے علاوہ حرمین کے سفر کی ہمت وعزم ہو تو بھائی صاحب کے ہمراہ آجائیں، سفر کی صورت میں ملاقات ہونے پر طرفین کو خوشیاں ہوں گی، بھائی سید محمد اسحاق صاحب کی خدمت میں اور نصیر آباد ورائے بریلی کے تمام لوگوں کو اور اندرون محل تمام مستورات کو نیز ہمشیرہ عزیزہ (وغیرہ) سب کو سلام عرض ہے باقی یہاں ہر طرح خیریت ہے البتہ آپ سب کی مفارقت موجب رنج ہے اللہ تعالی ملاقات کرائے۔

مرزا ابلاقی شاہزادہ مع والدہ و بیوی نیز دوسرے لاحقین وملازمین کے ساتھ حضرت سے بیعت ہوئے اور تین دن دعوت کی اور حضرت کی محبت کی برکتیں حاصل کیں نیز مولوی عبد اللہ صاحب، بھولا چابک سوار اور قوم نوریاف کے دو ہزار کے قریب افراد حلقہ بیعت میں داخل ہوئے اور نوربافوں کے سردار میاں اللہ رکھو، یار محمد و دین محمد وغیرہ کا معاملہ یہ تھا کہ سالہا سال سے ان میں نزاع وافتراق تھا حضرت نے بیش از بیش مساعی جمیلہ کے ذریعہ ان سب کو متحد کر دیا اور ان کو قبر پرستی وتعزیہ پرستی وغیرہ بدعات سے دور کیا۔

اور ایک انگریز اکسن کی بیوی جو کہ اپنے شوہر سے الگ ہو چکی ہے اس

نے گناہوں سے مخلصانہ توبہ کے بعد حضرت سے بیعت کی اور پیشہ تجارت کو اپنا لیا ہے، کہتے ہیں کہ اس کے بعد راہ حق اور اسلام پر پوری استقامت کے ساتھ قائم رہی اور پوری زندگی کوئی لغزش نہیں ہوئی۔

ایک مکان پر آسیبی اثرات اور انکا ازالہ

ایک دن مرزا کریم اللہ بیگ حضرت کو ایک زمین پر لے گئے اور عرض کیا کہ اس زمین کو اپنے لئے مکان بنوانے کی غرض سے میں نے خریدا ہے، حضرت نے منع فرمایا لیکن حضرت کے بعد مرزا موصوف نے اس ممانعت کا خیال نہ کیا اور وہاں ایک عالیشان مکان بنوایا جب اپنے خاندان کو لیکر وہاں منتقل ہوئے تو طرح طرح کے آسیبی اثرات سامنے آئے مثلاً برتنوں کا ٹوٹنا، تخت و چارپائی کا الٹ جانا اور برے برے خواب وغیرہ، دین محمد کا بیان ہے کہ میں ایک مدت اس شہر میں رہا ہوں مرزا صاحب مع اہلیہ انتقال کر چکے تھے مرزا ابراہیم بیگ سے معلوم ہوا کہ وہ مکان اب مقفل ہے میں ان کو مولوی سید محمد علی رامپوری خلیفہ حضرت سید صاحب کی خدمت میں لے گیا، مولوی صاحب موصوف اس مکان میں تشریف لے گئے اور تین مرتبہ آواز سے کہا کہ جو اجنہ اس مکان میں ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور حضرت سید صاحب کے معتقدین وخلفاء میں سے ہوں تو اس مکان کے رہنے والوں کو تکلیف نہ دیں بلکہ کہیں اور چلے جائیں اور اگر حضرت سید صاحب کے معتقدین نہیں ہیں، اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ یہاں سے نکل جائے ورنہ ہلاک ہوجائے گا اطلاع ضروری ہے کردی گئی، اخر الذکر مکان مامون ومحفوظ ہوگیا اور وہ لوگ اسی میں مقیم ہوگئے۔

بخیر وعافیت سفر کی بشارت

سید محمد مستقیم بیان کرتے ہیں کہ بنارس سے روانگی کے دن حضرت شاہزادہ صاحب کے باغ میں جو کہ دریائے گنگا کے کنارہ تھا رونق افروز ہوئے اور برج میں

تشریف فرما ہوئے، اس وقت وہاں صرف تین آدمی تھے کوئی دوسرا نہ تھا شاہزادہ موصوف، میر امید علی لکھنوی ملقب بہ قطب اور خاکسار (یعنی مستقیم) حضرت نے اولاً شاہزادہ صاحب سے سفر حج کے متعلق کچھ بات فرما کر ان کو رخصت کر دیا پھر میر امید علی سے فرمایا کہ سفر حج ہمارے لئے دور دراز و مشکل ہے مگر اللہ کے نزدیک آسان ہے دعا کریں وہ خاموش رہے۔

حضرت بھی خاموش رہے کچھ دیر بعد حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا کہ اس سفر میں میرے ساتھ جو معاملات پیش آئیں گے حق تعالی نے مجھ کو ان سے آگاہ کر دیا ہے، منجملہ ان کے یہ ہے کہ بخیر و عافیت سفر کر کے اور حج و زیارت سے مشرف ہو کر واپس ہوں گا، پھر میر امید علی نے عرض کیا کہ جب اللہ تعالی نے خود آنجناب کو اس وقت آگاہ فرما دیا ہے تو میری دعا کی کیا ضرورت ہے، اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ تم کو میں اپنے ساتھ ضرور لے جاتا مگر ماموں سید محمد جامع نے منع کیا ہے اور ان کا حکم میرے لئے میرے والد بزرگ وار کے حکم کی طرح ہے، اس کے بعد میں نے ہر چند حضرت کے ساتھ سفر کے لئے اصرار کیا مگر حضرت نے منظور نہیں فرمایا اور میرے واپس ہوتے وقت دو مرشد آبادی دینار عنایت فرمائے اور ایک روپیہ بھی، اور روپیہ کے متعلق فرمایا کہ اس کو حفاظت سے رکھنا اور خرچ میں استعمال نہ کرنا یہ برکت کا روپیہ ہے، اس کی وجہ سے تم کبھی محتاج نہ ہو گے۔

بنارس سے روانگی

اس کے بعد حضرت نے اس شہر سے چار کشتیاں اور ایک بجرہ کرایہ پر لیا اور آگے کو روانہ ہوئے عاشورہ کی شام کو قصبہ زمانیہ میں پہنچے (تعزیہ کرنے والے) لوگ تعزیہ کو دفن کر چکے تھے۔

زمانیہ میں ایک مجذوب سے ملاقات

زمانیہ میں معلوم ہوا کہ دیہات میں ایک مجذوب ہیں جو کہ برہنہ رہتے ہیں

اوران کا تعلق سادات سے ہے (بظاہر ایک) مقام رکھتے ہیں، جو شخص بھی ان کے
درخدمت کا قصد کرتا ہے اس کو پتھر مارتے ہیں، حضرت کچھ لوگوں کو لے کر ان کی
طرف گئے قریب پہنچنے پر ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور خود آگے بڑھ گئے مجذوب نے حافظ
شیرازی کا یہ شعر پڑھا ؎

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب
کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب

اور اسی انداز کی دوسری غزلیں بھی پڑھیں اور حضرت سے دریافت کیا کہ
آپ کہاں جارہے ہیں حضرت نے فرمایا کہ حرمین شریفین، انہوں نے کہا کیا بیت
المقدس وغیرہ؟ حضرت نے فرمایا کہ چونکہ ایک ضروری کام سامنے ہے اسلئے اس سے
زیادہ کا قصد نہیں کیا ہے، راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک درخت کی آڑ سے دیکھا کہ
مجذوب صاحب لنگی پہنے تھے۔

غازی پور میں

زمانیہ میں دو دن کے قیام کے بعد غازی پور پہنچے، زمانیہ میں بہت آدمی
بیعت ہوئے ، غازی پور میں دریا کے کنارے واقع ایک مسجد کے پاس کشتیاں لنگر
انداز ہوئیں، وہاں کے رؤساء مثلاً شاہ مقصود عالم، شیخ غلام ضامن، قاضی محمد اطہر وغیرہ
نے دعوت کی اور حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔

ایک رئیس کے لئے دعا اور ان کی دولت میں ترقی

مرزا محی الدین بیگ کشمیری جو کہ غازی پور کے ایک رئیس شیخ فرزند علی کے
نوکر تھے ان کا بیان ہے کہ شیخ موصوف ان دنوں غازی پور میں رہتے تھے حضرت سے
بیعت ہوئے اور حضرت سے اپنے معاش کی تنگی کا ذکر کیا حضرت نے ان کے لئے
کشائش کی دعا کی مرزا موصوف کے برادر نسبتی مرزا ابراہیم بیگ بیعت کے بعد سفر حج

میں حضرت کے ساتھ رہے، حرمین شریفین سے ان کی واپسی کے بعد مرزا موصوف کی دولت وثروت نے اتنی ترقی کی کہ وہ کمپنی کے وکیل ہو گئے اور تمام ہم نشینوں پر ان کی شوکت بڑھ گئی۔

پھر غازی پور سے روانہ ہو کر ایک دن بارہ میں قیام کیا، وہاں بہت سے لوگ بیعت ہوئے اور شیخ علی خان کو ان کا خلیفہ بنایا، دوسرے دن موضع بلیا پہنچے، وہاں بھی بہت سے لوگ بیعت ہوئے۔

بکسر

بلیا سے روانہ ہونے کے بعد بکسر پہنچے، وہاں کے قاضی صاحب نے بیعت کی، تمام منہیات سے توبہ کی اور دعوت بھی کی، راقم الحروف (یعنی مؤلف) کہتا ہے کہ میرے علم کے مطابق بکسر میں حضرت سے کوئی بھی بیعت نہیں ہوا، وہاں دریا کے قریب (ایک) موضع خاص پور (ہے اس) میں مولوی ارشد مرحوم کے والد یا چچا حضرت سے بیعت وخلافت کا شرف رکھتے تھے جیسا کہ اس علاقہ میں مشہور ہے اور ان کے انتقال کے بعد اس علاقہ کے مسلمانوں نے حضرت سے ایک خلیفہ کی درخواست کی تھی چنانچہ مولوی محمد علی اور احقر کے اتفاق سے مولوی محمد ارشد صاحب کو خلیفہ بنایا گیا، چند سال کا عرصہ ہوا کہ مولوی (ارشد) صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا۔

اور مجھے یہ علم ہے کہ قصبہ بکسر جہاں کہ ایک قلعہ (بھی مشہور) ہے بلیا سے پہلے ہے اور قاضی پور اس کے بعد ہے اسلئے مجھے یقین ہے کہ بکسر میں بیعت کا تذکرہ غلطی سے ہو گیا ہے قاضی پور ہونا چاہئے، واللہ اعلم بالصواب۔

چھپرہ میں

اس کے بعد روانگی ہوئی تو قصبہ چھپرہ میں پہنچے، وہاں بہت لوگ زیارت کو

آئے اور حضرت کو دریا کے کنارے سے شہر کے اندر لے گئے، اور فرحت علی کے مکان پر بہت سے لوگ بیعت ہوئے اور خود فرحت علی موصوف حضرت کے خلیفہ قرار پائے اور ان سے (لوگوں کو) بڑی ہدایت حاصل ہوئی اور انہوں نے حضرت کے بعد حج کی بھی سعادت حاصل کی۔

دانا پور

چھپرہ سے چل کر دانا پور پہنچا ہوا شیخ علی خاں گھاٹ مانجھی ساکن ڈنکہا حضرت کو اپنے مکان پر لے گئے اور اپنے تمام اقرباء سارے مرد وعورت کے ساتھ حلقہ بیعت میں داخل ہوئے، اسکے بعد صدرالدین نے دعوت کی اور اپنے گھرانے کے ساتھ بیعت ہوئے، ان کا ایک بھتیجا پانچ چھ سال کا تھا اس کو بیعت کے لئے لائے حضرت نے اس کے سر پر دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی اور صغرسنی کی وجہ سے اس سے بیعت نہیں لی، شیخ علی خان کے گھر میں امام باڑہ تھا شیخ موصوف نے اس کو مسافر خانہ بنا دیا اور مسافروں کی خدمت اپنے ذمہ لے لی، مسافروں کے وہاں قیام کے زمانہ میں ان کو کھانا بھی دیتے تھے، دانا پور میں بہت سے لوگ شہر کے رہنے والے اور ہزاروں انگریزی فوج میں شامل مسلمان حضرت سے بیعت ہوئے اور امام باڑوں کو کھود کر مسجد بنایا اور وہاں بڑی خیر وبرکت پھیلی، چار پانچ دن وہاں قیام کیا۔

قیام عظیم آباد

دانا پور میں حضرت مقیم تھے کہ عظیم آباد کے مشتاقان (زیارت وآمد) پہنچ گئے اور حضرت کی کشتی کو وہاں سے کھینچ کر شہر میں لے گئے ہزاروں لوگ بیعت ہوئے، مولوی سید مظہر علی صاحب اپنے تمام اہل وعیال کے ساتھ اور مولوی الٰہی بخش جو کہ اس شہر کے رئیس تھے وہ بھی مع اہل وعیال بیعت ہوئے، وہاں کے چند کشمیری مثلاً خواجہ قمرالدین اور ان کے اہل خانہ بیعت ہوئے اور شریک سفر حج بھی ہو گئے۔

مولوی الٰہی بخش و مولوی فتح علی خان نے دعوت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد حصول بیعت وخلافت کا بھی شرف حاصل کیا، اور انہوں نے خود اپنے لئے اور اپنے عزیزوں کے لئے کامیابی اور فتح مندی کی دعا کرائی۔

حضرت نے مولوی سید مظہر علی صاحب کو (بھی) اپنا خلیفہ بنایا اور رؤساء عظیم آباد کے مشائخ کے گھرانہ میں ایک بچہ تھا جس کے متعلق سید عبدالرحمٰن وسید زین العابدین فرماتے ہیں کہ اس بچے کی والدہ اور دوسرے اعزہ کا بعض خوابوں یا کسی دوسری وجہ سے اس بچے کے متعلق یہ خیال تھا کہ یہ بچہ مہدی موعود یا غیر موعود یا ان کا نائب ہے اسلئے حضرت سید صاحب مع رفقاء اس بچہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے اور اس بچے کو ملاحظہ فرمایا تو اس کو وجیہ وجمیل پایا، اس کے بعد حضرت نے وہاں سے باہر آ کر فرمایا کہ ہمارا کام یہی ہے کہ خداوند کی راہ کی طلب میں رہیں اور میں یہی چاہتا ہوں کہ کوئی ہم کو نیک کام میں شریک کرے یا ہمارے عبادت کے کام میں شریک ہو جائے۔

عظیم آباد سے ہگلی تک

اس کے بعد کشتی اور بجرہ پر سوار ہو کر عظیم آباد سے روانہ ہوئے اور بارہ میں تشریف فرما ہوئے حضرت کے قدوم بہ میمنت لزوم کی برکت کی وجہ سے اس قصبہ کے بہت سے مسلمانوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور وہ حضرت کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے خاص طور سے خواجہ مولانا بخش اور شاہ گھسیٹا، کہ ان کے ابتدائی حالات مخالف شرع تھے توبہ اور بیعت کے بعد شرع شریف کے موافق صحیح راستہ پر ثابت قدم ہو گئے اور مستقیم رہے حتی کہ حضرت کی طرف سے خلافت کے منصب پر فائز ہوئے اسی طرح مونگیر و بھاگل پور و مرشد آباد میں بھی بہتیرے شرفاء وعوام نے بیعت کا شرف حاصل کیا حتی کہ کشتیاں ایک جگہ پہنچیں (جہاں سے منشی محمدی کا گھر قریب تھا تو) منشی محمدی

انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر جانے کی اجازت کی درخواست کی اور حضرت سے بھی تشریف بری کی گذارش کی اور کہاروں کو بھیج کر حضرت کو اپنے گھر پر بلوایا ان کے والد منشی شاہ محمد اور دوسرے اعزہ مثلاً منشی مخدوم بخش و منشی حسین علی وغیرہ بہت سے لوگ بیعت ہوئے اور منشی محمدی کے والد صاحب کے ہم رکاب ہوئے، وہاں سے چل کر قصبہ ہگلی میں پہنچے۔

کلکتہ کا قیام

ہگلی سے صبح کے وقت کوچ ہوا، منشی امین الدین صاحب کلکتہ سے ایک چھوٹی سواری کے ذریعہ جس کو پینس کہتے ہیں۔ (براہ دریا) حضرت کو تلاش کرتے ہوئے حضرت کے بجرہ کے پاس پہنچے اور بڑے الحاح کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت کے قافلہ کے قیام کے لئے میں نے ایک باغ اس میں واقع کوٹھی سمیت خریدا ہے، اس باغ میں بہت سے رنگارنگ پھل ہیں اور حسب مرضی مردانہ و زنانہ مکانات بھی ہیں اور شیریں پانی کے تین حوض بھی ہیں، اس کے بعد انہوں نے (حضرت سے) عرض کیا کہ لوگ حضرت کی خدمت میں آرہے ہیں (تاکہ اپنے مکان پر قیام کی درخواست کرسکیں تو) چونکہ میں نے سب سے پہلے خدمت بابرکت میں حاضری کی سعادت حاصل کی ہے اس لئے میرا حق ثابت و مقدم ہے، اور مجھے امید ہے کہ حضرت اپنے قافلہ کے لئے اس باغ کے علاوہ کوئی دوسری جگہ قیام کی غرض سے تجویز نہ فرمائیں گے۔

ان کی یہ درخواست سن کر حضرت نے فرمایا کہ چونکہ آپ سب سے پہلے ہمارے پاس آئے ہیں اس لئے فی الحال تو اگر سارا شہر ہمکو کسی دوسری جگہ ٹھہرانا چاہے تو بھی مجھے منظور نہیں ہے، منشی امین الدین کی سواری میں ایک منشی آیا تھا جس نے داڑھی مونچھ سب مونڈ رکھی تھی اور باریک لباس زیب تن تھا وہ مولانا اسماعیل صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات کا آرزومند تھا مولانا دوسری جگہ تشریف رکھتے تھے،

(منشی کی خواہش پر سید صاحب نے ان کو طلب کیا) وہ طلبی پر آئے ان کے بدن پر اس وقت ایک پرانا لباس تھا جو پیوند لگا ہوا تھا اور مزید پیوند کا محتاج تھا، منشی امین صاحب نے انکی منشی مذکور سے ملاقات کرائی، اور مولانا کا حال دیکھ کر ایسا روئے کہ زبان سے کوئی بات نہ نکال سکے، اس کے بعد حضرت اور قافلہ کے نظم کے لئے فوراً ہی اسی پینس پر کلکتہ کو واپس ہو گئے حلانکہ اس وقت دریا کا پانی جذر کے حال میں تھا اور اس کی وجہ سے کشتی کے چلنے سے مانع ہو رہا تھا، یہ دیکھ کر منشی صاحب موصوف نے ملاحوں کو انعام دیا کہ انتہائی تیزی سے چلیں، انہوں نے ایسی تیزی دکھائی کہ چند لمحوں میں نظر سے غائب ہو گئے۔ یہ روایت حضرت سید صاحب کے ہمشیر زادہ سید عبدالرحمٰن سے سن کر لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد کلکتہ کے دوسرے رؤساء پہنچے اور ہر ایک نے پہلے حضرت سے یہی درخواست کی کہ قافلہ کا قیام ہمارے یہاں ہو، بعد میں سب نے آپس میں مشورہ کے سے یہ طے کیا کہ قیام منشی صاحب مذکور کے باغ میں ہی اولی وانسب ہے کہ اس کی وجہ سے منشی صاحب موصوف کی ہدایت کی بھی توقع ہے۔

منشی امین الدین صاحب کی کوٹھی میں

اس کے بعد جب دریا کے پانی میں جذر شروع ہوا تو کشتیاں روانہ ہوئیں (اور کلکتہ کے ساحل پر پہنچیں) کلکتہ کے ساحل پر منشی امین الدین صاحب مختلف قسم کی زنانہ و مردانہ سواریوں کے ساتھ موجود تھے، مثلاً زنانی سواریوں میں سے پالکی، میانہ سیج گاڑی اور مردانہ سواریوں میں بہلی، گھوڑا اور ہوادار حضرت اپنے بجرہ سے اتر کر دریا کے کنارے ایک فرش بچھا کر اس پر تشریف فرما ہوئے اور ہر کشتی کے سرداروں کو منشی موصوف کے باغ کی طرف روانگی کا حکم فرمایا حتی کہ سارے لوگ جائے قیام پر پہنچ گئے۔

صوفی نور محمد مرحوم کی روایت کے مطابق محرم ۱۲۳۷ھ کی ۱۵ یا ۱۶ تاریخ تھی

مگر دوسرے لوگ اس تاریخ کا انکار کرتے ہیں کہ سفر حج کیلئے جانے اور وہاں سے واپسی دونوں مواقع میں حضرت کے قیام کی تاریخ یہ نہ تھی، منشی صاحب کی کوٹھی کے تمام مکانات، تمام ضروری سامان، مثلاً برتن و آٹے کی چکی، تخت و چارپائی وغیرہ سے آراستہ تھے تین دن تک منشی صاحب موصوف نے قسم قسم کے کھانوں سے دعوت کی اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ حضرت سے بیعت ہوئے۔

کلکتہ میں رشد و ہدایت کا فیضان

روز بروز حضرت کے متعلقین اور بیعت ہونے والوں کا ہجوم بڑھتا ہی جارہا تھا حضرت نے پہلے ہی مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا تھا کہ ہر چند ہم غریب لوگ حج کی نیت سے اپنے گھروں سے نکلے ہیں اور ہم نے اپنوں میں اس کا بھی اظہار و اعلان کر دیا کہ کسب حلال سے ہی زادراہ حاصل کر کے ہم لوگ بیت اللہ کا قصد کریں گے، لیکن منعم حقیقی جل و علا کے انتہائی فضل وکرم کے طفیل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (ہمارے اس سفر سے) اس شہر میں ہدایت کا ایسا دروازہ کھلے گا کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوگی اور ہم غریبوں کے لئے سامان سفر بھی بہت اچھے پیمانہ پر مہیا ہوگا اور یہ محض ظن وتخمین نہیں ہے بلکہ اشارہ غیبی (کی بنا پر کہا جارہا) ہے ہم لوگوں سے بیعت لینے سے فارغ نہ ہوں گے (اور فرصت نہ پائیں گے) اور آپ (یعنی مولانا عبدالحی صاحب) کو وعظ کہنے سے فراغت نہ ہو سکی۔

چنانچہ صبح سے لے کر تہائی رات تک بیعت کرنے والوں کا ایسا ہجوم رہتا کہ ہزاروں لوگ ایک مرتبہ میں دستار کو ادھر ادھر سے پکڑ کر بیعت ہوا کرتے تھے جبکہ اس موقع پر تین تین اور چار چار دستار ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جاتی تھیں اور ہر آدمی کچھ نقد بھی دیتا اور شیرینی بھی لایا کرتا تھا اور شیرینی کا ایک ٹکڑا حضرت کے منھ میں دے کر اس کو متبرک کرواتا تھا (تاکہ خود اور متعلقین کھائیں) جیسا کہ اس کا تذکرہ

پہلے بھی آچکا ہے حتی کہ اس عمل کی کثرت کی وجہ سے حضرت کے لبوں پر چھالے بھی ہو گئے تھے کلکتہ کا انگریز کوتوال جس کا نام............تھا وہ بھی روز آنہ حضرت کی خدمت میں آتا تھا اور حضرت کے کلمات طیبات کے سننے کی سعادت حاصل کرتا پھر واپس جاتا تھا۔

حصول شجرہ کا اشتیاق اور اہتمام

اور جب بیعت ہونے والوں نے حضرت کا شجرہ حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اتنا اشتیاق ہوا کہ شجرہ کی نقل تیار کرنے والے ایک نقل آٹھ آنہ میں تیار کرتے تھے، یہ پیسے وہ صرف میرے شجرہ کی نقل کے لیتے تھے جس میں صرف سلسلہ نقشبندیہ کا اندراج تھا، اور دوسرا شجرہ کہ جس میں اس کے ساتھ شجرہ قادریہ و چشتیہ بھی شامل تھا اس کی نقل کا ایک روپیہ لیا کرتے تھے جب اہل مطبع کو اس کی خبر لگی تو انہوں نے تینوں شجرے چھپوا کر اس باغ کے دروازہ پر اپنی دکانیں قائم کرلیں جس میں حضرت کا قیام تھا اور بزرگوں کے بابرکت اسماء کے واسطے سے ہزاروں روپے کمائے۔

شہر کے اہل علم کا رجوع

شہر کے اکثر علماء وفضلاء بھی حاضر ہو کر حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، مولوی غلام سبحان صاحب جو کہ منطق وفلسفہ وغیرہ میں بڑا کمال رکھتے تھے، ان کو حضرت سے بیعت ہونے والے بعض علماء نے بار بار فہمائش بھی کی اور ان کے سامنے حضرت کی بزرگی وحقانیت کو بیان کیا، مگر ان کے حق میں یہ سب بالکل سودمند نہ ہوا، اتفاقاً وہ اپنے کچھ ہم خیالوں کے ساتھ بعض لاینحل اشکالات لیکر حضرت کی مجلس میں تشریف لائے رات کا وقت تھا مجلس میں پہنچنے کے بعد ان کے دل پر ایسی ہیبت الٰہی طاری ہوئی کہ ان سب اشکالات کو بھول کر بس مسئلہ تقدیر کو پیش کیا ہمراہیوں نے بددل ہو کر قضاء وقدر کے مسئلہ میں استفتاء سے منع کیا، لیکن چونکہ انہوں نے اپنی زبان

سے بات نکال دی تھی تو رسوائی کے خوف سے واپس نہ لی۔

علمی سوال ہونے کی بنا پر بعض علماء نے ان کے جواب کے سلسلہ میں لب کشائی کی لیکن ان کا جواب بے موقع رہا اس کی وجہ سے حضرت کو اپنے ساتھیوں پر جنہوں نے جواب کے لئے لب کشائی کی تھی بہت ناراضگی ہوئی۔ اور حضرت نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر چہ آپ لوگوں نے اس وقت شریعت کا ترجمان ہونے کی حیثیت سے جواب دیا ہے مگر چونکہ آپ لوگوں نے احقر کو اس مسئلہ کی جواب دہی کا اہل نہ سمجھتے ہوئے یہ اقدام کیا اسلئے آپ حضرات ان کے اشکال کو دفع نہ کر سکے (اور نہ ان کے سوال کو حل کر سکے) حالانکہ میں اللہ کے فضل وحمایت سے اس مسئلہ کے جواب کو اپنے سامنے ایسے ہی دیکھ رہا ہوں جیسے کہ آپ لوگ اس دیوار کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔

اس کے بعد حضرت نے ایک باغ کی مثال دیتے ہوئے اس جواب کو ذکر فرمایا، جیسا کہ اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ میں حضرت ہی کی زبان بلیغ بیان سے اس کو نقل کر چکا ہوں۔ حضرت کا جواب سن کر مولوی صاحب موصوف کو اپنے سوال پر ندامت ہوئی اور اتنا اثر ہوا کہ رونے لگے اور بعد میں کسی دوسری مجلس میں اپنے تمام ہم خیالوں کے ساتھ حضرت سے بیعت ہوئے۔

سید حمزہ کی بیعت وخلافت

سید حمزہ (نامی ایک صاحب ان دنوں کلکتہ میں) ملک پیگو سے آئے ہوئے تھے، ان کو وہاں کی مہارانی نے کافی مقدار میں سونا فروخت کرنے کے لئے کلکتہ بھیجا تھا، حضرت سید صاحب کی شہرت سن کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی سعادت حاصل کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے لوگوں کا کہنا ہے کہ سید صاحب موصوف ہندی الاصل تھے اور ان کی تھوڑی کے نیچے کے داڑھی کے بال انتہائی لمبے

تھے کہ تقریباً ایک گز، وہ ان بالوں کو لپیٹ کر تھوڑی کے نیچے باندھ لیا کرتے تھے اس کی وجہ سے تھوڑی کے اوپر کے بالوں سے وہ بال چھوٹے معلوم ہوتے تھے۔

اور چونکہ پیگو میں مردوں کے چہرے بالوں سے خالی ہوتے ہیں اور عورتوں کے چہرے کے مانند ہوتے ہیں بہت کم ایسے مرد ہوتے ہیں کہ ان کی تھوڑی پر دو چار بال اگ آئے ہیں اسلئے وہاں کے لوگ ان کے چہرے کے بالوں کی وجہ سے ان کو عجائبات قدرت میں سے شمار کرتے تھے اور ان کی بڑی تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو وہاں کے حاکم کے یہاں رسوخ حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت کے ہمشیر زادہ سید عبدالرحمٰن کی فرمائش پر انہوں نے تھوڑی کے نیچے کے بالوں کو کھول کر دکھایا تھا۔

حضرت کی خدمت میں خلق کا اژدحام اور باشندگان کلکتہ کا رجوع عام

حاجی حمزہ خان رامپوری نقل کرتے ہیں کہ جن دنوں حضرت کے آفتاب جہانتاب اور خورشید ارشاد فیض بنیاد نے شہر کلکتہ کو (روشن ومنور کر کے) مطلع انوار بنا رکھا تھا تمام لوگ عوام وخواص سب کے سب حاضر خدمت ہوکر حضرت کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوتے تھے اور ہزاروں ہزار بلکہ بے حدو بے شمار لوگ خواہ مسلمان ہوں یا مشرکین و کفار اور یہود ونصاریٰ سب کے سب حاضر ہوکر اپنی دینی مشکلات کو حضرت سے حل کرایا کرتے تھے، اس انداز کے حالات اور ازدحام کی وجہ سے حضرت کو استراحت کی فرصت اور راحت کی مہلت بہت کم ملتی تھی حتی کی نوبت یہ تھی کہ حضرت بعض ضرورت مندوں کو اپنے خلفاء ومریدوں کے سپرد فرما دیا کرتے تھے (کہ وہ ان کا کام کریں اور ان پر توجہ کریں)۔

انگریز قلعہ دار کی سرگذشت

ایک دن کلکتہ کا انگریز عیسائی قلعہ دار اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ حضرت کی

خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ایک شخص کو ہمارے ہمراہ کر دیا جائے جو کہ ہمارے ساتھ چلے اور ہمارے جائے قیام پر پہنچ کر باطمنان وہاں بیٹھے اور ہماری طرف متوجہ ہوکر ہمارے دلوں پر باطنی وقدسی فیوض کا القاء کرے تا کہ ہمارا جو مقصود ہے اس کے حصول سے ہم سرفراز ہوں، حاضرین کے درمیان میں (یعنی حاجی حمزہ خان) بھی تھا، حضرت نے مجھ کو اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ ان کے ساتھ جا کر ان کے دلوں پر توجہ ڈالو، خلاصہ یہ کہ میں ان کے ساتھ ان کی قیام گاہ پر گیا۔

انہوں نے میرے لئے ایک کرسی مخصوص کی میں اس پر بیٹھا اور وہ دونوں بھائی بالمقابل اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے، میں نے ان دونوں کی طرف توجہ کی حتی کہ اسی وقت ان کے لطائف ستہ جاری ہو گئے اور وہ سلطان الذکر کے مرحلہ تک پہنچ گئے اور جب وہ نفی کے مقام سے گذرے تو دونوں کے دونوں کرسی سے نیچے گر پڑے اور میں اسی طرح مراقب تھا، مجھے کچھ پتا نہ تھا، ان کے محافظوں نے جو یہ حال دیکھا تو انتہائی خوف زدہ ہوکر بھاگے اور اسی گھر کے ایک گوشہ میں گھس گئے جب میں اپنی مراقبہ کی حالت سے باہر آیا تو ان دونوں کو بدہوش پایا، تو دونوں کو ہوشیار کیا اور پوچھا کہ تم لوگوں پر کیا حالت جاری ہوئی، انہوں نے کہا کہ ہماری روحیں زمین سے آسمان پر پہنچیں حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حضور میں ہم پہنچے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے جمال کا مشاہدہ کیا، حضرت عیسی نے ہم سے فرمایا کہ تمکو محمدی ہونے کی نعمت مبارک ہو میں بھی حضرت کا امتی ہونے کا منتظر ہوں۔

اس کے بعد ان دونوں نے کہا کہ (یہ سرگذشت نہیں ہے بلکہ) دوسری سرگذشت (وکیفیت) ہے جو ہم حضرت کی خدمت میں پہنچ کر ان سے ہی عرض کریں گے، اس کے بعد چھوٹا بھائی ایک روٹی لیکر آیا جو بہت موٹی اور چکی کے برابر بڑی تھی اور اس نے کہا کہ یہ روٹی ڈیڑھ سو روپیہ میں تیار ہوئی ہے، اس کو کھایئے میں نے کہا کہ میں اس کو ہرگز نہ کھاؤں گا انہوں نے کہ اس میں کوئی حرام چیز نہیں ملائی گئی ہے میں نے کہا

ٹھیک ہے مگر تم نے اس کو کفر کی حالت میں پکایا ہے اسلئے نہیں کھاؤں گا جب میں نے نہ کھایا (اور میں واپس ہونے لگا) تو وہ روٹی لیکر ساتھ چلے اور حضرت کی خدمت میں پہنچ کر وہ روٹی حضرت کی خدمت میں رکھی اور میرے نہ کھانے کا حال ذکر کیا حضرت نے فرمایا کہ جب یہ روٹی پاک ہے تو اس کے کھانے میں کیا حرج ہے پھر حضرت نے خود اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی عنایت فرمایا۔

علماء تکیہ کے ایک قدیم شاگرد کا حضرت سے رجوع

قاضی عبدالحمید صاحب چاٹگامی ایک عرصہ تکیہ شریف پر بحیثیت طالب علم رہے تھے حضرت کی شہرت کو سن کر اور کلکتہ میں آمد کو سن کر کلکتہ حاضر ہوئے اور حضرت کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا اور حضرت کی دعوت بھی کی، ان کے صاحب زادے عبد الہادی سفر حج میں حضرت کے ساتھ رہے حج سے جب واپسی ہوئی تو قاضی صاحب موصوف وفات پا چکے تھے، اسلئے ان کے فرزند رشید حاجی عبدالہادی صاحب ان کے قائم مقام قرار پائے۔

ٹیپو سلطان کے صاحبزادگان وغیرہ کی بیعت

سلطان ٹیپو مرحوم کی حکومت کے ایک جمعدار سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان مرحوم کے صاحب زادگان اور بیگمات کی طرف سے حضرت کو دعوت پیش کی (حضرت ان کے یہاں تشریف لے گئے تو) حضرت کے ان کی قیام گاہ میں تشریف لیجانے پر بہت سے سلاطین و بیگمات حضرت کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔

اوائل کتب میں ان کے متعلق یہ گذر چکا ہے کہ حضرت سید صاحب کی زبان ہدایت ترجمان کے سامنے سلطان ٹیپو کے بڑے صاحب زادے لاجواب و خاموش رہ گئے اور ہدایت پائی اور مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ کی زبان صدق ترجمان نے عبدالرحیم دھری کو بے بس ولاجواب کیا جیسا کہ حضرت سید صاحب کے خواہر زادہ

سیدزین العابدین ولد سید احمد علی اور مولوی محمد علی مرحوم برادر مولانا حیدر علی مرحوم و مغفور نے روایت کیا ہے،اور جمعدار موصوف (جوکہ صاحبزادگان کی طرف سے دعوت لیکر آئے تھے وہ) بھی حضرت سے بیعت ہوئے اور سفر ہجرت میں حضرت کے ساتھ رہے اس کے بعد مقام ابنا سے رخصت ہوکر حضرت کلکتہ کو واپس ہوئے جیسا کہ آگے مسلک دوم کے تحت آرہا ہے۔

اس سفر کی مختصر روئداد شیخ ولی محمد پھلتی کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ حضرت کے صاحب زادگان کی دعوت منظور کرنے پر صبح کو بذریعہ پالکی ان کے دولت خانہ کیلئے روانہ ہوئے، پالکی میں (کل تین آدمی تھے) ایک طرف شیخ موصوف تھے اور دوسری طرف کوئی دوسرا آدمی تھا (اور بیچ میں حضرت سید صاحب تھے) حضرت نے شیخ صاحب موصوف سے فرمایا کہ پالکی کی کھڑکی بند کردو، جب سلطان کے مکان کے قریب پہنچنا تو مجھے مطلع کر دینا اور اسکے بعد کھڑکی کھول دینا۔ہمکو (حضرت کے اس فرمان سے) یہ خیال ہوا کہ کثرت ازدحام کی وجہ سے چونکہ حضرت کو رات و دن آرام کی فرصت نہیں ملتی اسلئے حضرت اس وقت آرام فرمائیں گے۔

بہرحال ہم نے کھڑکی بند کردی اور سلطان ٹیپو کے مکان کے قریب پہنچنے پر، میں نے کھڑکی کے پٹ پر ہاتھ مارا مگر حضرت بیدار نہ ہوئے تو دوبارہ قوت کے ساتھ ہاتھ مارا تو حضرت بیدار ہوگئے اور دریافت فرمایا کہ مکان قریب آگیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں حتی کہ پالکی مکان کے دروازہ پر رکھدی گئی اور حضرت ان کے مکان کے اندر تشریف لے گئے وہاں جب پہنچے تو دن کا کچھ حصہ گذر چکا تھا،حضرت نے وہیں کھانا تناول فرمایا اور نماز عشاء کے بعد تک بیعت اور دعوت سے فرصت وفراغت ہوئی پھر واپس چلے اور اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما ہوئے اور آرام فرمایا۔

ایک مرید کی توبہ شکنی سے بطور کرامت حفاظت

اگلے دن صبح کو اول وقت میں فجر کی نماز ادا کی اور چھت پر جہاں کہ ایک

چھوٹا سا بنگلہ تھا جس پر بجز حضرت کے خواص کے۔ عام لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ نہیں تھا اسی چھت پر حضرت رونق افروز ہوئے میں (یعنی شیخ ولی محمد پھلتی) اور مولانا محمد اسماعیل اور اکثر اہل پھلت وہاں موجود تھے کہ ایک آدمی یہ خبر لیکر آیا کہ منشی امین الدین صاحب آئے ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ میں خود نیچے چلتا ہوں، منشی صاحب موصوف نے کہلایا کہ مجھے اسی جگہ (حاضری و ملاقات کی) اجازت دی جائے بہر حال وہ (اجازت لیکر) حاضر خدمت ہوئے تو پریشان حال و انتہائی فکر مند تھے، آتے ہی حضرت سے عرض کیا کہ تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں حضرت ے سب کو وہاں سے رخصت کر دیا۔

شیخ ولی محمد کا بیان ہے کہ میں بھی اپنی جگہ سے اٹھکر دروازہ پر کھڑا ہو گیا، منشی صاحب نے اشارہ سے کہا کہ یہ بھی چلے جائیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہ میرے راز دار ہیں ان کے یہاں رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے پھر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ یہاں بیٹھ جاؤ، چنانچہ میں (حضرت کے پاس آکر) بیٹھ گیا، منشی صاحب موصوف نے روتے ہوئے عرض کیا کہ میں توبہ اور حضرت سے بیعت کے بعد شامت نفس و شیطان کی بنا پر ایک حرکت کر بیٹھا میرے نگہبانوں میں سے جو چند موجود تھے ان کو اس بات کی انتہائی تاکید کے بعد کہ دیکھتے رہیں اور اگر حضرت تشریف لا رہے ہوں تو فوراً مطلع کر دیں تنہائی میں شراب طلب کی اور پیالہ میں بھر کر اس کو پینے کا ارادہ کیا کہ حضرت کو دیکھا کہ ایک ڈنڈا تانے ہوئے مجھکو ڈانٹتے ہوئے وہاں پہنچ گئے ہیں، میں نے پیالہ پھینکا اور بھاگ کھڑا ہوا اور میری بیوی چار پائی کے نیچے گھس گئی، آخر یہ کیا تھا؟

حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو یہ الہام ہوا کہ تیرا فلاں مرید اپنی توبہ کو توڑ رہا ہے تو فوراً جا بس میں اللہ کے حکم سے پہنچ گیا اس کے بعد منشی صاحب موصوف نے بیعت کی تجدید کی۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے زیادہ تر شیخ ولی محمد کی روایت ہے، البتہ یہ بات چونکہ میں نے خود حضرت سید صاحب کی زبان سے سنی ہے اس لئے اس اپنے سنے ہوئے لکھتا ہوں جو یہ ہے کہ حضرت فرماتے تھے کہ میں پالکی میں سوار چلا جارہا تھا (بظاہر صاحب زادگان سلطان ٹیپو کے دولت خانہ کو جاتے ہوئے) کہ اچانک مجھ کو باہر سے ایک شخص نے کھینچا اور ہوا میں مجھ کو لیکر چلتا رہا جیسے کہ پانی میں کوئی آدمی تیرا کرتا ہے حتی کہ میں منشی امین الدین خان کے گھر پر پہنچا (اور اندر انکی خلوت میں گیا تو دیکھا کہ) منشی صاحب نے شراب سے بھرا پیالہ پکڑ رکھا تھا اور پینا ہی چاہتے تھے میں دروازہ کی دونوں چوکھٹیں پکڑ کر کھڑا ہو گیا، منشی صاحب نے مجھ کو دیکھا تو دیکھتے ہی پیالہ پھینک کر کمرے میں گھس گئے اور میں اسی طرح ہوا میں تیرتا ہوا پالکی میں (واپس) پہنچ گیا اور پالکی جس جگہ پر چھوڑ کر گیا تھا وہیں کی وہیں تھی، حالانکہ پالکی اٹھانے والے مسلسل چل رہے تھے (یعنی چلنے کی کیفیت پر اپنے پیروں کو چلا رہے تھے)۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ایک دوسرے آدمی نے بھی کہ وہ بھی میرے مریدوں میں سے تھا اسی قسم کا واقعہ میرے سامنے نقل کیا تھا اس نے کہا کہ ایک دن شراب کی انتہائی شدید خواہش ہونے کی وجہ سے میں نے خلوت میں شراب نوشی کا ارادہ کیا کہ اسی حال میں حضرت کی صورت دیکھی تو اپنے کئے ہوئے پر پشیمانی ہوئی لیکن اس قصہ کا مجھ کو (یعنی سید صاحب کو) علم نہیں ہے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالی نے اس مومن کی حفاظت کے لئے اس کو میری صورت دکھادی ہو، اسی انداز کی حضرت کی کرامات کے قبیل سے مولانا عبدالحی صاحب کے والد ھبۃ اللہ کے انتقال کا حال اور ان کے جنازہ پر جو دو تہی کپڑا اڈالا گیا تھا اس کے حق میں حضرت کی بشارت غیبی کا واقعہ اس سے پہلے تحریر کیا جاچکا ہے۔

جب ایمان کی بہار آئی

کلکتہ میں حضرت کے قیام کی برکت سے ہدایت کی ایسی ہوا چلی کہ ہزاروں

ہزار زنا کار مرد وعورت اپنے بچوں کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کا باہم نکاح کرا کے ان کو رخصت کر دیا جاتا تھا اور جو لوگ باہر کے آئے ہوئے ہوتے تھے (اور کسی وجہ سے ختنہ کے بغیر رہ گئے تھے) ان کا ختنہ کرایا جاتا تھا اور اس غرض سے ان کے لئے جراح اور دوا و کھانے سب کا نظم ہوتا تھا جس کا خرچہ حضرت سید صاحب کے خزانہ سے دیا جاتا تھا جب تک کہ وہ صحت مند ہو کر اپنے گھروں کو واپس نہ جاتے تھے، اور نشہ سے لوگ ایسا دور ہوئے کہ شراب بیچنے والوں اور تاڑی فروشوں نیز اس قسم کے دوسرے کاروباری اپنی کساد بازاری کا عذر لیکر حاکم وقت کے پاس گئے اور کہا کہ ہم نے سرکار سے ٹھیکہ لیا تھا مگر اب چونکہ مسلمانوں میں سے کوئی خریداری نہیں کر رہا ہے، اس چیز نے ہماری دکانوں کو ویران کر دیا ہے اس لئے ہم اپنے ٹھیکے میں تخفیف چاہتے ہیں، حاکم وقت نے ان کا عذر رد کرتے ہوئے کہا کہ بکنا اور نہ بکنا اور نفع ونقصان تو تمہاری اپنی قسمت ہے ٹھیکہ میں کوئی معافی نہ ہوگی۔

مولوی امام الدین کا وطن کو سفر اور حضرت کا ڈھاکہ وسلہٹ وغیرہ سے متعلقین کو طلب کرنا

کلکتہ پہنچنے کے بعد حضرت نے مولوی امام الدین صاحب سے ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے گھر جائیں اور والدہ سے ملاقات کریں، اگر وہ سفر میں ساتھ ہونا چاہیں تو ان کو لیتے آئیں ورنہ آپ خود جہاز کی روانگی سے پہلے پہلے واپس آجائیں، ان کا گھر حاجی پور سرارام نامی موضع میں تھا، چنانچہ رخصت پا کر گھر کو روانہ ہوئے تو راستہ میں اپنے دوستوں کو ہدایت دیتے ہوئے گئے، دوسری طرف حضرت نے خطوط بھیج کر ڈھاکہ وسلہٹ سے لوگوں کو طلب کیا چنانچہ دین کا شوق رکھنے والے اور راہ حق کے طالبین دور دور کے مقامات مثلاً ڈھاکہ، سلہٹ وغیرہ سے حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوتے رہے، اس کے بعد مولوی امام الدین صاحب بھی پچاس یا ساٹھ

افراد کی جمعیت کے ساتھ واپس آئے اور حجاج کے قافلہ میں شامل ہوگئے، البتہ ان کی والدہ نے حج کا ارادہ نہیں کیا۔

ایک برہمن کا غیبی و منامی تنبیہ کی بنا پر قبول اسلام

بنگال کے علاقہ کے ایک مقام برنیہیا کا ایک برہمن، کلکتہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے حال سے اس کے اضطرار و بےچینی کو سمجھا جارہا تھا، اس نے حضرت کی خدمت میں اپنا حال یوں ذکر کیا کہ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک سیڑھی ہے میں اس پر چڑھا آسمان تک پہنچا اور آسمان کے دروازہ سے آسمان کے اندر داخل ہوگیا، وہاں میں نے ایک وجیہ بزرگ کو دیکھا کہ وہ ایک آراستہ کرسی پر تشریف فرما ہیں۔

میں نے ان سے انتہائی قریب ہوکر ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ (میرا نام) آدم صفی اللہ ہے، ان کی دونوں جانب میں نے دو دروازے دیکھے دونوں کھلے ہوئے تھے بائیں سمت کے دروازے سے دھواں اور شعلے نکل رہے تھے اور آہ و نالہ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اس کے ہول و دہشت کی وجہ سے میں بے ہوش ہوکر گر پڑا، ان کرسی نشین بزرگ نے ایک خادم سے فرمایا کہ اس کو اٹھا کر داہنی سمت پہنچاؤ چنانچہ وہ مجھے اٹھا کر (دوسری طرف) لے گیا، میں نے دیکھا کہ ایک عجیب و غریب باغ ہے جو کہ ہزاروں درختوں و پھلوں نیز نہروں اور خوشبودار پھلوں سے آراستہ ہے، اس میں حور و قصور بھی ہیں جن کو سونے کے پانی سے اور دوسرے جواہرات سے مزین کیا گیا ہے، میں نے ان کرسی نشین شخص سے دونوں جگہوں کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے داہنی سمت اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ بہشت ہے جو کہ باایمان مسلمانوں کی جگہ ہے اور بائیں طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ مشرکوں و کافروں کا ٹھکانہ ہے اور تو بھی اسی جماعت سے (تعلق رکھتا) ہے البتہ ابھی تجھ کو اختیار ہے کہ خود

کواس آفت سے (نکال لے اور) امان میں کر لے، موت کے بعد تیرا اختیار باقی نہیں رہے گا، میں نے عرض کیا کہ خدارا مجھ کواس آفت سے نجات کی تدبیر بتادی جائے ،فرمایا کہ جلدی جاؤ اور میرے دوستوں میں ایک شخص جو کہ اپنے قافلہ کے ساتھ کلکتہ میں رونق افروز ہے،اس کے کہنے پر عمل کرو،اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہوگیا۔

خوف سے میرا دل بھرا ہوا تھا، پھر صبح تک میں جاگتا ہی رہا اور صبح کو انتہائی عجلت کے ساتھ سفر کا سامان کر کے اس طرف کا رخ کیا اور جلد از جلد پہنچنے کے لئے نہ کھانے کی پرواہ کی اور نہ سونے کی ،شہر کے قریب پہنچے پر حضرت کی یہاں رونق افروزی کا حال معلوم کیا اب میرا معاملہ آپ کے ہاتھوں میں ہے حضرت نے یہ سن کر اس کو اسلام میں داخل کیا، ختنہ کرایا اور نماز وروزہ کے مسائل اس کو سکھلائے اور اس کا نام عبدالرحیم رکھا اور اپنے ساتھ حج میں بھی لے گئے حج سے واپسی کے بعد عبدالرحیم نے اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی تاکہ اپنے عزیزوں کو اسلام کی دعوت دے سکیں ان کا ارادہ ہجرت و جہاد کا بھی تھا اسی لئے حضرت سے جہاد کی بیعت کرنے کے بعد وطن کو گئے بہت سے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور جب ان کی زندگی پوری ہوگئی تو وفات پائی، إنا لله وإنا إليه راجعون.

حضرت کی دعا کی برکت سے بیماروں کو صحت یابی

کلکتہ میں حضرت کی دعا کی برکت سے بہت سے بیمار بچوں و جوانوں کو صحت حاصل ہوئی خصوصاً حاجی حمزہ علی خان کا زخم جو کہ ایک طویل عرصہ سے ان کے پیروں میں تھا وہ ٹھیک ہوا اور حاجی محمد عمر و حافظ نبی بخش کی ناف ٹلنے کی شکایات دور ہوئی ،اور ضامن علی سہارنپوری وغیرہ کی شکایات دور ہوئیں اور بہت سے لوگوں کو ان کے امراض مزمنہ سے حضرت کی دعا کی برکت سے نجات ملی۔

بنگال وآسام کے عامۃ المسلمین کی بیعت

ڈھاکا وسلہٹ اور آسام وغیرہ سے بہت سے مسلمان حاضر خدمت ہوئے حضرت سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضرت نے ہر علاقہ میں جو لوگ ناخواندہ تھے ان کی تعلیم کے لئے اپنے خلفاء متعین فرمائے۔

منشی امین الدین کا بیعت میں عذر اور حضرت کی توجہ کا فیض

مولوی امین الدین صاحب شیر کوٹی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت کے سفر کیلئے جہاز متعین ہوئے اور ان پر سامان لادا جانے لگا تو حضرت نے دو رکعت نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور خطبہ بھی پڑھا اور (اس کے بعد) جہاز پر سوار ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، اسی دن مولوی محمد علی صاحب رامپوری نے مجھ (یعنی مولوی خیر الدین) سے کہا تھا کہ حضرت سید صاحب آج ظہر کی نماز منشی امین الدین صاحب کی مسجد میں ادا کریں گے آیئے ہم لوگ پہلے ہی پہنچ چلیں اور وہاں بیٹھنے کے لئے (مناسب) جگہ حاصل کرلیں، چنانچہ ہم دنوں یک رائے ہوگئے، راستہ میں سعد الدین ناخدا اور ایک شخص اور بھی ساتھ ہوگئے۔

جب ہم اس مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ منشی امین الدین خان ایک سنار سے زیورات کا وزن کرارہے تھے، سعد الدین نے پوچھا کہ یہ زیور کیسے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ بھی ہمارے سید صاحب کی کرامت سے (تعلق رکھتے) ہیں پھر انہوں نے بیان کیا کہ اگر چہ میرا دل حضرت سے بیعت ہونے پر پورے طور پر آمادہ تھا، لیکن (چونکہ) تین چیزوں کا چھوڑنا مجھ پر شاق تھا ایک شراب، دوسری سجان فاحشہ سے تعلق، تیسری چیز نماز کی پابندی، اگر چہ میں نے دل کو بہت سمجھایا کہ اس فاحشہ سے تعلق کے علاوہ دونوں چیزوں پر ثابت رہنا مگر بیعت کی جرات وہمت نہ ہوئی حتی کہ (حضرت نے خود مجھ سے بیعت ہونے کو فرمایا تو) میں نے حضرت کے فرمانے پر ان

کے سامنے بھی یہی اعذار ذکر کر دیئے۔

حضرت نے فرمایا کہ تم بیعت تو ہو جاؤ، انشاء اللہ دونوں چیزوں میں سے ایک تم کو حاصل ہوگی، یا تو وہ فاحشہ عورت زنا سے توبہ کر کے تم سے نکاح کر لے گی، یا اللہ تعالیٰ کوئی پاک دامن وحسین عورت تمہارے نکاح میں دے گا کہ جس کے سامنے یہ فاحشہ عورت تمہارے لئے بے وقعت ہو جائے گی اور تم کو ناپسند ہو جائے گی، اسی وقت اللہ پر بھروسہ کر کے اور حضرت کی بات کے صدق کا یقین کرتے ہوئے میں حضرت سے بیعت ہو گیا، اس کے بعد حق تعالیٰ نے میرا نکاح مرزا سوداگر کی لڑکی سے کرا دیا کہ جس کی وجہ سے اس فاحشہ عورت سے مجھکو طبعی نفرت و دوری ہوگئی اسی حسین و جمیل منکوحہ کے لئے میں نے یہ زیورات تیار کرائے ہیں۔

سید صاحب کی صدق بیانی اور انگریز کا تاثر

دین محمد راوی ہیں کہ ایک دن منشی امین الدین صاحب کے باغ کے قریب واقع ایک انگریز کی کوٹھی سے بڑا شور وغوغا ہوا تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ چوری ہوگئی ہے اور کچھ مال چوری چلا گیا ہے اور اس نے مجھ کو بلا کر کہا ہے کہ چور منشی امین الدین کے باغ کی دیوار کی طرف سے آیا ہے لہٰذا حضرت سید صاحب سے دریافت کرو، اسلئے میں خدمت میں حاضر ہوا ہوں حضرت نے فرمایا کہ حقیقت یہی ہے کہ چور اس راستہ سے گیا اور آیا ہے لیکن وہ ہمارے ساتھیوں میں سے نہیں ہے اب اگر وہ دوسری مرتبہ آیا تو ہم اس کو پکڑ لیں گے، حضرت کے ہم راہیوں نے یہ کہنے سے منع کیا مگر حضرت نے تھانہ دار سے فرمایا کہ جا کر اس سے یہی کہہ دو، تھانہ دار نے جا کر انگریز سے حضرت کی بات نقل کر دی۔

انگریز نے کہا کہ سید صاحب نے سچ کہا ہے چور کوئی دوسرا شخص تھا، تھانہ دار نے کہا کہ اس واقعہ کی خبر صدر پولیس کو پہنچا دو، اس انگریز نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ صحیح ہے سید صاحب نے بتا دیا ہے اور وہ راست گو ہیں۔

حضرت سے بیعت کی برکت سے شفاء وصحت

مولوی حیدر علی صاحب رامپوری بیمار تھے، حضرت ان کی عیادت کو تشریف لے گئے مولوی صاحب ممدوح حضرت سے بیعت ہوئے اور اسی دن سے ان کو شفاء ہونے لگی۔

نصاریٰ کا رجوع واستفادہ

حضرت کے ہمشیر زادہ سید زین العابدین بن سید احمد علی شہید نقل کرتے ہیں کہ کلکتہ میں حضرت کی خدمت میں بہت سے عیسائی حاضر ہوا کرتے تھے اور اکثر رات کو چھپ کر آتے تھے، بعض مناظرہ بھی کرتے تھے اور بعض دین کی تحقیق (چاہتے اور) کرتے تھے، ان میں سے بعض ایمان بھی لائے (حتیٰ کہ ان میں سے) اکثر آنے والے ذی رتبہ اور صاحب علم ہوتے تھے۔

چنانچہ ایک دن ان میں سے دو نے بطور اعتراض ایک سوال حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت سی بیویاں رکھتے تھے اور امت کے لئے انہوں نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے اور باندیاں تو بہتیری جائز قرار دی ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے، اس لئے کہ (یہ تو) شہوات وخواہشات میں انہماک (ہے اور یہ انہماک تو) ممنوع ہے حضرت نے فرمایا کہ آپ یہ بتایئے کہ دنیا میں عورتیں زیادہ ہیں یا مرد، انہوں نے کہا کہ جغرافیہ کی رو سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے تین گنا زیادہ ہے حضرت نے فرمایا کہ (جب یہ بات ہے تو) تم کو جان لینا چاہئے کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا عالم اور حکیم ہے اور تمام انبیاء اپنے اپنے زمانہ کی نسبت سے سارے عالم کے لئے رحمت ہوا کرتے ہیں اگر اس زمانہ میں جبکہ تمہارے اعترض کے مطابق عورتیں ہم مردوں کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ ہیں شادی کے بارے میں ہماری شریعت کے جیسا حکم نہ ہوتا کہ صاحب

استطاعت چار بیویاں رکھ سکتا ہے، تو یہ (اللہ کی) حکمت اور (رسولوں کی) رحمت کے خلاف ہوتا اور شہوانی لذات سے فائدہ اٹھانا جبکہ حدود کے اندر ہو شہوات میں انہماک نہیں ہے اسی وجہ سے بعض فاسق عورتوں کی مصیبت میں مبتلاء ہوتے ہیں اور وہ یوں کہ وہ ایک عورت سے زائد اپنے نکاح میں نہیں رکھتے اور (اپنی شہوت کی زیادتی کی وجہ سے) اس ایک پر قناعت و اکتفاء کر کے آخر زنا میں مبتلاء ہو جاتے ہیں حالانکہ اگر وہ اپنی ثروت وحالت کے پیش نظر چار نکاح کرلیں تو یہ خرابی لازم نہ آئے۔

سعدالدین ناخدا کا استفادہ حضرت سے روحانی وجسمانی

سعدالدین ناخدا نے بھی حضرت سے بیعت اور حضرت کی دعوت کا شرف حاصل کیا تھا اور ان کے صاحب زادے شہاب الدین نے بھی حضرت سے بیعت کی اور حضرت کے ساتھ سفر حج پر رہے اور حج سے واپسی کے بعد اپنے والد کے ساتھ رہ گئے تھے حضرت نے ان کے حق میں دعا بھی فرمائی تھی جس کے نتیجے میں ان کو جو انتشار طبع وذہن کا عارضہ لاحق تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔

ایک باغ اور کوٹھی کا ہدیہ اور بطور ہدیہ اس کی واپسی

امام بخش (نامی ایک) تاجر (تھے) انہوں نے حضرت کی دعوت کی اور حضرت سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور شرک و بدعت اور تعزیہ داری وغیرہ جیسے امور سے توبہ کی اور بڑی مقدار میں روپیہ، اشرفی و کپڑوں کا ہدیہ کیا ان کے گھروں میں عورتیں نوکروں وغیرہ سے پردہ نہیں کیا کرتی تھیں حضرت نے اس سلسلہ میں بڑی تاکید فرمائی مولانا عبدالحی صاحب نے اس بارے میں وعظ بھی فرمایا، شیخ موصوف نے اپنے باغ اور انتہائی عمدہ کوٹھی کو حضرت کی خدمت میں اپنی اہلیہ کی طرف سے بطور ہدیہ پیش کیا، حضرت نے ان کے حق میں بڑی دعاؤں کے بعد فرمایا کہ اس کو ہم نے قبول کیا اللہ تعالیٰ تم کو اس کے صلہ میں جنت میں بیش بہا مکانات عطا فرمائے اور اب میں یہ کوٹھی اپنی طرف سے تم کو دیتا ہوں۔

کلکتہ میں سید احمد علی کی آمد

حضرت کے خواہر زادہ سید احمد علی صاحب جو کہ اپنے اہل و عیال کو لیکر حضرت کے ساتھ سفر حج میں تھے وہ کلکتہ میں ہی اپنے قافلہ کے ساتھ حضرت کے قافلہ میں شامل ہوئے۔

شاہ عبدالقادر صاحب کے اردو ترجمہ کے حصول پر شادمانی اور اس کی طباعت واشاعت

سید احمد علی نے حضرت کے رفقاء کو یہ خوشخبری سنائی کہ میں آپ لوگوں کو یہ مژدہ سناتا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کا اردو ترجمہ میں اپنے ساتھ لایا ہوں جس کے لئے میں نے ستر روپے صرف کئے ہیں، تمام لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور سب سے پہلے اس نسخہ سے مولوی عبداللہ بن سید بہادر علی اودی نے کلکتہ میں حضرت شاہ صاحب کے اردو ترجمہ کو شائع کیا۔

جہاز کا انتظام اور کرایہ

(چونکہ کلکتہ سے جہازوں کے ذریعہ حرمین کا سفر کرنا تھا اسلئے وہاں کے قیام کے دوران جہازوں کا نظم کیا گیا) اور جہازوں کے کرایہ کیلئے ۲۳ ہزار روپے شیخ عبداللطیف کی کوٹھی میں جمع کئے گئے، شیخ موصوف سعدالدین ناخدا، منشی امین الدین، شیخ امام الدین و شیخ رمضانی، و منشی حسن علی نیز (دوسرے چند ناخداؤں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ چونکہ جانے والے بہت تھے اسلئے انہوں نے کہا کہ سفر کیلئے چند جہاز تجویز ہوئے ہیں تجویز شدہ جہاز یہ تھے، دریاقی، عطیہ الرحمٰن، فتح الکریم فیض ربانی، فتح الباری، فتح الرحمٰن، غراب احمدی، عباسی، تاج، فیض الکریم۔

شیخ غلام حسین خان فخر التجار کا استغناء

کلکتہ کے جہاز مالکان میں سب سے اہم اور بڑی شخصیت غلام حسین کی تھی

جو کہ فخر التجار کا لقب رکھتے تھے، شیخ غلام حسین کا خیال یہ تھا کہ چونکہ حضرت نے حرمین کے سفر کا قصد کر رکھا ہے اسلئے جیسے دوسرے ادھر کے جانے والے مجھ سے ہی رجوع کیا کرتے ہیں حضرت خود ہی مجھ سے آ کر ملیں گے اور سواری کے لئے درخواست کریں گے، اسی لئے وہ حضرت کی آمد کا علم ہونے پر حضرت کی ملاقات کو نہ آئے، ادھر حضرت کے لوگوں میں بھی یہی خیال تھا کہ وطن سے ہی لوگوں کی زبان پر انہیں کے جہاز سے سفر کا چرچا تھا، اور عظیم آباد میں تو اکثر لوگوں کی زبان پر یہ تھا کہ بس سید السادات کو کلکتہ پہنچنے کی دیر ہے وہاں فخر التجار کے جہاز تیار ہیں، پہنچتے ہی ان کے ذریعہ روانگی ہو جائے گی) کلکتہ پہنچنے پر حضرت نے قافلہ والوں سے فرمایا کہ جو شخص بھی شیخ غلام حسین کا سہارا کر کے ہمارے ساتھ ہوا ہے اس کو ہم سے الگ ہو جانا چاہئے، اسلئے کہ ہمارا سہارا تو بس رب العالمین کا فضل ہے اور یہ سن لیا جائے کہ شیخ موصوف سے کچھ نہیں ہونے کو ہے اور ہم جب تک جہاز کا کرایہ مہیا نہ کرلیں گے سفر کا قصد وارادہ نہ کریں گے، اگر چہ یہ اجرت ہمکو کنواں کھود کر یا لکڑیاں ڈھو کر یا دوسرے پر مشقت کاموں کے ذریعہ حاصل ہو، یا منعم حقیقی ان صورتوں کے بغیر محض اپنے فضل سے ہمکو (زادراہ عطا کر کے) مستغنی فرمادے۔

غلام حسین کی ندامت ومعذرت

بہر حال شیخ غلام حسین جو اپنی جگہ اپنے زعم میں تھے ان کو جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت کے قافلہ کے سفر کے لئے سواری کا انتظام دوسرے تاجروں اور ناخداؤں نے کر دیا ہے تو رسوائی کے ڈر سے خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ندامت کے ساتھ عرض کیا کہ (میرا) بڑا جہاز جس کا نام سلطان مصر ہے اور جو کہ نہایت عمدہ اور تیز رفتار بھی ہے وہ خالی کھڑا ہے حضرت مع اپنے خواص کے اس پر سفر فرمائیں اس کا کرایہ اور آنے جانے کے ضروری مصارف سب میرے ذمہ ہوں گے اور اس پر سواری

وسفر کی وجہ سے اہل عرب کے نزدیک آپ کی (ایک خاص) عزت وحرمت بھی ہوگی یہ سن کر حضرت کے چہرہ پر غصہ وناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ آپ نے یہ بات فرمائی، ساری عزت ووجاہت سب قدرت الٰہی کے ہاتھوں میں ہے اور ہم دنیا کی عزت وجاہ کو مردہ وسڑے ہوئے کتے کے برابر سمجھتے ہیں شیخ غلام حسین نے (حضرت کی بات سن کر) اپنا سر جھکالیا اور بے انتہاء نادم ہوکر واپس ہوئے۔

حضرت کی طرف سے شیخ کی دلجوئی

حضرت نے فرمایا کہ چونکہ پہلے سے دریائی جہاز میرے سفر کے لئے اور میرے ساتھیوں کے لئے الگ الگ دوسرے جہاز متعین ہو چکے ہیں اس لئے اب شیخ صاحب سے ذکر کردو کہ جہاز کی ہمکو ضرورت نہیں ہے اسی طرح ہماری تمام ضروریات کا سامان محض منعم حقیقی کے فضل وکرم سے مہیا ہو چکا ہے، ہم غریبوں کا تو اس کے انعام پر بھروسہ وسہارا ہے اسلئے وہ ہماری کوئی ضرورت کسی مخلوق پر نہیں چھوڑتا۔ اس کے بعد حضرت نے شیخ صاحب کے پاس خاطر کی غرض سے اپنے رفقاء میں سے چندکو ان کے جہاز پر سفر کا حکم فرمایا۔

جہاز پر سواری کی تیاری اور روانگی

اس کے بعد سارا سامان تمام جہازوں پر لادا گیا اور ہر ہر گٹھری و بنڈل پر (۱۲۷) کا عدد لکھایا گیا جو کہ علم جمل کی رو سے حضرت کے اسم مبارک کا عدد ہے اسلئے یہ عدد بطور علامت اپنایا گیا، اور عورتوں کے لئے فتح الکریم نامی جہاز طے ہوا جس کا ایک حصہ چار سو روپئے میں کرایہ پر لیا گیا، پھر حضرت نے حکم فرمایا کہ قافلہ میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ جہاز پر سوار ہونے کا وقت قریب ہے اسلئے تمام لوگ اپنی اپنی ضروریات سے فارغ ہو جائیں اور حضرت نے (سب کو تیار کرا کے جہاز پر سوار کرا کے) سارے جہازوں کو اپنے سامنے اپنے جہاز سے پہلے روانہ کیا۔

قافلہ کے جہاز اوران کے حجاج مسافر

حضرت خوداپنے گھر والوں نیز سید محمد یعقوب برادرزادہ وسید محمد وسید زین العابدین اور دوسرے رفقاء کے ساتھ ایک جہاز پر سوار ہوئے آپ کے ساتھ سید عبدالرحمٰن حضرمی بھی تھے کہ جن کا ایک گھر جدہ کی بندرگاہ میں بھی تھا آپ کے جہاز میں تمام مرد وعورت ایک سو پچاس کے قریب تھے دوسرا جہاز فتح الباری تھا۔ جس کا ناخدا عبداللہ بلال نامی عرب تھا، اس میں حضرت کے قافلہ کے ستر افراد مولوی عبدالحق صاحب کی سربراہی میں تھے۔ تیسرا جہاز عطیۃ الرحمٰن جوکہ بہت بڑا اور جنگی جہاز تھا جس پر ۶۷ ضرب کی توپ تھی اور اس کا ناخدا محمد حسین ترک رومی تھا جوکہ چالیس جہازوں کا مالک تھا اور خود اس جہاز پر موجود تھا اسپر حضرت کے قافلہ کے ۶۷ آدمی قاضی احمد اللہ میرٹھی کی سربراہی میں سوار تھے چوتھا جہاز غراب احمدی تھا اس جہاز پر حضرت کے قافلہ کے پچاس افراد مولوی وجیہ الدین اور حکیم مغیث الدین سہارن پوری کی سرکردگی میں سوار تھے پانچواں فتح الکریم تھا۔ اس پر قافلہ کے ۷۸ افراد تھے جن کے امیر میاں دین محمد تھے، چھٹا جہاز فیض ربانی تھا جس پر ۷۵ افراد مولانا محمد اسماعیل صاحب کی سربراہی میں سوار تھے، ساتواں فیض الکریم تھا جس پر پچاس افراد قاضی عبدالستار گڑھ مکتیشری کی سرکردگی میں تھے آٹھواں عباسی تھا جس پر چالیس نفر تھے جس کی سرکردگی حاجی پیر محمد بریلوی کررہے تھے نواں جہاز تاج نامی تھا اس پر ۱۶۵ افراد سوار تھے اوران کے امیر قادر شاہ ہریانوی تھے دسواں جہاز فتح الرحمٰن تھا جس پر پچاس افراد تھے جس کی امارت حاجی محمد یوسف کشمیری کے سپرد تھی تمام جہازوں کے ناخداؤں کا نام یادنہیں رہ گیا۔

یہ تفصیل سید عبدالرحمٰن سے منقول ہے اس سے پہلے جہازوں کے نام شیخ دین محمد کے بیان کے مطابق ذکر کیئے گئے ہیں مگر اس کے مقابلے میں جہازوں کے

ناموں سے متعلق یہ دوسرا بیان جو کہ سید عبدالرحمٰن کا ہے میرے نزدیک زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

حجاج کی تعداد اور جہازوں کا سامان

قافلہ کے کل افراد چھ سو ترانوے تھے اور ان کے علاوہ قافلہ پر ایک سو سات مساکین بھی تھے، جن کو تین جہازوں پر تقسیم کر دیا گیا تھا اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سے ضرورت کے برتن نئے خریدے گئے تھے چنانچہ چار دیگیں مع لوازمات خود سید صاحب کے جہاز پر تھیں اور دو دو دیگیں مع لوازمات دوسرے جہازوں پر تھیں نیز غلہ و کپڑا بھی ہر جہاز پر لادا گیا تھا۔

جہازوں پر باربرداری کے سلسلہ میں حکومت کا تعاون

حضرت کے قافلہ کا سامان جب جہازوں پر لادنے کا موقع آیا تو شہر کے انگریز کوتوال نے باقاعدہ سرکاری حکم متعلقہ گوداموں کو بھیجا کہ سید السادات کا سامان ان کی سواریوں پر لادنے کے لئے جا رہا ہے اپنے متعلقین سے کہہ دو کہ اس میں مزاحمت نہ کریں، تاجروں کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنا بے مثل سامان سید صاحب کے سامان کے ساتھ ملا کر جہازوں پر بار کر دیا۔

حضرت کے سفر کے لئے دریابقی جہاز کی تجویز کا باعث

حضرت سید صاحب کے لئے دریابقی نامی جہاز کی تجویز کا باعث یہ ہوا کہ اس جہاز کے مالک کو اپنی بعض ضروریات کی وجہ سے ایک عشرہ (کلکتہ میں ٹھہرنا تھا) اور (حضرت کے قیام کی خیر و برکت کو دیکھتے ہوئے) شہر کے لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت کے (مزید) قیام سے بیش از بیش خیر و برکت ہوگی، اسلئے حضرت نے اس جہاز کو اختیار فرمایا (تاکہ اہل شہر ایک عشرہ مزید فائدہ اٹھائیں اور حضرت کے سارے رفقاء حضرت کے سامنے ہی کلکتہ سے روانہ ہو جائیں)۔

حضرت کی روانگی کی تیاری

حضرت کا جہاز کلکتہ سے (حضرت کے سوار ہونے سے ایک دن پہلے ہی روانہ ہوکر کلکتہ سے چند میل کے فاصلہ پر گنگا ساگر نامی ایک مقام پر لنگر انداز ہوا۔اور حضرت نیز ناخدا کا انتظار کرنے لگا، حضرت نے اپنی روانگی سے ایک دن پہلے اپنی حرم محترم کو ان کے بھائی سید محمد صاحب کے ساتھ روانہ کر دیا تھا، اس دن دوپہر کو حضرت کی دعوت منشی امین الدین صاحب کے گھر پر تھی (حضرت کی روانگی کی وجہ سے) بڑا مجمع تھا اسلئے ظہر کی نماز حضرت نے ان کے گھر پر ہی ادا کی اور نماز کے بعد وعظ ونصیحت فرمائی خاص طور سے اپنے خلفاء کو باہم اتفاق اور آپسی خیر خواہی کی تاکید فرمائی۔

اور اخیر میں فرمایا کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ سید احمد کی توجہ میں بڑی تاثیر ہے تو اسے جھوٹا وافتراء پرداز سمجھنا چاہیئے، اسلئے کہ یہ چیز میرے اختیار میں نہیں ہے، بہت سے لوگوں کے متعلق میں نے چاہا کہ ان کو فائدہ ہو جائے اور میں نے بہت کوشش کی مگر ان کو کچھ فائدہ نہ ہوا اور بعض کا میں نے بالکل خیال نہیں کیا مگر ان کو اتنا بڑا فائدہ پہنچا کہ وہ ولایت کے اعلی مراتب تک پہنچ گئے، اسلئے یہ تاثیر خدا ہی کی طرف سے ہے۔

وعظ کے بعد حضرت نے اپنی دستار مبارک سر سے اتار کر منشی امین الدین کے سر پر رکھ دی، اس وقت منشی صاحب موصوف بہت روئے۔

اسی دن منشی غلام حسین خان فخر التجار کے صاحب زادے عبداللہ صبح کو سواری کے ساتھ حاضر خدمت تھے ان کے والد شیخ غلام بیمار تھے انہوں نے وعظ کے بعد بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ والد صاحب کی عیادت کیلئے غریب خانہ تک قدم رنجہ فرمایئے حضرت تشریف لے گئے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور ان کی صحت کا مژدہ سنایا۔

اس کے بعد شیخ عبداللہ نے (حضرت سے شام کی دعوت کے لئے عرض کیا

حضرت منظور فرما کر ٹھہر گئے چنانچہ شیخ موصوف نے) شام کا کھانا حضرت کو کھلایا یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ عبداللہ اپنے والد شیخ غلام حسین خان صاحب کی طرف سے دعوت کیلئے بھیجے ہوئے آئے تھے یا یہ کہ دعوت انہوں نے خود اپنی طرف سے پیش کی، البتہ شیخ غلام حسین خان کھانے کے وقت مجلس میں موجود نہیں تھے۔

حضرت کی روانگی

سید عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ کلکتہ سے روانگی کے دن باغ کے دروازے پر بہت سی سواریاں آ گئیں حضرت بگھی پر سوار ہوئے، میں (سید عبدالرحمٰن) اور عبداللہ (صاحب زادہ شیخ غلام حسین) و مولانا عبدالحی حضرت کے ساتھ بگھی میں بیٹھے سید محمد یعقوب و مولوی یوسف بگھی کے پیچھے والے حصے پر کھڑے ہو گئے اور بگھی باغ سے روانہ ہوئی لاٹھ میرہ کے مدرسے سے لیکر گرجا گھر تھا ہر قوم وملت کے لوگوں کا ازدحام عام تھا محض حضرت کی زیارت کیلئے لوگ کھڑے تھے اس ازدحام وہجوم کی وجہ سے کسی کا چلنا دشوار تھا۔

بہر حال حضرت غلام حسین خان کے دروازہ پر پہنچے، عبداللہ بگھی سے اتر کر اپنے گھر کے اندر گئے اپنے والد کو (حضرت کی تشریف آوری کی) خبر دی وہ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اوران کے اعزہ ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے حضرت جب ان کے گھر میں داخل ہوئے شیخ موصوف اٹھ کر بیٹھ گئے اور دونوں کے درمیان کچھ گفتگو بھی ہوئی جو کہ میں (سید عبدالرحمٰن) نے نہیں سنی اس کے بعد حضرت وہاں سے رخصت ہو کر بگھی سے ہی چاند پور گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے۔

قلعہ میدان میں

میدان قلعہ پر حضرت کی سواری رکی (وہاں ایک میلے کا سماں تھا) ہزاروں ہزار لوگ یہود ونصاریٰ ہندو ومسلمان اور مرد وعورت موجود تھے دوکانیں بھی تھیں حتی

کہ کچہری کے لوگ بھی اپنے کاموں کو چھوڑ کر وہاں موجود تھے بعض تو محض زیارت کے لئے آئے تھے اور بعض بطور تماشا موجود اور یہ خبر بھی لوگوں کی زبان پر تھی کہ لاٹ صاحب اپنے عملہ کے ساتھ قلعہ کی چھت پر سے پورا نظارا دیکھ رہے تھے۔

کلکتہ کی آخری نماز

حضرت جب اس میدان میں پہنچے تو عصر کا وقت تھا، مسلمانوں نے وہیں دریا کے پانی سے وضو کیا اور اسی قلعہ کے میدان میں ایسی لمبی چوڑی صفیں بنائیں کہ ان کی صفوں کی وجہ سے وہ میدان تنگ معلوم ہوتا تھا، حضرت نے نماز پڑھائی، لوگوں کا اندازہ کی بنا پر کہنا ہے کہ مقتدیوں کی تعداد تماشائیوں سے ہزاروں ہزار زائد تھی، اور یہ حضرت کی کرامت تھی کہ آپ کی تکبیر کی آواز تمام لوگوں تک پہنچ رہی تھی، نماز سے فراغت کے بعد حضرت نے دعاء کی اور لوگ رخصت ہونے لگے، قاضی عبد الحمید صاحب خود رخصت ہوئے اور اپنے صاحب زادے کو حضرت کے سپرد کر گئے۔

حضرت کی عنایت وسخاوت

حضرت نے اکثر لوگوں کو ایک ایک دو دو روپئے بھی دیئے چنانچہ سات سو روپئے کے قریب جو کہ میرے (یعنی سید عبد الرحمٰن کے) پاس تھا وہ سب خرچ ہو گیا، اس کے بعد حضرت دوسروں سے لیکر روپیہ دیتے رہے۔

رخصتی کا موقع ومنظر

اور (تمام امور سے فراغت کے بعد) عین رخصت کا وقت آنے پر حضرت سید صاحب انتہائی ہوشیاری کے ساتھ سواری پر بیٹھ کر لوگوں کے بیچ سے ہوتے کشتی پر اس طرح اچانک جا بیٹھے کہ بہت سے لوگوں نے (حضرت کو میدان میں دیکھتے دیکھتے) اچانک کشتی پر حضرت کے بیٹھ جانے کے بعد دیکھا اور بہت ہی تعجب کیا، بہت سے لوگ لوگ اپنی کشتیاں لیکر حاضر ہوئے تھے، وہ ان پر سوار ہو کر حضرت کے ساتھ

چلتے رہے اور خلقت کا ہجوم دریا کے کنارے موجود تھا حضرت نے سب کی طرف متوجہ ہوکر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر بلند آواز سے السلام علیکم کہا اور تمام لوگوں نے جواب دیا اور بہت روئے، (حضرت اس اثناء میں کشتی پر سوار ساحل پر ٹھہرے رہے) حضرت نے مغرب کی نماز کشتی پر ادا فرمائی۔

پھر تمام کشتیاں روانہ ہوئیں اور دوسری کشتیاں (جو دوسرے لوگ ذاتی طور پر لیکر آئے تھے وہ) بھی کشتی کے ساتھ روانہ ہوئیں (اور ساتھ ساتھ چلتی رہیں) حتی کہ جب خوب تاریکی پھل گئی تو کشتیوں والے رخصت ہوکر واپس ہوئے، اور سعدالدین ناخدا جو کہ کسی وقت حضرت سے الگ نہ ہوئے تھے وہ بھی واپس آ گئے صرف مولوی سید نصیر الدین صاحب جو کہ مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے داماد تھے وہ رہ گئے اور شیخ محمد پناہ ساکن موضع ڈھئی یہ دونوں حضرات جہاز تک حضرت کے ساتھ گئے اس وقت سمندر جذر کے حال میں تھا۔

سمندر کا مدو جزر

(اور معروف ہے کہ) سمندر میں روزانہ دو حالتیں پیدا ہوتی ہیں ایک مد، دوسری جذر، اس کا احساس دریا کے کنارے سے ہی ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جس گائے کی پشت پر زمین ہے وہ مشرق کے رخ کو کھڑی ہے اس کے دونوں نتھنے زمین کے نیچے ہیں جب وہ گائے اپنے نتھنوں سے سانس باہر نکالتی ہے تو سمندر کو مد کی کیفیت عارض ہوتی ہے اور جب سانس اندر کی طرف کھینچتی ہے تو اس سے جذر کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

سمندر سے متعلقین کو تحریر کردہ خطوط

ایک حصہ دن گذر جانے کے بعد حضرت کی سواری کیلا کاچھی نامی جگہ پہنچی اس وقت سمندر مد کی کیفیت میں تھا، اس جگہ کشتی کا لنگر ڈالا گیا اور وہیں سے مولانا

عبدالحی صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت سید صاحب کی طرف سے ہندوستان کے لئے خطوط تحریر کر کے روانہ کئے۔

حضرت کے جہاز کے عملے اور رفقاء کے درمیان نزاع

حضرت کے جہاز دریا بقی کے لوگوں نے دوربین کے ذریعہ (دور سے ہی) حضرت کی کشتی کو پہچان لیا تو جہاز سے ایک چھوٹی کشتی بھیجی اور اس پر حضرت کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کو بٹھا کر بھیجا جن کے ذریعہ حضرت کو کہلایا کہ ہمارے آدمیوں اور جہاز کے خلاصیوں کے درمیان سامان اٹھانے و رکھنے کے پیچھے بہت جھگڑا ہو گیا ہے حتی کہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ گئی، امام خان و محسن خان و حمزہ علی خاں کو بہت چوٹیں آئی ہیں اور جہاز کے معلم نے انصاف سے کام نہیں لیا ہے بلکہ خلاصیوں کی طرفداری کی اور ہمارا سارا سامان ادھر ادھر ڈالدیا ہے جوتوں کے تمام جوڑے سمندر میں پھنکوا دیئے اور انگریز کپتان خوف زدہ ہو کر ایک چھوٹی کشتی پر سوار ہو کر چلا گیا۔

تو حضرت نے مجھ (یعنی سید عبدالرحمٰن) سے فرمایا کہ تم سوار ہو کر جہاز پر جاؤ اور معلوم کرو کہ یہ جھگڑا کیوں ہوا ہے؟ اگر ہمارے ساتھیوں کی کوتاہی کی وجہ سے ہوا ہو تو ان کو اچھی طرح تنبیہ کرو اور اگر خلاصیوں کی شرارت معلوم ہو تو ان کی اصلاح کی مزید تاکید کی جائے اور ان سے کہا جائے کہ ہم للہ (اور مفت میں) جہاز پر سوار نہیں ہوئے ہیں آئندہ کو خیال رہے کہ پھر اس قسم کی حرکت مت کرنا۔

میں حضرت کے حکم کے مطابق جہاز پر پہنچا اور اس کی تحقیق کر ہی رہا تھا کہ جہاز کے ناخدا سید عبدالرحمٰن بھی پہنچ گئے ان کے لئے خلاصیوں نے رسی کی ایک سیڑھی لٹکائی کہ جس کو پکڑ کر وہ جہاز پر پہنچے، ادھر سید صاحب کی پینس بھی جہاز کی طرف چل چکی تھی (میری ناخدا سے ملاقات ہوئی تو) مجھ کو اطمینان دلایا کہ تم خاموش رہو میں خود

تحقیق کروں گا جب حضرت کی پینس جہاز سے متصل ہوگئی تو وہی رسیوں کی سیڑھی حضرت کے لئے بھی لٹکائی، حضرت مع اپنے ساتھیوں کے جہاز کے اندر پہنچے اور وہاں سے مولوی سید نصیر الدین اور محمد پناہ حضرت سے رخصت ہوئے سارے خطوط ان کے ہاتھوں میں دیئے گئے اور یہ لوگ اسی پینس پر سوار ہو کر کلکتہ کو واپس ہو گئے۔

حضرت کے پہنچنے پر معلم نے اپنے ناخدا سے سارے حالات کہے اور آپ کے ساتھیوں نے آپ سے سارا قصہ بیان کیا، جب ناخدا و حضرت سید صاحب دونوں کی ملاقات ہوئی تو آپس میں ان دونوں کی گفتگو ہوئی اور معلم مذکور کی شرارت ثابت ہوئی حضرت اس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ تم نے یہ حرکت کی تو تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا بلکہ آپس میں اتفاق و محبت سے رہو تو میرے ساتھی تمہاری تابعداری کریں گے اور اگر تمہارے آدمیوں میں سے کوئی میرے کسی آدمی پر دست اندازی کرے گا تو اپنی سزا کو پہنچے گا۔

حضرت کی دایہ کا انتقال

اسی وقت کوئی شخص کشتی کے ذریعہ خبر لایا کہ جمن بوا نزع کے حال میں ہیں، یہ جمن بوا حضرت کی دایہ تھیں، حضرت یہ سن کر اسی کشتی میں تشریف فرما ہوئے او رپھر باہر تشریف لائے اور ناخدا سے فرمایا کہ ان کو کہاں دفن کریں، ناخدا نے کہا کہ ان کو کفن کے بعد دریا میں ڈال دوں گا حضرت نے فرمایا ابھی زمین کا کنارہ نظر آرہا ہے وہیں لے جا کر دفن کرنا چاہئے، ناخدا نے کہا بہتر ہے چنانچہ جہاز سے ایک موٹر بوٹ اتارا گیا اور جمن بوا کو غسل و تکفین کے بعد اس میں اتارا گیا، حضرت ۲۵ رافراد کے ساتھ اس پر سوار ہوئے اور قبر کھودنے کے آلات ساتھ میں لے لئے، کنارہ پہنچنے تک عصر کا وقت آگیا عصر کی نماز اور پھر نماز جنازہ و تدفین سے فارغ ہوئے، بعد مغرب وہاں سے جہاز کی طرف روانہ ہوئے، ناخدا نے فانوس روشن کر کے کشتی

کے دنبالہ کی طرف لٹکا دیا تھا، اسی بوٹ پر سوار ہو کر تہائی رات کے قریب حضرت مع رفقاء جہاز پر پہنچے۔

جہاز کی روانگی

رات کا ایک چوتھائی حصہ باقی رہنے پر جہاز کا لنگر اٹھایا گیا اس کے پردے کھینچے گئے اور وہ چل پڑا صبح صادق طلوع ہونے پر پانی میں سمندر کی علامات ظاہر ہوئیں پہلے نیلگوں پانی پھر سیاہ تیل کے مٹکے کی مانند۔

جہاز میں نماز کی فکر واہتمام

فجر کے بعد حضرت نے مولوی محمد یوسف صاحب کو حکم دیا کہ سورۃ الزخرف کے پہلے رکوع کی تلاوت کریں اور روزآنہ یہ وقت آنے پر اس کو پڑھا جائے اس کے بعد دو دو نمازوں کو ایک ہی وقت کے اندر جمع کر کے پڑھنے پر لوگوں کی گفتگو شروع ہو گئی، حضرت نے بھی مولانا عبدالحی صاحب سے دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا کہ سفر میں یہ جمع احناف کے علاوہ تمام مذاہب میں جائز و درست ہے حضرت نے فرمایا کہ ایسے وقت میں جبکہ ہر آدمی اپنے اپنے حال میں مبتلا ہے، کسی کو دوران راس اور کسی کو تے کی شکایت ہے یہی کرنا چاہئے ورنہ نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے چنانچہ اسی کے مطابق لوگوں نے جمع پر عمل کیا۔

جہاز کے معمولات وذمہ داریاں

بادل خان نامی ایک شخص نے اس وقت کہا کہ میں سارے اہل قافلہ کو وضو کرانے کی ذمہ داری لیتا ہوں بالخصوص معذوروں کے لئے چنانچہ وہ صاحب سمندر سے پانی کھینچتے اور بڑی بڑی لگنوں میں بھرتے اور اسی سے لوگ وضو کرتے تھے، وہ پانی کھینچتے وقت اللہ تعالی کے نام کا ورد کیا کرتے تھے اور کھانا پکانے کا کام شیخ باقر علی نے اپنے ذمہ کر رکھا تھا، اگرچہ دوسرے لوگ بھی ان کا ساتھ دیتے تھے، حضرت نے

فرمارکھا تھا کہ یہاں کا سارا کام عبادت ہے، معمول کے مطابق جہاز کا نصف مطبخ ناخدااور جہاز کے خلاصیوں کے حصے میں تھااور نصف کرایہ والوں کا حضرت کے قافلہ والوں کے لئے روز آنہ دودیگ چاول اور ایک دیگ دال پکا کرتی تھی، بیماروں اور دوران راس کی شکایت رکھنے والوں کو روٹی دی جاتی تھی۔

حضرت سید صاحب کا جہاز پر معمول

حضرت سید صاحب کا روز آنہ بعد نماز فجر حزب البحر کے ورد کا معمول تھا اس سے فارغ ہوکر دوسرے ذکر خیر میں مصروف رہتے تھے پھر دبوسہ میں تشریف لے جاتے تھے دوپہر کو دبوسہ سے متصل حجرہ میں آرام فرمایا کرتے تھے، اس حجرہ کے دروازہ کی نگرانی ونگہبانی شمشیر خان مورانوی کے ذمہ تھی، وہ اپنا بستر دروازہ پر ہی رکھتے تھے۔

اہل قافلہ کے باہمی تعلقات اور سفر

حضرت کی محبت کی برکت کی بنا پر اہل قافلہ کے درمیان کسی قسم کا کوئی نزاع نہیں ہوا، رات و دن راحت کے ساتھ گذرتا تھا ہاں بعض لوگوں کو شروع شروع دوران سر اور قے کی ضرور شکایت ہوئی حتی کہ جہاز (رواں دواں) کالی سیلان نامی مقام پہنچا، اس کے بعد قاب قمری (نامی جگہ) پر پہنچا وہاں بعض جہاز والوں نے کہا کہ یہاں کا پانی زیادہ شور ہے اسلئے دو ایک دن کا کھانا پکا کر رکھ لینا چاہئے یہ خبر حضرت کو پہنچی تو حضرت نے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ مزید اللہ تعالی کے فضل وکرم سے (اچھی ہی) امید رکھو (واقعی اس جگہ) پانی بہت تیز تھا اور جہاز کو اس طرح تھپیڑے مارتا تھا جیسے کہ توپ کے گولے چل رہے ہوں اسی جگہ سے سراندیپ کے پہاڑ نظر آنے لگے تھے سیلان کے علاقہ سے نکل آنے کے بعد خلاصیوں نے لہو ولعب کا طوفان برپا کیا اور انعام کے طالب ہوئے چنانچہ ان کو دیا گیا۔

اسی جگہ جنوں کا قلعہ نظر آیا جس کو ہندو لنکا کہتے ہیں اس کے بعد ایک کشتی

سامنے آئی اور تھوڑی دیر کے بعد جہاز سے آملی، اس کشتی کے لوگ جہاز پر آئے اور حضرت کے متعلق دریافت کرنے کے بعد حضرت سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی اور عرض کیا کہ دوسرے جہاز پر جانے والے آپ کے ساتھی بندرگاہ الفی پر پہنچے تو ہم نے ان سے آنجناب کے اوصاف حمیدہ سنے، اس لئے بڑے اشتیاق کے ساتھ ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں ہمارا ناخدا مسمی بوسل حضرت کے قدوم میمنت لزوم کا مشتاق ہے اور ہمکو بھیجا ہے تاکہ آپ کو لے چلیں، حضرت نے فرمایا ہم آئیں گے پھر حضرت نے ان کو کھانا کھلا کر رخصت فرمایا۔

اور مجھ (یعنی عبدالرحمٰن) سے ارشاد فرمایا کہ تم ان کے ساتھ جاؤ اور پانی کا ایک ٹینک اپنے ساتھ لے جاؤ وہاں پہنچ کر اس کو شیریں پانی سے بھر لینا چنانچہ ہم روانہ ہوگئے، کافی دیر کے بعد کنارہ ظاہر ہوا، اور وہاں امواج میں شدید تلاطم تھا، ایک موج کے زور سے کشتی زمین پر جا پڑی، اور تمام لوگ کشتی سے باہر زمین پر ہوگئے پھر میں ان لوگوں کے ساتھ ناخدا بوسل کے گھر پر گیا، وہ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آیا، دوسرے دن حضرت سید صاحب تشریف لے آئے اور ناخدا مذکور کے مکان پر فروکش ہوئے اور وہاں دو دن قیام فرمایا، ناخدا موصوف نے اپنے اہل وعیال نیز دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور ایک ٹنکی پانی کا ہدیہ کیا اس کے بعد حضرت ساحل پر تشریف لائے۔ بوٹ پر سوار ہوکر جہاز پر پہنچے، اور جہاز نے اپنا لنگر اٹھایا۔

کالی کٹ میں

پھر کالی کٹ پہنچنا ہوا، وہاں کی مچھلی خوش مزہ ہوتی ہے وہاں بھی لنگر ڈالا گیا، حضرت ساحل (بندرگاہ) پر رونق افروز ہوئے، وہاں بندرگاہ پر ایک بڑا حوض ہے اور بہت بڑی مسجد بھی ہے جو کہ چار منزلہ ہے، بہرحال وہاں مچھلی خرید کر لائی گئی اور پکا کر

کھائی گئی تمیں کے قریب وہاں بھی لوگ بیعت ہوئے پھر لنگر اٹھایا گیا اور ناخدا نے کہا کہ یہاں سے روانہ ہوکر بندرگاہ امینی پر جہاز لنگر انداز ہوگا اور ہم وہاں میٹھا پانی لیں گے اسلئے کہ وہاں کا پانی بہت میٹھا ہوتا ہے، چنانچہ چند دنوں کے بعد ہم لوگ اس مقام پر پہنچ گئے یہ جزیرہ بہت چھوٹا ہے اور وہاں کا پانی بہت میٹھا ہے، ،ناخدا نے اپنے پانی کے برتن بھرے اور حضرت نے بھی اپنی ٹنکی اور پانی کے سارے پیپے بھر لئے وہاں ایک مسجد تھی جس کے نیچے شیریں پانی کی نہر بہتی ہے، وہاں کے رہنے والوں میں سے ایک شخص حج کے ارادہ سے ہمارے قافلہ میں شریک ہوا، اور وہاں کے لوگ سید رفاعی کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ جزیرہ (دراصل) مالابار کی سرحد ہے، پھر وہاں سے لنگر اٹھایا گیا اور جہاز بڑے سمندر کی طرف متوجہ ہوا، ہوا موافق تھی اسلئے جہاز تیزی کے ساتھ جارہا تھا عدن کے قریب جب پہنچا تو عبدالقیوم کے بیان کے مطابق ہوا بند ہوگئی۔

بعض خدام کا جان لیوا اقدام اور حضرت کی ناراضگی وتنبیہ

تانبے کا ایک گھڑا سمندر میں گر پڑا جو کہ اوپر ہی تیر رہا تھا چنانچہ میں اور محسن خان دریا میں کود پڑے اور اس کو پکڑ لیا پھر جہاز کے ناخدا نے بویہ سمندر میں ڈال کر جہاز کو کھڑا کردیا اور جہاز کے لوگوں نے آواز دیکر کہا کہ اس بویا کو پکڑ لو چنانچہ ہم نے اس کو پکڑ لیا اور جہاز والوں نے اس کو کھینچنا شروع کیا حتی کہ جہاز کے قریب پہنچ گئے اس بعد خلاصیوں نے رسی ڈال کر ہمکو جہاز پر کھینچا۔

بویا آدمی کے قد کے بقدر ایک چیز ہوتی ہے جس پر مضبوط رسی بندھی ہوتی ہے جب کوئی آدمی دریا میں گر پڑتا ہے تو اس کو دریا میں ڈال دیتے ہیں اور وہ چونکہ ہلکا ہوتا ہے پانی کے اوپر ہی رہتا ہے ڈوبتا نہیں ہے، رنگ اس کا سفید ہوتا ہے اس لئے دور سے نظر آتا ہے۔

جب ہم لوگ جہاز پر پہنچے تو حضرت نے ہم کو طلب کر کے اتنی ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ میں سید عبدالرحمٰن ناخدا کے پیچھے چھپ گیا، نماز ظہر سے فراغت کے بعد ناخدا ہم دونوں کو پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لے گیا اور ہماری غلطی کو معاف کرایا، حضرت نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ ان دونوں کا کان پکڑ کر بیس مرتبہ اٹھاؤ بیٹھاؤ تا کہ پھر یہ لوگ ایسی غلطی نہ کریں۔

سمندر میں مچھلی کا شکار

اس کے بعد سمندر میں بکثرت مچھلیاں ادھر ادھر اچھلتی وکودتی نظر آنے لگیں پھر بہت سی اڑنے والی مچھلیاں اڑتی ہوتی نظر آئیں بلکہ بعض جہاز کے اندر گریں اس کے بعد ہم لوگوں نے ایک بڑی مچھلی دیکھی، ناخدا نے بھی اسے دیکھا چنانچہ اس نے مچھلی کا شکار کرنے والے کانٹے میں ایک پرندہ کو لگایا اور اس کے ذریعہ اس کا شکار کیا جب کانٹا اس مچھلی کے دماغ میں پھنس گیا تو خلاصیوں نے کانٹے میں بندھی رسی کو کھینچا اور اس کو جہاز کے اندر لائے، وہ جہاز کے اندر بھی بہت اچھل رہی تھی، تو ناخدا نے شیریں پانی منگا کر اس کے منہ پر ٹپکا دیا اس سے وہ فوراً مر گئی پھر خلاصیوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، اور سارے اہل جہاز نے اس کو کھایا۔

عدن کا قیام

اس کے بعد ہوا رک گئی تو جہاز کی رفتار سست ہوگئی (مگر وہ چلتا رہا) حتی کہ عدن کے پہاڑ نظر آنے لگے، حضرت نے شکرانہ کی نماز پڑھی اور دعا کی، جہاز وہاں لنگر انداز ہوا، حضرت مع ناخدا (جہاز سے اتر کر) پہاڑی میں تشریف لے گئے، سید عبدالرحمٰن جوان تفصیلات کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے بھی (ساتھ) جانے کی درخواست کی، مگر حضرت نے فرمایا کہ تم کل آؤ گے وہاں ساحل پر پہنچ کر (بھی) حضرت نے دو رکعت بطور شکرانہ کے ادا فرمائیں وہاں گرمی کی شدت اور دھوپ کی

تپش بہت تھی، اور ساحل سے لیکر عدن (کی بستی) تک نہ کوئی سایہ دار درخت تھا اور نہ شیریں پانی، اور آفتاب کی تمازت کی وجہ سے زمین بے انتہا گرم تھی۔

حضرت کی کرامت سے اونٹوں کی فراہمی

حضرت نے فرمایا کہ اگر اونٹ ہوتے تو ضرور آرام کی صورت پیدا ہو جاتی کہ ہم لوگ بآسانی پہنچ جاتے تو لوگوں نے عرض کیا کہ بظاہر تو ان کی دستیابی محال ہے، البتہ آنجناب دعا فرمادیں تو اس کی برکت (سے مل سکتے ہیں) اس پر حضرت نے فرمایا کہ سب لوگ سات سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھیں لوگوں نے پڑھنا شروع کیا، جیسے ہی ساتویں مرتبہ پڑھنا شروع کیا ایک آدمی نے کہا کہ دیکھو پہاڑ کے دامن میں چار اونٹ چلے آرہے ہیں جب وہ کافی قریب آگئے تو حضرت کے ساتھیوں نے ان اونٹوں کے مالکوں سے بات کی کہ اونٹ کرایہ پر دوگے انھوں نے کرایہ کے متعلق تو کچھ نہ کہا البتہ سب کو سوار کرالیا، اور عدن (کی بستی) تک پہنچادیا، وہاں پہنچ کر لوگ سامان وغیرہ درست کرنے لگے (پھر توجہ ہوئی) تو وہ لوگ مع اپنے اونٹوں کے غائب ہوگئے لوگوں نے ان کی بڑی تلاش کی مگر وہ ان کو نہ پاسکے، جب وہاں لوگوں سے (ان کے متعلق) استفسار کیا کہ ایسے ایسے اونٹ کیا کسی نے دیکھے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں دیکھے۔

اور شیخ ولی محمد کا بیان ہے کہ حضرت جب عدن کے اندر جانے کی غرض سے (جہاز سے اتر کر) کشتی میں تشریف فرما ہوئے اور کشتی چلدی تو حضرت نے فرمایا کہ شہر دور ہے اگر کوئی سواری دستیاب ہوگئی تو اس پر سوار ہو کر جائیں گے ایک بار یا دو بار حضرت نے یہ بات فرمائی ہمکو یہ معلوم نہیں کہ (حضرت نے یہ بات کیوں فرمائی تھی) حضرت کے پیروں میں درد یا کوئی اور باعث تھا، اسی وقت ایک شخص سفید ریش پاکیزہ صورت ولباس والا، جس کے ہاتھ میں ایک اونٹ کی نکیل تھی، کھڑا نظر آیا۔

قیادت

اس شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ اس اونٹ پر سوار ہو جائیں، آپ کے

لئے ہی اس کو لایا ہوں، حضرت اسپر سوار ہو گئے شہر کے قریب پہنچے تو لوگ استقبال کو موجود تھے حضرت (ان کی رعایت میں) اونٹ سے اتر کر ان کے ساتھ پیدل چلنے لگے، اور جامع مسجد پہنچ کر وہیں تشریف فرما ہوئے اور مولوی محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ جو شخص ہم لوگوں کو اونٹ پر سوار کرا کے لایا ہے اس کو کچھ دید ینا چاہئے، مولوی صاحب نے اس کو بہت تلاش کیا مگر اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا، پھر وہاں کے رہنے والوں سے استفسار کیا تو ان میں سے کسی نے بھی کچھ سراغ نہ بتایا، انہوں نے حضرت کی خدمت میں یہ بات عرض کی تو حضرت خاموش رہ گئے۔

سید عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ دوسرے دن میں بھی شہر گیا راستے میں میری حضرت سے ملاقات ہوگئی تو حضرت نے فرمایا کہ اسی جگہ سے واپس ہو جاؤ میں نے عرض کیا کہ تھک گیا ہوں تو حضرت نے شیخ ولی محمد سے فرمایا کہ ایک اونٹ ان کو لا کر دیدو چنانچہ انہوں نے نظم کر دیا میں اسپر سوار ہو کر جلد ہی سمندر تک پہنچ گیا اور جہاز پر سوار ہو گیا، میرے پیچھے ہی حضرت بھی تشریف لے آئے، تیسرے دن جہاز نے وہاں سے اپنا لنگر اٹھایا۔

مخہ میں اور وہاں کی ایک رسم

رات کا ایک حصہ باقی تھا کہ ناخدا نے حضرت کو بیدار کیا کہ اس وقت ہم لوگ باب سکندر سے گذر رہے ہیں دعا فرمائیں کہ ایک میل کا راستہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے، صبح کو مخہ کی بندرگاہ پر پہنچے اور ناخدا نے کہا کہ ایک مہینہ ہم لوگ اپنے مکان پر رہیں گے پھر سواری سے اتر کر اپنے گھر گیا، دوسرے دن حضرت بھی تمام ساتھیوں کو لیکر ضروری اسباب کے ساتھ جہاز سے نیچے اترے اور ایک جگہ کرایہ پر لیکر وہاں قیام کیا، جامع مسجد قریب تھی، وہاں لوگ مسجد کے حوض میں برہنہ غسل کیا کرتے تھے، حضرت کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی حضرت نے فرمایا اس کی (روک تھام کی) تدبیر کرنی ہے انھیں دنوں مولوی امام الدین بنگالی ایک باغ کے حوض میں لنگی پہن کر غسل کر رہے تھے، دو

آدمیوں نے ان کو پکڑ لیا اور اسی حال میں قاضی کے پاس لے گئے اور شکایت کی کہ اس شخص نے ہمارے حوض کو گندا کر دیا اور ان کی تعزیر کے خواستگار ہوئے، قاضی نے انکی بات سن کر شکایت کرنے والوں پر ناگواری کا اظہار کیا، اپنے سامنے سے ان کو بھگا دیا اور مولوی صاحب کو رخصت کیا، مولوی صاحب وہاں سے کامیاب واپس ہونے پر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

سید صاحب کا فیض و تاثیر صحبت

سید زین العابدین فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں رہنے والوں کو حضرت کی صحبت کے انوار و برکات بہت تیزی کے ساتھ پہنچتے تھے، چنانچہ ایک دن حضرت عرشہ کی چھت (جس سے جہاز کی بالائی چھت کو موسوم کرتے ہیں اس) پر تشریف فرما تھے اور جہاز کی ایک لکڑی پکڑ کر دریا کے مناظر ملاحظہ فرما رہے تھے اور میں حضرت کے پیچھے تھا اور دوسرے لوگ بھی تھے، جو خصوصیت کے ساتھ مجھ کو محفوظ نہ رہ گئے اور حضرت کی زبان مبارک پر سبحان اللہ و بحمدہ کا کلمہ تھا اور حافظ شیرازی کے اشعار بھی زبان پر جاری تھے اور (کیفیت یہ تھی کہ) آنکھوں میں آنسوؤں اور رنجیدہ آواز کے ساتھ مالک الملک کی عظمت و کبریائی کا زبان سے اظہار ہو رہا تھا، چند گھڑی تک یہی حالت رہی۔

زوال ہو جانے کے پر حضرت نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور خود امامت کی (نماز کے حال میں) مقتدیوں کے دلوں میں ایک خاص برکت اور انتہائی تعظیم کی کیفیت پیدا ہوئی کہ جس کی لذت کو میں بیان نہیں کر سکتا، اس پوری جماعت کے دل حق تعالیٰ کی طرف متوجہ و رجوع تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ تکیہ شریفہ میں حضرت نے برتن دھلنے کے لئے ہر ہر آدمی کے سپرد کئے مجھ کو بھی ایک طشت دیا تو میں سب سے الگ ہو کر اس کو دھلنے لگا،

اس وقت میرے دل میں ایک عظیم تاثیر محسوس ہو رہی تھی، (جس سے) میں نے یہ سمجھا کہ بزرگوں کی توجہ سے جو کسی کو کوئی فیض پہنچتا ہے تو وہ اسی طرح پہنچتا ہے۔

ایک بزرگ کی آمد و بیعت

ایک دن ایک بزرگ سفید ریش حضرت سید صاحب کی خدمت میں تشریف لائے اور سلام کیا، حضرت نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کیا اور اپنے سامنے بٹھایا، کافی دیر تک دونوں کے درمیان عارفانہ گفتگو ہوتی رہی، اس کے بعد ان صاحب نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور اس کے بعد بھی کئی مرتبہ حضرت کی زیارت کو آئے، وہ جب آتے تھے حضرت ان کی بڑی تعظیم وتوقیر فرمایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ حضرت کی خلوت میں بھی گفتگو ہوتی تھی، حتی کہ حضرت نے اپنے مرشد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کو جو عریضہ ارسال کیا تھا اس میں بھی ان کا تذکرہ تھا۔

قاضی شوکانی کے رسالہ موضوعات کے حصول کی فکر و اہتمام

ایک دن مولوی عبدالحق صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ قاضی محمد شوکانی نے موضوعات سے متعلق ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، وہ اگر مل جائے تو بڑا مفید ہوگا حضرت نے فرمایا کہ مولانا عبدالحی سے گفتگو کی جائے تا کہ اس کی تدبیر کریں چنانچہ مولانا ممدوح مولوی صاحب موصوف کی درخواست کے مطابق محہ کے قاضی کے پاس تشریف لے گئے اور رسالہ مذکورہ کے متعلق گفتگو کی، قاضی صاحب نے جواب دیا کہ آپ ایک خط لکھ کر مجھکو دیں میں اس کو صنعاء بھیج دوں گا اور رسالہ تلاش و طلب کر کے اپنے پاس رکھ لوں گا آپ لوگوں کی واپسی کے وقت آپ کو دے دوں گا۔

چنانچہ مولانا ممدوح نے عربی میں اک خط قاضی صاحب موصوف یعنی قاضی شوکانی کے نام تحریر کیا اور اس پر شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے کمالات و شرف کا اور حضرت نیز ان کی اولاد کی تبحر علمی کا تذکرہ کیا اور ان کو جو مولانا شاہ

عبدالعزیز قدس سرہ سے تلمذ کی نسبت تھی اس کا تذکرہ کیا نیز حضرت سید صاحب کی صحبت کی برکات اوران سے اکتساب فیض کا بھی ذکر کیا اور خط میں فصیح و بلیغ زبان کا استعمال کیا اور خط (مکمل کر کے) قاضی شہر کی خدمت میں لے کر گئے۔

منکر پرنکیر کا اہتمام

اس وقت حضرت سید صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ مولانا ننگے بدن نہانے والوں کو (اس سے) روکنے کی بھی کوئی تدبیر کرنی چاہئے مولانا ممدوح قاضی شہر کی خدمت میں پہنچے اوراس کو خط کی عبارت پڑھ کر سنائی قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور مولانا کے علم وتحقیقات پران کو داددی اور خط (کو مولانا سے لیکر) صنعاء بھیج دیا، اس کے بعد مولانا عبدالحی صاحب نے قاضی سے کہا کہ اس شہر میں ایک عجیب طریقہ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اہل علم وفضل (بھی) غسل کے وقت (دوسروں کے سامنے) ننگے بدن ہو جاتے ہیں، چونکہ دین کا آغاز حجاز سے ہوا ہے اور ہم ہر معاملہ میں اولاً عربوں کے طور وطریق کو ہی سند بناتے ہیں تو یہ خلاف شرع اور خلاف حیا کام کہ جس پر شارع کی طرف سے وعید بھی آئی ہے اس جیسی جگہ میں کیسے ہوسکتا ہے۔

قاضی صاحب نے جواب دیا کہ لوگ بے حیا ہیں اس فعل شنیع پر جرمانہ لینے اور تعزیر کے باوجود باز نہیں آتے (اور چونکہ ہم یہ سب کر چکے ہیں اور یہی ہمارے بس میں تھا اسلئے اب مزید) ہم سے کچھ نہیں ہوتا، مناسب ہے کہ آپ ہمارے ساتھ حاکم کے پاس چلیں، چنانچہ مولانا قاضی صاحب کے ساتھ حاکم کے پاس گئے اوراس امر شنیع سے روکنے کی درخواست کی، حاکم نے قاضی صاحب کی درخواست کے بموجب اس کا انتظام کیا (مگر صرف حضرت سید صاحب کے وہاں قیام تک) چنانچہ اس نے چند نگراں متعین کر دیئے کہ جو حضرت کے وہاں قیام تک لوگوں کو اس فعل شنیع سے باز رکھیں۔

حج کے رفقاء کے لئے ایک تنبیہی امر

ایک دن مولوی محمد یوسف لکھنوی جو کہ مولوی عبدالرحمٰن صوفی کے مرید تھے

وہ حضرت کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب جن کا نام عبداللہ عرف شاہ بھنگ تھا جو
کہ ہگلی کے رہنے والے تھے، ان سے وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں گفتگو کر رہے تھے،
حضرت نے اور مولانا عبدالحی صاحب نے ان کو بہت سمجھایا مگر اپنی انتہائی بے ادبی
(سے کام لینے) کی بنا پر انہوں نے نہ سمجھا تو حضرت نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ
کوئی ان کی بات کو نہ سنے اور ان سے ملاقات کا سلسلہ قطع کر دے۔

حدیدہ میں

(مخہ میں) ایک ماہ (کے قیام) کے بعد جہاز کا لنگر وہاں سے اٹھا، اور حدیدہ
پہنچ کر وہاں لنگر ڈالا گیا، وہاں حضرت سید صاحب کے متعلقین میں سے ہندوستان
کے ایک سید زادے رہا کرتے تھے، اور جانے والوں کی زبانی حضرت کی تشریف
آوری کا حال سن کر حضرت کے منتظر تھے، چنانچہ (جب جہاز مخہ پہنچا تو) وہ ایک کشتی پر
سوار ہو کر آئے اور جہاز کے اندر داخل ہوئے اور حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل
کیا حضرت نے ان کے حال پر بڑی عنایت فرمائی، ان کو ایک ولایتی تلوار، ایک دونالی
بندوق اور ایک سپر عطا کیا، ان سید موصوف نے کھانے کی دعوت دی تو اگلے دن
حضرت سید صاحب ان کے مکان پر رونق افزا ہوئے اور ان کے یہاں صبح وشام
دونوں وقت کا کھانا کھایا، اس کے بعد اپنی سواری پر پہنچ گئے اور جہاز کا لنگر اٹھایا گیا۔

یلملم میں

چوتھے دن ناخدا نے فجر کے وقت حضرت سے عرض کیا کہ (آج) عصر کے
وقت آپ لوگ یلملم کے بالمقابل پہنچ جائیں گے، یلملم کو اب اہل عرب سعدیہ کہتے ہیں
یلملم ہی اہل یمن نیز ہندوستان والوں کی میقات ہے کہ جس سے آگے بغیر احرام کے ان
لوگوں کا جانا منع ہے جو کہ بیت اللہ کو جا رہے ہوں بلکہ (ایسا کرنے کی وجہ سے) جانے
والے پر دم واجب ہوتا ہے اور بندرگاہ سے مکہ معظمہ کی جانب دو منزل اور اسی مسافت

پر مکہ سے پہلے جنوب کی سمت میں بھی کہ جہاں مسجد اور کنواں ہے اور قافلے وہاں قیام کیا کرتے ہیں، یہی حکم ہے (کہ بغیر احرام آگے جانا منع اور موجب دم ہے)۔

احرام اور بعض الہامات

لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ میقات پر پہنچ رہے ہیں تو احرام کے لئے مسنون غسل میں مشغول ہو گئے اور ایک جماعت حضرت کی خدمت میں موجود تھی، اسی وقت حضرت کو حق تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ آپ کے پاس موجود لوگ سب بخشے جائیں گے اور یہ کل ۱۵ یا ۱۶ آدمی تھے، حضرت نے سب کو یہ مژدہ سنایا پھر احرام باندھا اور احرام کی دو رکعتیں ادا کرنے بعد تلبیہ کہا پھر الہام ہوا کہ جو لوگ تلبیہ کہنے میں تم سے سبقت کر گئے ہیں ان کا تلبیہ ہماری بارگاہ میں مقبول نہیں ہے جیسا کہ حضرت خاتم المحدثین کو ارسال کردہ نامہ ہدایت شامہ میں اس کا ذکر آیا ہے۔ محسن خان نے داڑھی کو دھلنے کے لئے مصالحہ تیار کیا، حضرت جہاز کے اگلے حصے کی طرف تشریف لے گئے اور غسل سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل پڑھی، احرام باندھا، اور تلبیہ کہہ کر باری تعالیٰ کی جناب میں بڑے الحاح کے ساتھ دعا فرمائی۔

جدہ کی بندرگاہ پر

وہاں سے چل کر تیسرے دن بندرگاہ جدہ کے قریب پہنچے اور (بندرگاہ پر پہنچنے سے پہلے) جدہ سے آیا ہوا ایک آدمی جہاز پر چڑھا جو سمندر میں جہاز کے گذرنے کے راستوں کو جانتا ہے، انگریزی میں اس کو ارکاٹھی کہتے ہیں اور عربی میں اسی کو ربان کہتے ہیں اس نے رہنمائی کر کے جہاز کو کنارہ تک لیجا کر لنگر انداز کرایا، حضرت کے رفقاء جو کہ دوسرے جہازوں پر پہلے آ چکے تھے ان میں سے بعض جدہ میں تھے اور بعض مکہ کو روانہ ہو چکے تھے۔

جدہ میں حضرت کی آمد پر بعض متعلقین کا اہتمام واستقبال

حیدرآباد (دکن) کے امراء میں سے نواب محمود نواز خان اور سلطان حسین خان جو کہ ایک سال بیشتر حج کو آئے تھے وہ دونوں حضرت کی آمد کے مشتاق تھے اور دونوں امیر اور بڑے دولت مند تھے، حضرت کی تشریف آوری کی خبر سن کر محمود خان اور معلم محمد رئیس، مکہ مکرمہ سے جدہ آئے اور اسی معلم کے توسط سے حضرت کے لئے کرایہ کی جگہ طے ہوئی معلم موصوف اور نواب محمود وغیرہ کشتیوں پر سوار ہو کر جہاز میں پہنچے اور حضرت کی ملاقات سے بہرہ ور ہوئے۔

معلم ومطوف کا تقرر

معلم (محمد رئیس) نے (جہاز پر ہی) حضرت کو ایک کاغذ پیش کیا جس پر حضرت سید صاحب کے ماموں جناب شاہ ابواللیث صاحب کی مہر تھی اور عرض کیا کہ میں آنجناب کے خاندان کا معلم ہوں اور آپ کے پورے ہی قافلہ کا مجھ سے تعلق ہے حضرت نے فرمایا، ٹھیک ہے اور حضرت نے دین محمد کے متعلق معلوم کیا کہ وہ کیوں نہیں آئے تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ بیمار ہیں۔

جدہ کا قیام اور مکہ معظّمہ کی روانگی

دوسرے دن لوگ سواریاں اور اونٹ سمندر کے کنارے لیکر پہنچے چنانچہ حضرت خود اور رفقاء پورے سامان کے ساتھ شہر کے اندر پہنچے، شہر پہنچ کر حضرت قبرستان کی زیارت کو تشریف لے گئے اور واپس تشریف لانے پر ان سواریوں کا جائزہ لیا جن پر حضرت کے رفقاء سوار تھے، محصول والوں نے شروع میں تو کچھ سختی کا معاملہ کیا مگر جب حضرت کے سامنے پہنچے تو عرض کیا کہ ہر سامان سے تھوڑا تھوڑا بطور تبرک ہم لینا چاہتے ہیں تاکہ (آپ کا معاملہ) خلاف قاعدہ وضابطہ نہ رہے۔

پھر حضرت نے سب سے پہلے دین محمد کو پچاس گٹھریوں کے ساتھ روانہ فرمایا اور ایک معلم ان کے ساتھ ہوگیا، سید عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت سید صاحب نے دین محمد کے جانے بعد تین دن قیام فرمایا اور اسی رات میں معلم کی معرفت کرایہ کے اونٹ حاصل کئے گئے اور اونٹوں پر سہولت کے ساتھ بیٹھنے کے لئے مختلف چیزیں لی گئی مثلاً شبری۔ جو کہ بچوں کے گھوارہ کے مانند ہوتا ہے اسی طرح شغدف جو کہ میانہ کی مانند ہوتا ہے اور ایک اونٹ پر دونوں طرف ایک ایک باندھتے ہیں، اس کی خریداری ہوئی، عصر کے بعد تمام سامان درست کر کے مکہ معظّمہ کو روانہ ہوئے، صبح کو شہر پہنچے اور پھر وہاں قیام کر کے عصر کے بعد پھر تیار ہو کر روانہ ہوئے۔

مکہ معظّمہ میں داخلہ

ابھی دن کا تھوڑا ہی حصہ گذرا تھا کہ مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ گئے، حضرت کے رفقاء میں سے بہت سے لوگ حضرت کے استقبال کو شہر سے باہر موجود تھے اور ساتھ میں ڈھالوں اور لوٹوں میں زمزم لے کر آئے تھے بعض لوگوں نے اس میں مشک بھی ڈال رکھا تھا، چنانچہ آب زمزم سے پورے قافلہ نے سیرابی حاصل کی اس کے بعد ذی طوی میں پہنچ کر جو کہ مکہ معظّمہ سے متصل ایک آبادی ہے، حضرت نے غسل فرمایا اور سید زین العابدین وغیرہ کو زنانہ سواری کے ساتھ روانہ کر دیا۔

اور مولانا عبدالحی صاحب سے دریافت فرما کر مکہ کے بلند حصہ کی طرف سے- جو کہ شمالی جانب میں پڑتا ہے اور ادھر ہی مکہ مکرمہ کا مشہور قبرستان جنت المعلی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کا مزار ہے- ادھر سے حضرت مکہ میں داخل ہوئے جس وقت مزار کے قریب پہنچے تو دعا کرتے ہوئے چل رہے تھے اور جس جس جگہ کو معلم نے دعاء کی اجابت کا مقام بتایا وہاں حضرت دعاء فرماتے تھے، اور آپ کے ساتھی بھی معلم کی اتباع کرتے تھے اور ہر ایک پر گریہ طاری تھا۔

حرم محترم میں اور طواف وسعی

یہاں تک کہ (مسجد حرام کے دروازوں میں سے) باب السلام نامی دروازہ پر پہنچے اور وہیں سے حرم کے اندر داخل ہوئے اور طواف کرنے کے بعد دو رکعت تحیۃ الطّواف کی مقام ابراہیم پر پڑھیں اور پھر انتہائی الحاح کے ساتھ دعا کی اور چاہ زمزم پر پہنچ کر آب زمزم نوش فرمایا اور غسل بھی فرمایا، اس کے بعد خود کو ایک پرانی چادر میں لپیٹ لیا۔

اور حضرت اپنے ساتھیوں کے ساتھ باب الصفا سے سعی کے لئے نکلے اور سعی کرنے اور پھر سر کو منڈوانے کے بعد احرام سے باہر آئے۔

مکہ مکرمہ میں کھانے کا نظام

روزآنہ گوشت کے لئے دنبہ خریدا جاتا تھا، شروع میں چودہ چودہ ذبح ہوتے تھے اور اس کے بعد نو نو اور شروع میں جہاں جہاں قافلہ کے لوگوں کا قیام تھا وہاں کھانا پکتا تھا، اور بعد میں رہائش گاہ کے قریب ایک دوسری جگہ خرید لی گئی (پھر وہیں کھانا پکتا تھا)۔

مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ سے ملاقات

مکہ میں مقیم بزرگوں میں سے ایک صاحب سید عقیل نامی تھے اور چونکہ بہت سن دراز تھے وہ مکہ کے جلیل القدر و باعزت لوگوں میں سے شمار ہوتے تھے اور بابرکت سمجھے جاتے تھے باب ابراہیم سے متصل ایک مکان میں رہتے تھے، حضرت سید صاحب ان کی ملاقات کو تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ بہت سے لوگ تھے، جس کی وجہ سے ازدحام تھا، خواجہ سراؤں نے راستہ صاف کر کے حضرت سید صاحب کو اندر پہنچایا، ملاقات کے بعد آپس میں کافی دیر تک گفتگو رہی۔

مکہ کے اہل فضل کا حضرت سے رجوع

شہر کے علماء وفضلاء کا دن بھر حضرت کے پاس ہجوم رہتا تھا (اور افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا)۔

رمضان میں حضرت کا معمول

عصر سے مغرب تک حضرت حرم محترم میں بیٹھا کرتے تھے، روزہ افطار کرنے کے بعد طواف کر کے مکان پر واپس آیا کرتے تھے۔

اور تراویح کی نماز میں چونکہ ایک حافظ کے پیچھے بہت بڑی جماعت ہوتی تھی اس لئے قران کریم کی آواز میں اشتباہ والتباس ہوتا تھا۔

حضرت نے دونوں مولانا صاحبان سے خطاب کر کے فرمایا، ایسے شور و شغب سے نماز میں اطمنان کا لطف فوت ہوتا ہے، اسلیئے آپس کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ جب تک حرم میں نمازیوں کا شور رہتا ہے، تب تک اپنے مقام میں قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہا جائے اور جماعت کے شوروشغب کے ختم ہو جانے کے بعد مطاف میں خود اپنی جماعت قائم کریں، چنانچہ اس مشورہ کے مطابق ازدحام کے ختم ہو جانے کے بعد حضرت کے ماموں زاد بھائی سید محمد صاحب دو پارے نماز میں پڑھا کرتے تھے، اور روزآنہ کرایہ کا جانور لیکر حضرت سید صاحب اسپر سوار ہوکر اور حضرت کے دوسرے ہمراہی پیدل ہی سب کے سب تنعیم جایا کرتے تھے اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے تھے اور واپس ہوکر طواف وسعی کرتے پھر حلق سے فارغ ہوکر اگر سحر کا وقت باقی رہتا تو سحری کھایا تھے اور فجر کے بعد بھی طواف کیا کرتے تھے اور اشراق کے بعد جائے قیام پر واپس ہوتے تھے مسجد کا ایک منارہ حضرت کی قیام گاہ کے قریب تھا، تو زوال کے وقت جب مذکر تذکیر کرتا تھا تو حضرت قیلولہ سے بیدار ہوکر ضروریات بشری سے فارغ ہوتے وضو کرتے اور حرم کے اندر پہنچ جاتے، امام حنفی اپنے مصلی پر

اور مکبر اس کے اوپر کھڑے ہوتے تھے فجر کے وقت کے علاوہ باقی چار اوقات میں حنفی ہی امامت کرتے ہیں اور مکبر امام کی تکبیر کے ساتھ بلند آواز سے تکبیر کہا کرتے ہیں حتی کہ دور تک کے مقتدی بھی (ان کی تکبیر کو) سنتے ہیں۔

بوقت سحر مکہ مکرمہ کا معمول

ایک تہائی رات باقی رہ جانے پر مؤذن میناروں پر چڑھ جاتے ہیں او رفصاحت وقرات کے ساتھ اپنی پسندیدہ ان آیات واحادیث کو بلند آواز سے پڑھتے ہیں جن میں تہجد کی فضیلت آئی ہے مثلاً تسبح لـه السموات السبع و الأرضين ومن فيهن وإن من شيئ إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون ان لوگوں کی یہ آواز سن کر جو مذکر ابوقبیس نامی پہاڑ پر رہتا ہے وہ بھی آیات واحادیث کو پڑھتا ہے اور اس مذکر کی آواز کو سن کر ہر گلی وکوچے کے مذکران آیات واحادیث کی تلاوت کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں پورے شہر میں بس یہی (آیات واحادیث کی) آواز گونجتی ہے اور (اس سے) لوگ تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوجاتے ہیں

جب چوتھائی رات باقی رہ جاتی ہے تو شیخ المؤذن جو کہ بیر زمزم کی چھت پر رہتا ہے اور اس کے سامنے رات کے اوقات کو جاننے وپیمائش کرنے کے آلات ہوتے ہیں اور ایک شافعی مکبر جو کہ کعبہ کے زینہ پر ہوتا ہے اور یہی روز آنہ بیت اللہ کے دروازہ کے بالمقابل غلاف کے حصے کو کھینچ کر الگ کرتا ہے اور دروازہ سے متصل کھڑا رہتا ہے اور اسی زینہ پر سے ہوکر بیت اللہ میں آنا جانا ہوتا ہے، اسے نواب مدراس نے تیار کرایا ہے۔

(چوتھائی رات رہ جانے پر) یہ مؤذن پہلے تو بڑی خوش الحانی کے ساتھ کہتا ہے يا أرحم الراحمين ارحمنا برحمتك الواسعة ياحي يا قيوم بفضلك يا الله اس کو سن کر تمام مناروں اور ابوقبیس کے مکبرین انہیں کلمات کو بلند آواز سے کہتے

ہیں اور شہر کے مکبرین بھی ان کو کہتے ہیں۔

اور چار رکعت کے بقدر وقت گذر جانے کے بعد پھر اس کلام کو پوری فصاحت کے ساتھ کہا جاتا ہے، البتہ اس مرتبہ بفضلك کی جگہ بجاه سیدنا محمد رسول الله ﷺ کہتے ہیں اور سارے مکبرین اس کا اعادہ کرتے ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا، اور چار رکعت کی بقدر وقت گذر جانے پر پھر ان کلمات کا اعادہ ہوتا ہے مگر بجاہ سیدنا محمد کے بجائے سیدنا ابوبکر الصدیق کہا جاتا ہے، پھر اسی قدر فصل وفرق کے ساتھ خلیفہ اول کے نام کی جگہ خلیفہ ثانی کا نام لیا جاتا ہے پھر خلیفہ ثانی کی جگہ خلیفہ سوم پھر ان کی جگہ چوتھے خلیفہ کا نام لیا جاتا ہے اور ہر مرتبہ مکبرین اولین کہنے والے کی اقتداء کرتے ہیں۔

رمضان میں احناف سحری کھانے کا سلسلہ بجاہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمہ پر بند کر دیا کرتے ہیں اسی طرح آب شیریں کے پلانے اور بازار میں کثرت سے ملنے والی چیزوں کا سلسلہ بھی موقوف ہو جاتا ہے اور جب خلیفہ ثالث کا نام شیخ المؤذن کی زبان پر آتا ہے تو خواجہ سرا قندیلیں روشن کر کے چاروں مصلوں پر اور بیت اللہ کے گوشوں اور حطیم کی دیوار پر رکھ دیتے ہیں گویا کہ یہ فجر کی نماز کا مقدمہ ہوتا ہے اور روزآنہ فجر سے پہلے کوئی اچھے گلے والا قاری ان آیات کو لحن داؤدی میں پڑھتا ہے إن اللّٰـه فالق الحب والنوى، راقم الحروف (یعنی مؤلف) کہتا ہے اب ان آیات کے ساتھ دوسری آیات کی تلاوت کا بھی معمول ہے مثلاً وهو الذي جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر والبحر الآية. ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں ان آیات کا معمول رہا ہو بعد میں یہ اضافہ کیا گیا ہو اسلئے کہ اس قسم کی تذکیر اور ترحیم (یعنی رحم کے الفاظ کا کہنا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفاء راشدین و تبع تابعین کے زمانہ میں ثابت نہیں ہے۔

(آگے راوی کا بیان ہے کہ) اس (مذکورہ تذکیر) کے بعد منارہ پر فجر کی

اذان ہوتی ہے، اور جمعہ و دوشنبہ کو ان مذکور الصدور آیات کے علاوہ یہ آیت بھی پڑھتے ہیں ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحاً وقال إنني من المسلمين، اس کے بعد مؤذنین منارہ سے نیچے آتے ہیں اور فجر کی دو رکعت سنت ادا کرتے ہیں پھر بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں حتی کہ امام مصلی شافعی پر پہنچ جاتا ہے جو کہ مقام ابراہیم پر ہے پھر اقامت کہی جاتی ہے اور نماز ادا کی جاتی ہے اور ہر جمعہ کو سورہ سجدہ و سورہ دھر کا معمول اس مصلی کا دائمی معمول ہے۔

مولانا اسماعیل و باقی رفقاء کی آمد

ایک ہفتہ کے بعد مولانا محمد اسماعیل صاحب علیہ الرحمہ حسن دباغ وغیرہ کے ساتھ محصول وغیرہ دیگر معاملات سے فارغ ہو کر تشریف لائے اور چاول وغیرہ کی بوریاں ننھے میاں کی تحویل میں چھوڑ دی تھیں۔

عید الفطر اور مشائخ کی آمد

اور جب رمضان ہوا تو عید الفطر کی نماز سورج نکلنے پر ادا کی گئی اور مکہ کے بزرگ حضرت سید صاحب کی ملاقات کو تشریف لائے۔

شیخ عمر بن عبد الرسول

خصوصاً شیخ عمر بن عبد الرسول حنفی محدث جو کہ مشہور عالم اور بحر عرفان سے معمور تھے، ملک عرب میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے مشہور ہے کہ سلطان روم نے بہت سے دینار اونٹ پر لدوا کر ان کے لئے بھیجے اور التماس کی کہ (انہیں قبول کر لیں اور) میری طرف سے حج کر لیں، حضرت نے ان دیناروں کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ میں نے سلطان کی طرف سے حج کر لیا ہے، وہاں ایسا ہی مشہور تھا واللہ اعلم بالصواب، حضرت سید صاحب نے ان کو پانچ ریال ہدیہ میں پیش کئے معذرت کے بعد انہوں نے قبول کر لیا اور کچھ دیر ان کی خدمت میں بیٹھنے کے بعد حضرت اپنے گھر

واپس آ گئے، حضرت کے پیش کردہ ہدیہ کو قبول کرنے پر وہاں کے رؤساء متعجب تھے۔

بیعت کا سلسلہ

حضرت کے دست مبارک پر بہت سے لوگ بیعت (بھی) ہوئے (حتی کہ بعض اہل فضل) جیسے شیخ مصطفیٰ جو کہ حنفی مصلی کے امام تھے، شیخ مذکور قاری میر داد کے برادر زادہ تھے اور کہتے تھے کہ سید ابو اللیث صاحب مرحوم نے میرے چچا سے قران مجید سنا تھا اور کچھ انہوں نے چچا کو عنایت بھی کیا تھا، حضرت سید صاحب کبھی کبھی ان کے سامنے قران مجید پڑھا کرتے تھے اور کبھی ان کو کچھ عنایت کرتے تھے (اسی طرح بیعت ہونے والوں میں تھے) خوجہ آغا الماس ہندی اور دوسرے خواجہ سرا و شیخ شمس الدین شطار، و شیخ حسن آفندی، جو کہ احمد پاشا مصری کے نائب تھے اور انہیں کے لئے مولانا عبد الحی و مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہما نے (حضرت سید صاحب کی کتاب) صراط مستقیم کا عربی میں ترجمہ کیا تھا اور دوسرے مذکورہ علماء نے بھی اس کی نقل اتاری تھی، بلغار سے ایک بزرگ آئے تھے کہ جن کے پاس بلغار کا طبع کیا ہوا قران مجید تھا وہ اکثر اوقات حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور بیعت ہونے کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے اور عبد اللہ سراج نیز دوسرے علماء حاضر ہوا کرتے تھے اور روز بروز نقد و غلہ جو خرچ ہوتا تھا اس میں اللہ کی طرف سے ایسی برکت ہو رہی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔

مغرب کے ایک بڑے صاحب علم و صاحب منصب

مغرب کے قافلہ میں ایک شخص آئے تھے جو کہ مغرب کے بادشاہ کے وزراء میں سے تھے، سید زین العابدین سے ایسا معلوم ہوا کہ ان کا نام شاید سید محمد تھا اور صحیح بخاری مع فتح الباری ان کو از بر یاد تھی، چنانچہ مولانا عبد الحی صاحب نے اپنی کتاب ہاتھ میں لیکر چند جگہ سے زبانی ان سے سن کر انکا امتحان لیا تھا اور سید زین العابدین سے معلوم ہوا کہ سید محمد باوجود اس کے کہ مالکی المذہب تھے نماز میں ہاتھ باندھا

کرتے تھے اور ارسال نہیں کرتے تھے (یعنی ہاتھوں کو کھلا نہیں رکھتے تھے) مولانا عبدالحق نے اس سلسلہ میں ان سے استفسار کیا کہ آپ کے مذہب میں تو ارسال ہے انہوں نے جواب دیا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز میں ہاتھ باندھا کرتے تھے اس لئے میں اس پر عمل کرتا ہوں اور مغرب کے لوگ اکثر قران کریم کو ازبر یاد رکھتے ہیں۔

اکابر اہل فضل کا رجوع اور اس مرجعیت پر تعجب

شیخ حمزہ محدث، وشیخ احمد بن ادریس جو کہ کامل درویشوں میں سے اور علم ظاہر و باطن کے جامع تھے اور محمد علی ہندی، ملا بخاری، شیخ صالح شافعی جو کہ شہر کے مشہور علماء میں سے تھے اور مصلی شافعی کے امام تھے اور شیخ علی واعظ و مفتی احناف اور دوسرے مکہ مکرمہ کے بہت سے اہم و باعزت لوگ جو کہ مستثناء روزگار تھے یہ سارے کے سارے حضرت سے ملتے اور حضرت کی صحبت میں رہتے تھے، بلاد عرب اور خصوصاً مکہ معظّمہ میں لوگوں کو بہت تعجب تھا کہ ہزاروں ہزار لوگ یہاں امیر وفقیر، شریف و حقیر آتے ہیں اور کوئی ان آنے والوں کو اس طرح نہیں پوچھتا یہ سید کیا کرامت رکھتا ہے کہ لوگوں کا دل اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور کیا ہی خوب کہا گیا ہے ؎

زچار سو کند آن قطرہ جذب دلہارا

بشاں سنگ کہ معروف شد بجذب حدید

ایک مغربی کی تلاش مرشد میں حیرانی اور سید صاحب کی طرف منامی وغیبی رہنمائی

اس سے اہم بات یہ سننے کی ہے کہ حافظ عبداللطیف نیوتنی اور سید محمد یعقوب -حضرت سید صاحب کے برادرزادہ- بیان کرتے ہیں کہ مغرب کے ایک بزرگ تھے جو کہ مرشد کامل کی بڑی تلاش کر چکے تھے، ایک دن انہوں نے ایک خواب دیکھا جو کہ

مبشرات کے قبیل سے تھا اس خواب میں حضرت سید صاحب کی صورت کو دیکھا کہ کسی نے ان (سید صاحب کی صورت کی طرف اشارہ کر کے) کہا کہ یہ بزرگ مکہ معظّمہ میں آ رہے ہیں اور جاؤ ان سے بیعت ہو جاؤ۔

ایک دن حضرت سید صاحب مصلی مالکی پر بیٹھے تھے اور (آپ کے پاس) سید محمد یعقوب بھی موجود تھے کہ یہ مغربی شخص فاخرانہ لباس اور بڑا سا عمامہ باندھے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اپنے عمامہ کو ذرا سا اوپر کر دیں ہم آنجناب کے بال دیکھیں گے حضرت نے ایسا ہی کیا انہوں نے بالوں کو ملاحظہ کیا اور پھر بغیر توقف حضرت سے بیعت ہو گئے، اور اس کے بعد اپنے سچے خواب کا حال بیان کیا اور عرض کیا کہ اس وقت طواف میں جب طواف کرتے ہوئے میں نے اپنا رخ بیت اللہ کے دروازہ سے اس طرف کیا تو دروازے سے ایک آواز آئی "ھو ھذا" (وہ بزرگ یہی ہیں)۔

دوسری مرتبہ جب میں وہاں پہنچا تو پھر وہی آواز سنائی دی اور میں نے وہی سابق گمان کرتے ہوئے لاحول ولاقوۃ الخ پڑھا، تیسری مرتبہ بیت اللہ کی دیوار سے ایک آدمی ظاہر ہوا اور اس نے اسی آواز (ھو ھذا) کے ساتھ آنجناب کی طرف اشارہ کیا تو وسوسہ وظن ختم ہو گیا کہ یہی صاحب میرے وہ مرشد ہیں کہ جن کی میں نے خواب میں زیارت کی ہے اور چونکہ خواب میں میں نے آپ کے بال کچھ سفید دیکھے تھے اسلئے بغرض تحقیق میں نے (عمامہ ہٹانے واٹھانے کو) عرض کیا، خواب کے مطابق معائنہ کر کے میں نے عین الیقین حاصل کیا۔

جاوہ کے تین اہل سلسلہ

جاوہ کے رہنے والے تین شخصوں نے خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہم نے آنجناب کے (بعض) خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے، اب بلاواسطہ بیعت ہونا

چاہتے ہیں اور وہ (بیعت ہو کر براہ راست بھی) سلسلہ میں داخل ہو گئے، انہوں نے سونے کی ایک سلاخ جو کہ پانچ دینار کی بقدر (مالیت یا وزن میں) تھی ہدیہ میں پیش خدمت کی، حضرت قبول نہیں فرما رہے تھے ان کے انتہائی اصرار پر قبول فرمایا اور ان کا کھانا اپنے ساتھ متعین کر لیا انہوں نے چاہا کہ سونے کی دوسری سلاخیں بھی پیش کریں مگر حضرت نے قبول نہ فرمایا اور ان کے لئے دعائے خیر فرما کر ان کو رخصت کیا، کسی کو ا پنا کرتا، کسی کو ٹوپی اور کسی کو عمامہ دیا اور بعض کو ٹوپی اور عمامہ دونوں دیا۔

حضرت کی تواضع وانکساری اور چھوٹوں کی نسبت سے غلطی کا اعتراف واعلان

عبداللہ دہلوی جو کہ نومسلم تھے، جب تکیہ شریفہ پر حضرت کی خدمت میں پہنچے (اور بیعت ہوئے) تو حضرت نے ایک نیک خادمہ سے انکا نکاح کر دیا، میاں بیوی دونوں ہی حضرت کے ساتھ سفر حج میں شریک تھے، ان کی بیوی حضرت سید صاحب کی اہلیہ مخدومہ کی خدمت میں رہتی تھیں، عبداللہ کو ان بیوی کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا، اور انہیں دنوں حضرت سید صاحب کے یہاں ان مخدومہ سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں، مخدومہ نے اہلیہ عبداللہ سے اس بچی کو بھی دودھ پلانے کو کہا، اور وہ ایک مدت تک دودھ پلاتی رہیں کسی وقت کسی وجہ سے مخدومہ نے ان کو (اس سلسلہ میں) کچھ تاکید وتنبیہ کی تو انہوں نے عذر کیا کہ میں اتنا دودھ نہیں رکھتی، کہ جس سے دو بچے سیر ہو سکیں، اگر کسی ایک کو ہی سارا پلا دوں گی تو دوسرا بھوکا رہے گا اس کی وجہ سے مخدومہ ان سے ناراض ہو گئیں۔

اور جس وقت حضرت سید صاحب دولت خانہ پر تشریف لائے تو مخدومہ نے اہلیہ عبداللہ کی معذرت کا تذکرہ کیا حضرت نے بھی ان کو تاکید کی، انہوں نے وہی عذر ذکر کیا، حضرت بھی ان سے ناراض ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو دودھ تو ضرور ہی پلانا ہوگا،

ہم تم کو دودھ زیادہ کرنے والی چیزیں کھلائیں گے انہوں نے عرض کیا کہ ایسی بہت سی چیزیں میں نے خود کھائی ہیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، حضرت دوسری عورتوں سے دریافت فرما لیں اور اس وقت میں حضرت کی بچی کو ہی دودھ پلا رہی ہوں مگر عرض یہ کرتی ہوں کہ اگر میرا بچہ بھوک سے مر گیا تو مجھ پر گناہ ہوگا یا نہیں؟ فرمایا کہ اس کے بھوکا رہنے کی وجہ سے گناہ ہے اور حضرت نے اپنی صاحبزادی کو ان سے دودھ پلوانا بند کر دیا۔

دین محمد جو کہ اس واقعہ کے نقل کرنے والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ نے یہ پورا واقعہ مجھ سے کہا اور رنجیدہ خاطر تھے، میں نے ان کو اطمنان دلایا اور کہا کہ بزرگوں کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا مگر یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے کہ حضرت ایسی حرکت ہرگز نہ کریں گے کہ حضرت کی بچی تو سیر ہو اور تمہارا بچہ بھوکا رہے۔

چار پانچ دن کے بعد حضرت کو بڑی الجھن و پریشانی پیدا ہوگئی اور حضرت نے اللہ تعالی کے ساتھ اپنے معاملات (وعبادات) میں کچھ نقصان محسوس کیا، اس کی وجہ سے وہ بہت غمگین ہوئے اور بے نیاز حقیقی کی بارگاہ میں اس درخواست کے ساتھ دعا و التجاء کی کہ میرا جو فعل عتاب کا باعث ہوا سپر متنبہ ہو جاؤں تا کہ اس سے توبہ کرلوں اور پھر (اس کام کو) نہ کروں، مجیب الدعوات نے اپنے کرم سے حضرت کو آگاہ کیا کہ باعث یہ ہے کہ اپنی لڑکی کو تم نے اپنی زبردستی سے اس عورت کا دودھ پلوایا ہے اور اگر چہ موت ہماری ہی قدرت کے تحت ہے، مگر اس بچے کا رزق تو ہم نے اس کی ماں کے دودھ میں رکھا ہے۔

اس لئے صبح کو حضرت دولت خانہ میں رونق افروز ہوئے اور تمام موجودین کو جمع کر کے فرمایا کہ اپنی بچی کو عبداللہ کی بیوی کا دودھ پلوانے کی وجہ سے بارگاہ جلّ جلالہ سے میں معتوب قرار دیا گیا ہوں اور پوری کیفیت و تفصیل ذکر کی پھر تمام عورتوں کو اپنے ساتھ لیکر عبداللہ کی بیوی کے پاس تشریف لے گئے، اس عورت نے یہ حال دیکھا تو ڈر گئی اور رونے لگی حضرت نے اس کو تسلی دی اور فرمایا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے

کہ ہم نے تمہارے اوپر زبردستی کی، لہٰذا معاف کردو، یہ بات سن کر اس کا رونا اور بڑھ گیا، تو عورتوں نے اس کو سمجھایا کہ زبان سے کہہ دو کہ میں نے معاف کردیا، بہرحال حضرت نے اس سے تین مرتبہ معاف کرایا اور حضرت نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی نیز اہلیہ محترمہ کو تاکید فرمائی کہ اس عورت کی خاطرداری و دلجوئی کا پہلے سے زیادہ خیال رکھا جائے۔

اس کے بعد حضرت شیخ عبداللطیف تاجر کے مکان کی طرف انتہائی تیزی کے ساتھ چلے، شیخ موصوف اپنی دالان میں بیٹھے تھے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت میں آپ لوگوں کے پاس ایک ضروری کام سے آیا ہوں، آپ لوگ (میری بات کو) سنیں پھر حضرت نے عبداللہ کو طلب کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور ایک بلیغ وعظ فرمایا، جس میں پروردگار ذوالجلال کی بے نیازی، اور کوتاہیوں کی نسبت سے تمام بندوں کی مساوات: نیز حق تعالیٰ کی طرف تمام بندوں کی احتیاج کو بیان فرمایا، اس کے بعد حضرت اٹھے اور تمام لوگ بھی کھڑے ہو گئے حضرت نے دودھ پلانے کا پورا قصہ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

میں نے عبداللہ کی بیوی سے تمام عورتوں کے سامنے معاف کرالیا ہے (اب) چاہتا ہوں کہ عبداللہ سے آپ تمام مسلمانوں کے سامنے معافی طلب کروں تاکہ آپ سب دعاء میں شریک ہو جائیں حضرت کے یہ فرمانے سے اہل مجلس پر رقت طاری ہوگئی، پھر حضرت نے عبداللہ سے فرمایا کہ چونکہ ہم نے اپنی بچی کو دودھ پلانے کے لئے تمہاری بیوی سے کہا تھا اس نے پہلے تو دودھ پلایا پھر معذرت کردی، ہم ناحق پر تھے اور وہ راہ حق پر تھی، اسلئے اس سے تو میں نے معاف کرالیا اب للہ تم بھی معاف کردو۔

یہ بات سن کر شدت گریہ کی وجہ سے عبداللہ کے اندر جواب کی طاقت نہیں رہ گئی اور وہ روتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور عرض کیا کہ میں تو حضرت کا خادم و فرمابردار ہوں حضرت نے فرمایا کہ تم حقیقت میں ہمارے بھائی ہو ہم سے کچھ غلطی

ہوگئی اس لئے ہمارا معاف کرانا اور تمہارا معاف کرنا بڑا خیر رکھتا ہے اور بڑی برکت بھی، مناسب ہے کہ معاف کردو، چونکہ شدت گریہ کی وجہ سے عبداللہ کی زبان سے کوئی بات نہیں نکل رہی تھی اسلئے ایک دوسرے شخص نے ان کے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ کہہ دو کہ میں نے معاف کردیا اس کے بعد حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور بڑے الحاح اور زاری وانکساری کے ساتھ دعا فرمائی تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور عبداللہ کے لئے خصوصاً، اس کے بعد حضرت حق کی طرف سے آنجناب کیلئے اس مسئلہ میں جو عنایت واجابت (قبولیت) ہوئی اس پر شکر وامتنان کا اظہار فرمایا۔

کلکتہ سے فخر التجار کا گرانقدر ہدیہ

شیخ غلام حسین ملک التجار کو (حضرت کے سفر وسواری کے سلسلہ میں) انتہائی ندامت تھی اس کی تلافی میں انہوں نے حضرت کے سفر فرمانے کے بعد، مکہ معظمہ حضرت کی خدمت میں کچھ نقد اور کچھ کپڑے بھجوائے، سید عبدالرحمٰن ودیگر لوگوں کو یاد نہیں ہے کہ اس کی مقدار کیا تھی البتہ محسن خان کا بیان ہے کہ نقد دو ہزار ریال تھے اور کپڑے تقریباً ڈیڑھ ہزار کی مالیت رکھتے ہوں گے۔

تعلیم کا اہتمام

سید احمد علی شہید کے صاحبزادے سید زین العابدین مرحوم بیان کرتے ہیں حضرت نے دونوں مولانا صاحبان (یعنی مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب) سے ارشاد فرمایا اس بابرکت جگہ میں کچھ علوم دینیہ کا بھی شغل ہونا چاہئے، موقع غنیمت ہے چنانچہ حضرت کے بھائیوں میں سے ایک صاحب سید محمد نے مولانا عبدالحی صاحب سے مشکوۃ المصابیح پڑھنے لگے اور مولوی وحید الدین پھلتی نے مولانا محمد اسماعیل سے حجۃ اللہ البالغہ پڑھنا شروع کیا، اور دونوں کے درس کی جگہوں پر مجمع ہوتا تھا، یہ سلسلہ حج کے بعد شروع ہوا تھا۔

دعاء کی برکت سے ایک رفیق کی صحت

عبداللہ عرف بخشش فیض آبادی سے منقول ہے کہ وہ مکہ معظمہ میں بہت بیمار ہو گئے، اکثر لوگ ان کے بخار کو شدت کی وجہ سے تپ و دق کا بخار کہتے تھے اور ان کی کمزوری آخری درجہ کو پہنچ گئی تھی، لوگوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ عبداللہ کا مرض دق تیسرے درجہ میں پہنچ کر اب دوا و علاج کے قابل نہیں رہ گیا ہے، حضرت سید صاحب کا معمول تھا کہ عصر کے بعد اکثر رکن یمانی کے قریب بیٹھ کر مراقبہ و دعاء کیا کرتے تھے، حسب معمول ایک دن اسی جگہ مولوی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کی مغفرت کے لئے دعا فرما رہے تھے جن کی وطن میں ہی وفات ہوئی تھی تو اسی وقت میرے لئے بھی صحت کی دعاء فرمائی اور دونوں ہی دعاؤں کی قبولیت کا حضرت کو الہام بھی ہوا، چنانچہ اس جگہ سے خوش خوش اٹھ کر باب عمرہ کی طرف کہ جدھر حضرت کی قیام گاہ تھی حضرت تشریف لیجا رہے تھے اور میں ادھر سے آ رہا تھا راستے میں میری حضرت سے ملاقات ہوئی، حضرت نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے میرے دونوں شانوں کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ موٹے میاں! تم اس وقت نہیں مرو گے، خاطر جمع رکھو، مجھ سے تو اتنا ہی فرمایا البتہ رہائشگاہ میں رونق افزاء ہونے پر مولوی محمد یوسف صاحب کی والدہ کے حق میں دعائے مغفرت اور میرے لئے دعائے صحت کا اور دونوں دعاؤں کی قبولیت کے الہام کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ فرمایا۔

ایک سوال و جواب

میرے بھائی سید محمد حسین علی مرحوم مولانا عبدالحی سے سن کر نقل کرتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں آ کر بزبان عربی عرض کیا کہ میں جنتی ہوں یا نہیں؟ حضرت نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ اس سے عربی میں کہیے کہ تم جنتی ہو، لیکن مولانا نے شریعت کے حکم کی رعایت کرتے ہوئے - کہ بجز

ان لوگوں کے کہ جن کے لئے صراحۃً زبان نبوت سے جنتی ہونے کی خوش خبری ملی ہے کسی دوسرے کو قطعی طور پر جنتی نہیں کہا جا سکتا - اس لئے فرمایا کہ حضرت سید صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اہل اسلام کے عقائد و اعمال پر قائم و دائم رہو تو جنتی ہو گے، اس پر حضرت نے فرمایا کہ مولانا بغیر کسی قید کے فرمایئے کہ تم بہشتی ہو، مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ تیسری مرتبہ حضرت کی طرف سے اس کی تاکید ہوئی اس لئے میں نے باآواز بلند کہا کہ تم بہشتی ہو۔

رمضان میں عمرہ کا معمول اور اعتکاف

حضرت جمعہ و دوشنبہ کی شب کو تنعیم تشریف لیجاتے تھے اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لاتے، اور طواف و سعی کے بعد بال منڈا کر حلال ہو جاتے تھے اور بیس رمضان المبارک کو اکیسویں شب کے پہلے سے معتکف ہو گئے اور عید کا چاند دیکھنے کے بعد قیام گاہ پر تشریف لائے۔

رمضان کے بعد اور حج سے پہلے

اس کے بعد شوال و ذیقعدہ دونوں مہینے حضرت نے مکہ معظّمہ کے طواف اور حرم میں پانچوں نمازوں کی ادائگی میں گذارے۔

حج کی تیاری

حضرت کے خواہر زادہ سید عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حج کے دنوں سے ایک عشرہ قبل حضرت عورتوں و مریضوں اور کمزوروں و معذوروں کے لئے سواریاں مہیا کرنے کی فکر میں لگ گئے، اور معلم محمد رئیس کے واسطے سے کرایہ پر سواریاں ملیں۔

ایام حج و اعمال حج

ذی الحجہ کی سات تاریخ کو امیر الحاج نے - جو کہ سلطان روم خلد اللہ ملکہ و

سلطنۃ کی جانب سے مامور ہوتے ہیں۔مصروشام وروم سے آنے والے قافلوں کے لیے مسجد حرام میں مناسک حج سے متعلق خطبہ دیکر خاص وعام کے کانوں تک احکام حج کو پہنچایا، اور(حج کا ارادہ کرنے والے اہل مکہ نے نیز باہر سے آنے والے) حجاج نے (کہ زیادہ تر وہی حج کرنے والے ہوتے ہیں) اپنے مکانات پر نگہبانوں کا انتظام کیا۔

یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کی شب کو سنت کے مطابق حضرت سید صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ حطیم کے اندر حج کا احرام باندھا اور اللہ تعالی کے حضور میں انتہائی الحاح وزاری کے ساتھ ایسی لمبی دعاء کی کہ جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے سب پر ایک عجیب وغریب حالت طاری ہوئی اور دل بینا رکھنے والوں کی آنکھیں جاری چشمے کی طرح بہہ پڑیں، پھر شبریوں کے نیچے ہر ہر اونٹ پر دو دو بورے چاول کے باندھے گئے اور بیس خیمے نیز دو دیگ بھی ساتھ لئے گئے۔

منیٰ میں

اور یہ سامان لیکر اہل قافلہ منی میں پہنچے، منی کے اندر مسجد خیف کے وسط میں ایک گنبد ہے کہ اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ نصب کیا گیا تھا، اور اس سے ہی متصل وہ غار ہے جو کہ غار مرسلات کہلاتا ہے اسلئے کہ اسی میں سورۃ مرسلات نازل ہوئی تھی اور مسجد خیف کی مشرقی سمت میں ایک تیر سے زائد فاصلہ پر ایک مسجد ہے جو کہ مسجد کبشی کہلاتی ہے اسلئے کہ وہ مسجد جس جگہ ہے یہ جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کی بتائی جاتی ہے، اور اسی سے متصل حضرت سید صاحب کا خیمہ لگایا گیا تھا اور بہت سے لوگوں نے سنت نبوی کا پاس ولحاظ اٹھا کر اسی شب کو عرفات کا رخ کرلیا، لیکن حضرت سید صاحب شیخ صالح اور شیخ عمر اور دوسرے مکہ کے سرآوردہ لوگ اتباعاًللسنۃ منی میں ہی مقیم تھے۔

تاریخ سے متعلق ایک افواہ اور پریشانی وعمل

اسی اثناء میں یہ خبر عام ہوگئی کہ ذی الحجہ کا چاند ۲۹ ذیقعدہ کو ہوا ہے اور اس

حساب سے آج نو ذی الحجہ ہے اور عرفات میں وقوف کا دن ہے، یہ علم ہونے پر حضرت سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کو طلب فرمایا اور انکے سامنے اس معاملہ کا ذکر فرمایا، مولانا نے عرض کیا کہ اس معاملہ میں مکہ مکرمہ کے سر برآوردہ لوگوں سے ہی تحقیق فرمائیں، جب شیخ محمد صالح و شیخ محمد عمر وغیرہ سے اس معاملہ کی تحقیق کی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ خبر قابل اعتماد نہیں ہے، آج رات تو یہیں قیام کرنا چاہئے، جب تک کہ کوئی بات پورے طور پر صاف ہو اور قاضی اس کے مطابق حکم و فیصلہ نہ کرے ہم کو اس پر عمل نہ کرنا چاہئے، یہ مضمون سید زین العابدین کے بیان سے مستفاد ہے، اور اسی رات کو کھانا پکا کر حضرت کے قافلہ میں تقسیم ہو گیا، صبح کو سب لوگ عرفات کے لئے روانہ ہوئے، اس طرح منیٰ میں رات گذارنا بھی نصیب ہو گیا جو کہ سنت ہے۔

عرفات

عرفات پہنچنے پر زوال کے بعد ظہر و عصر کی نماز امام کے پیچھے جمع تقدیم کے ساتھ پڑھی گئی پھر اپنے خیموں میں واپس آ کر دعاء وغیرہ میں مشغول ہو گئے، اسی درمیان پھلت کے بعض شرفاء نے آپس میں مشورہ کیا کہ آج کا دن بڑا بابرکت دن ہے لہٰذا حضرت کے دست مبارک پر ہم لوگ بیعت کی تجدید کر لیں، چنانچہ شیخ صلاح الدین نے بلند آواز سے کہا کہ آپ لوگ یہ بات اس طرح چپکے سے اور پوشیدگی کے ساتھ کیوں کہہ رہے ہیں، حضرت سید صاحب کی خدمت میں اس کو ذکر و بیان کیجئے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنا یہ مدعا حضرت کے سامنے عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ آپ تین آدمی اسی وقت بیعت ہو جائیں باقی جماعت کے حق میں ابھی جمعیت خاطر نہیں ہے۔

مردوں سے بیعت لینے کے بعد اور عورتوں کے معاملات سے مطمئن ہونے بعد آپ عورتوں کے خیموں کے بالکل پاس تشریف لے گئے اور اپنی ایک چادر

خیمہ کے اندر ڈال کر فرمایا کہ تم میں سے جس کو پسند ہو میری اس چادر کو پکڑ کر بیعت ہو جائے ، خلاصہ یہ کہ مردوں و عورتوں سب سے طریقہ محمدیہ کے لئے بیعت لی گئی پھر جب یہ خبر باقی تمام لوگوں کو ہوئی تو سب نے بھیڑ لگالی اور یہ شرف حاصل کیا، اس کے بعد حضرت نے ر[illegible] مائی اور بیعت ودعا کی قبولیت کی بشارت حاضرین کو دی اور یہ بشارت بھی سنائی (کہ حق تعالی نے فرمایا ہے) کہ تم کو میں نے اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں کو یہاں لانے پر بڑا اجر عطا کیا ہے اور اس سال کے تمام حاجیوں کا حج میں نے مقبول ٹھہرایا ہے۔

پھر لوگوں نے (جبل رحمت سے قریب وقوف کی غرض سے) خطیب سے زیادہ سے زیادہ قریب رہنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کی حتی کہ عورتوں نے بھی اس کی ہمت کی ، اور صحرا کی ریت کے شدت کے ساتھ تپنے کی وجہ سے بعض لوگوں کے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے اور ہم نے چاہا کہ عورتوں کو بھی جبل رحمت کے قریب لیجائیں کہ اچانک والدہ محترمہ سید نور الہدی و ہمشیرہ حکیم مغیث الدین بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں ، تو ان کو لوگوں نے خیمہ کی جگہ میں پہنچایا اور خیمے مزدلفہ جانے کے لئے اکھاڑے جا چکے تھے اور سواری پر بھی رکھ دیئے گئے تھے ، اسلئے دو خیمے نکال کر (پھر سے) نصب کئے گئے اور دونوں بیہوش عورتوں اور کمزوروں و دوسری عورتوں کو ان میں پہنچا دیا ، کچھ دیر بعد حکیم مغیث الدین صاحب کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا البتہ دوسری خاتون کو افاقہ ہو گیا۔ چونکہ عرفات کی طرف سے ہی ایک نہر مکہ معظمہ میں آتی ہے اسلئے عرفات میں پانی خوب ملتا ہے اور حاکم کی طرف سے اس کی نگرانی کے لئے لوگ متعین رہتے ہیں۔

مزدلفہ

غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کے لئے کوچ ہوا ، قافلہ کے لوگ کثرت اژدحام کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ، بعض نے صبح کو اپنے قافلہ کو پایا اور

بعض نے پایا ہی نہیں البتہ منی میں سب یکجا ہو گئے عرفات سے چلتے وقت حضرت سید صاحب نے محسن خان بریلوی کو دس آدمیوں کے ساتھ والدہ بی بی سارہ محترمہ کی معیت کے لئے متعین کیا تھا، اس ازدحام میں مخدومہ کی سواری بھی اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئی، آخر مزدلفہ میں نہر کے کنارے پر ان کی سواری کو ساتھیوں نے پایا اور ان کو مزدلفہ میں ٹھہرایا، سب نے مزدلفہ میں شب باشی کی سنت ادا کی، صبح کو محسن خان نے حضرت کی خدمت میں یہ بات پہنچائی کہ مخدومہ کو اپنے ساتھ رکھیں، حضرت نے فرمایا نہیں، اسی طرح تم گیارہ آدمی ان کے ساتھ رہو گے اس لئے کہ ایک ایک جماعت کو ان زنانہ سواریوں اور سامان کے ساتھ اسی لئے لگایا گیا ہے کہ اگر نصف سوار ادھر سے ادھر ہو جائیں تو نصف تو ضرور ہی ساتھ میں رہیں گے اور اس طرح کوئی حرج و تنگی نہ ہوگی۔

اور چونکہ مزدلفہ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور وہی گذرگاہ و راستہ ہے اس لئے وہاں تنگی پیدا ہو جاتی ہے برخلاف عرفات کے میدان کے کہ وہاں ہزاروں آدمیوں بلکہ بے عدد و بے شمار افراد کے باوجود کسی طرح بھی تنگی نہیں ہوتی، یہ چیز قدرت کی واضح نشانیوں میں سے ایک ہے،

سید عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ فجر کے وقت جب وضو کرنے کے لئے نہر پر گئے تو بھیڑ کی وجہ سے مجال نہ تھی کہ نہر تک پہنچ سکیں، اسلئے ایک ریال کے بدلے میں وضو کا پانی طلب کیا مگر کوئی نہیں سن رہا تھا، ایک سقہ پہنچا تو ہم نے اس سے وضو کا پانی مانگا، اس نے کہا کہ پانچ ریال میں بھی میسر نہیں ہے مگر اللہ کا واسطہ دے کر اسی سقہ سے پانی لیکر وضو کیا، اور عشاء کی نماز ادا کی اور وہیں سے کنکریاں چنیں، اکثر نے ستر اور بعض نے ۴۹ کنکریاں جمع کیں۔

منیٰ میں واپسی

فجر کے بعد ہم لوگ منی کو روانہ ہوئے اور وادی محسر میں جب پہنچے تو بہت

تیزی کے ساتھ اس کو پار کیا اسلئے کہ یہ خطہ اللہ کی ناراضگی کا خطہ وعلاقہ ہے اصحاب فیل اسی وادی میں ہلاک کئے گئے اور اس سے تیزی سے گذر جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے، منیٰ پہنچے تو جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوئے، اس کے بعد حضرت نے بڑے الحاح کے ساتھ اور بہت دیر تک رب جلیل کی بارگاہ میں دعا کی پھر قربانی کی حضرت سید صاحب نے سو سے زیادہ بکریاں خریدی تھیں، پچیس حضرت کے ہمشیرزادہ سید احمد علی نے خریدی تھیں (قربانی سے فراغت کے بعد) سر مونڈایا بعض لوگوں نے احرام کا کپڑا بدن سے الگ کر دیا اور لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادائگی حج کی مبارک باد نیز دعاؤں کی قبولیت پر بھی مبارک باد پیش کی۔

عصر کی نماز کے بعد حضرت اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کو لیکر طواف زیارت کی غرض سے جو کہ فرض ہے مکہ معظّمہ کو روانہ ہوئے، منیٰ کی گھاٹیوں سے جب باہر نکلے تو شیخ صالح جو کہ اپنی جماعت کے ساتھ تھے ان سے ملاقات ہوئی، آپس میں سلام و مبارکباد کا تبادلہ ہوا، پھر شیخ صالح نے بلند آواز سے کہا یا مولینا! میرے لئے مغفرت کے لئے دعا کر دیجئے، حضرت نے فرمایا انشاء اللہ تعالی اور مولانا آپ بھی میرے لئے مغفرت کی دعا فرمادیں، اس کے بعد جب نہر پر پہنچے تو غسل کیا، احرام کا کپڑا اتار کر دوسرا کپڑا پہنا، غروب آفتاب سے پہلے طواف کیا، اور اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کی، دوگانہ طواف ادا کیا، اور مغرب کے بعد منی کو واپس ہوئے، یوم النحر کے بعد بھی تین دن منی میں قیام کیا، اور روزآنہ قربانیاں کیں، اور چاول ساتھ میں تھا تو چاول اس قربانی کے گوشت میں ملا کر پلاؤ پکتا تھا اور قافلہ کے علاوہ دوسرے غرباء و مساکین کو بھی تقسیم کیا کرتے تھے، بارہ کو قربانی بند ہوگئی۔

مکہ مکرمہ کو واپسی

تیرہویں تاریخ کو جمرات کی رمی اور دعا سے فارغ ہو کر عصر کے بعد حضرت

سید صاحب مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں مولانا عبدالحی صاحب کے اہل خانہ کی سواری کے سلسلہ میں کچھ جھنجھٹ ہوگیا، واقعہ یہ ہوا کہ منی سے چلے تو (کچھ دیر بعد) مغرب کا وقت آ پہنچا مولانا موصوف نے جمال سے اونٹوں کو روکنے کو کہا تاکہ مغرب کی نماز ادا کرلیں، مگر اس نے جہالت کی بنا پر قبول نہ کیا، بڑے اصرار کے بعد اونٹوں کو روکا اور پورے اہل قافلہ۔ مردوں وعورتوں سب نے نماز ادا کی، لیکن جمال نے اونٹوں کو روکتے وقت اپنی زبان سے یہ کہا کہ تم برے لوگ ہو پھر کبھی تمہاری ہمراہی نصیب نہ ہو۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولانا ممدوح نے اس کا ہاتھ پکڑ کر عربی میں فرمایا کہ یہ لوگ ہندوستان سے محض حج اور دوسری عبادتوں کے لئے آئے ہیں اور تم ان سے نفرت کرتے ہو اور ان کو برا شمار کرتے ہو اور دعا کرتے ہو کہ پھر ان کا ساتھ نہ ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ایمان کا کوئی حصہ نہیں رکھتے، اسلئے کہ ہم نے نماز کے لئے تم سے ٹھہرنے کو کہا تھا اور دوسری کوئی غرض نہ تھی اسی انداز میں جمال کو فہمائش کر کے روانہ ہوئے اور یہ بھی فرمایا کہ تم اپنے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالی تم کو ایمان نصیب کرے تاکہ نماز کی قدر و مرتبہ کو جانو، ایک لمحہ نہ گذرا تھا کہ وہ جمال آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہہ رہا تھا کہ میری غلطی معاف کردیں، میں توبہ کرتا ہوں پھر ایسی گندی حرکت نہ کروں گا عشاء کے وقت ہم لوگ اپنے مکان پر پہنچے۔

دوسرے دن وہ جمال پھر آیا اور اس نے دوبارہ معذرت کی اور کہا کہ آپ میرے مرشد ہیں، اس کے بعد اس نے عادت بنالی کہ جب کبھی سفر کے لئے جاتا تھا تو رخصت ہونے کی غرض سے مولانا ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور سفر سے واپسی پر بھی حاضر ہوتا تھا۔

جائے قیام کی تبدیلی

حضرت نے (مکہ مکرمہ میں قیام کیلئے پہلے) زین العابدین عرب کا مکان

کرایہ پرلیا تھا اوراسی میں قافلہ کے ساتھ رہتے تھے، حج سے فراغت کے بعد یکم محرم سے محمد سعید عرب کی حویلی جو کہ پہلے مکان سے بہت قریب تھی، وہاں کے معمول کے مطابق ایک سال کے لئے کرایہ پر لی، اور عاشوراء محرم کے بعد مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری ہوئی۔

ایک حادثۂ موت

رائے بریلی کی رہنے والی ایک خاتون مسماۃ مینڈا بوا تھیں جو کہ بڑی صالح اور پابند صوم وصلاۃ خاتون تھیں، حج مبرور کی سعادت حاصل کرنے کے بعد، جس کی بابت حدیث صحیح میں آیا ہے لیس جزاء ہ إلا الجنة (اس کا بدلہ تو جنت ہی ہے) قضاء الٰہی سے ان خاتون کا انہیں بابرکت ایام میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہوگیا اور اتفاق سے اسی دن معظّمہ میں زادھا اللّٰہ شرفاً و تعظیماً کے سر برآوردہ لوگوں میں سے ایک بڑے باعزت رئیس کا بھی انتقال ہوا تو ان کے جنازہ کے ساتھ مکہ کے تمام سر برآوردہ لوگ تھے حتیٰ کہ شیخ عمر علیہ الرحمۃ بھی، اور حضرت خود اپنے قافلہ کے ساتھ مسماۃ موصوفہ کے جنازہ کے ساتھ تھے، لوگوں نے دونوں جنازے ساتھ کردیئے، شیخ عمر بن عبدالرسول نے بھی مسماۃ موصوفہ کے جنازہ کو کندھا دیا اور (کچھ دور ساتھ لیکر) چلے، پھر مرحومہ کے جنازہ کو جنت المعلی میں پہلے پہنچادیا، ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے ان کے حق میں بڑی بشارتیں بھی دی تھیں۔

والدہ مولانا اسماعیل کی بیعت ووفات

حضرت کے ہمشیر زادہ مولوی سید احمد علی صاحب مرحوم نے اپنی کتاب 'مخزن احمدی' میں ذکر کیا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ کی والدہ جب مکہ مکرمہ پہنچیں اور حج اور عمرہ سے فراغت حاصل کرلی تو بیمار ہوگئیں او، کوئی دوا موافق مزاج نہ ہوئی، اسلئے کہ ان کا مرض الموت تھا اور مولانا ممدوح برابر ان کو حضرت سید

صاحب سے بیعت ہونے کے لئے ترغیب دیا کرتے تھے، اور وہ منظور نہ کرتی تھیں، وہ برابر دعا کرتے رہے۔

جب ان کی زندگی سے صرف ایک ہفتہ رہ گیا تو انہوں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا، انہوں نے دیکھا کہ قیامت کا میدان ہے اور زمین - آفتاب، جو کہ انسانوں کے سر کے قریب تھا اس کی گرمی کی وجہ سے لوہے کے توے کی طرح گرم ہے ایسی کہ گوشت کا ٹکڑا اس پر پڑتے ہی کباب ہو جائے اور آفتاب کی گرمی کی وجہ سے دماغ کھول رہا ہے اور سوزش جگر نیز گرمی آفتاب کی وجہ سے سارا عالم بیتاب ہے نہ تو کہیں سایہ دار جگہ ہے اور نہ ہی پانی ہے اور وہ (محترمہ) اسی تشنگی و بیتابی میں ہر طرف دوڑ رہی ہیں اور مقصد نہیں حاصل ہو رہا ہے، آخر کو ان کی طاقت جواب دے گئی اور چلنے کی سکت نہ رہ گئی اور وہ ناتوانی کی وجہ سے گر پڑیں۔

(اسی حال میں) کافی دور انہوں نے ایک لمبا چوڑا سایہ دیکھا، جس کے نیچے بے شمار لوگ اور ہزاروں ہزار افراد تھے اور سب کے سب خوشحالی اور خوشیوں سے مالا مال اور شیریں وخوشگوار پانی سے سیراب، اور ان کے چہروں پر تروتازگی اور آب و تاب ظاہر تھی محترمہ نے (کسی سے) پوچھا کہ اس سایہ کا مالک کون ہے اور اس (سایہ سے فیضیاب ہونے والی) جماعت کے ذمہ دار کا نام مبارک کیا ہے، لوگوں نے کہا کہ یہ احمدی گروہ ہے، تم بھی اسی میں شامل ہو جاؤ تا کہ رنج و مشقت سے تم کو آزادی ہو جائے اور تم بھی ان مرفہ حال لوگوں میں سے ایک ہو جاؤ۔

جب وہ مرحومہ خواب سے بیدار ہوئیں تو اپنے فرزند سعید مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ کو تاکید کی کہ جلد از جلد سید السادات کو لاؤ تا کہ ان سے بیعت ہو کر کامیاب ہوں، چنانچہ حضرت چند لوگوں کے ساتھ مرحومہ کی جائے قیام پر تشریف فرما ہوئے اور ان مرحومہ کو داخل حلقہ بیعت کیا اور ان مرحومہ کے حق میں بڑے الحاح کے ساتھ اسی جگہ بیعت لیکر دعا بھی کی اور اپنی جگہ پہنچ کر بھی دعا کی، اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد

ان مرحومہ نے وفات پا کر رحمت الٰہی کے زیر سایہ جگہ پائی۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

ایک عجیب مشاہدہ ومکاشفہ

حضرت کے ہمشیر زادہ سید زین العابدین بن سید احمد علی مرحوم شہید کے بیان صداقت بیان سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت سید صاحب جب دو جہانی سعادت کے حصول اور جاودانی برکات کے اکتساب کے لئے بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً کی زیارت کی غرض سے مکہ معظّمہ میں حاضر ہوئے، تو مکہ میں ایک شخص تھے جو کہ سبیل شاہ کے نام سے معروف تھے اور وہ جناب قدوۃ المحدثین زبدۃ المفسرین معارف وحقائق آگاہ، موصل الی اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز کے مریدوں میں سے تھے اور ان دنوں وہ اس بابرکت اور امن وامان والے شہر میں مقیم تھے اور محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خالصاً ومخلصاً لوجہ اللہ، انہوں نے حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت اپنے ذمہ لے رکھی تھی اور اس پاکیزہ مشروب کے جام و پیالے حاجیوں کے گروہ تک پہنچایا کرتے تھے اور اس طرح اس نیک عمل کے ذریعہ ابدی بھلائیاں اور سرمدی نیکیاں جمع کر رہے تھے۔

ایک دن یہی صاحب حضرت کے خواہر زادہ سید عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذکر کیا کہ میں نے ابھی ابھی پیر ومرشد برحق مولانا عبدالعزیز صاحب عم فیضہ کو حرم محترم کے اندر حطیم کے احاطہ میں میزاب رحمت کے نیچے نماز میں مشغول دیکھا ہے، سید عبدالرحمٰن صاحب نے یہ حال سنا تو کمال اشتیاق کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے اور سبیل شاہ کے ساتھ انتہائی تیزی سے حرم محترم کی طرف دوڑے اور ایک شخص کو حجر اسماعیل میں نماز میں مشغول دیکھا، سبیل شاہ نے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا کہ یہ حضرت پیر ومرشد نماز پڑھ رہے ہیں پہچان لیجئے، چونکہ وہ مقام کعبہ شریفہ کی دیوار سے متصل تھا اسلئے نماز پڑھنے والا پورے طور پر نظر نہیں آ رہا تھا،

اس لئے وہ اسی جگہ اس کے سلام کے منتظر ہو کر بیٹھ گئے اور اسپر نظریں جمائے رہے، کچھ وقت اسی حال میں گذرا اتفاق سے کھجلی یا کسی دوسری وجہ سے اپنی توجہ ادھر سے ہٹالی اور پھر جو نظر کی تو اس شخص کو غائب پایا اور اس کا کوئی نام ونشان نہ ملا، ہر چند دائیں وبائیں اس کی تلاش وجستجو کی، اور دیکھا مگر اس نمازی کا کوئی پتہ نہ ملا ؎

بسر وقت شاہ خلق کے رہ برند
کہ چوں آب حیواں بظلمت ترند

آخر کار بغیر مقصود کے حاصل کئے حضرت سید صاحب کی خدمت میں واپس آئے اور اس واقعہ کی حقیقت حضرت کے سامنے عرض کی، کہ مدتوں سے حضرت قدوۃ المحدثین کے دیدار کا شرف حاصل کرنے کی آرزو میرے جان ودل میں بسی ہوئی ہے، اس وقت یہ خوشخبری سن کر سعادتوں کے حصول اور آرزو کی امید لیکر انتہائی اشتیاق کے ساتھ دوڑا ہوا گیا، لیکن چونکہ فی الحال یہ سعادت مقدر نہ تھی، ان کا کوئی نشان وپتہ نہ پاسکا۔

حضرت سید صاحب جو کہ ان اسرار سے واقف تھے انہوں نے فرمایا کہ جب ان جیسے معاملات میں حضرت قدوۃ المحدثین کو خود اخفاء مقصود ہوتا ہے تو تم لوگوں کے لئے اس کے اظہار واعلان کے درپے ہونا مناسب نہ تھا، آئندہ ایسی حرکات سے محتاط رہا جائے، اگر حضرت کو ہم وتم سے ملاقات منظور خاطر ہوتی تو خود بنفس نفیس تشریف لاکر خود ہی ہمکو سرفراز فرماتے، ان کی تلاش کی بالکل ضرورت نہ تھی یہی روایت کتاب 'تاریخ احمدی' میں کافی طوالت وبسط وتفصیل کے ساتھ مروی ہے البتہ اتنا حصہ متفق علیہ تھا اس لئے اس مختصر کتاب میں اسی کو درج کیا گیا۔ واللہ أعلم بحقیقة الحال وإلیه المرجع والمآل.

☆☆☆☆☆

حضرت سید احمد شہیدؒ کا سفر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

باب دوم

حضرت سید احمد شہیدؒ کا سفر مدینۃ الرسول ﷺ

سواری کا انتظام

حضرت سید صاحب کے ہمشیر زادہ سید عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ کے سفر کا قصد ہوا تو کمزوروں ومعذوروں مثلاً حافظ معین الدین پھلتی کو جو کہ بیمار تھے اوران کے صاحبزادے مولوی وحید الدین ومیاں سعد الدین، ومولوی امام الدین صاحب بنگالی ودین محمد وغیرہ کو۔ مولوی اسماعیل صاحب کے ساتھ (مکہ مکرمہ میں) چھوڑ کر اواخر محرم میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور محمد رئیس معلم وشیخ الجمال طلب ہونے پر آئے اور پچاس پچاس اونٹ حضرت سید صاحب کے زیر انتظام کرایہ پر لئے گئے، اور مولوی سید محمد علی مرحوم، برادر بزرگ سید عبدالرحمٰن، کی روایت کے مطابق ایکسو بیس اونٹ بلد امین کے حاکم احمد پاشا کی معرفت کرایہ پر لئے گئے، اور پچھتر اونٹ حیدرآباد کے دونوں امراء سلطان حسین خان اور محمود خان نے کرایہ پر لئے، پھر شغدف اور شبریوں کی خریداری ہوئی، اور چند اونٹ (محض) پانی لادنے کے لئے متعین کئے گئے۔

ہتھیاروں کی بابت مشورہ

اور حضرت سید صاحب نے معلم وشتر بانوں اور دوسرے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلحوں کو یہیں چھوڑ دینا چاہئے یا ساتھ لے جانا چاہئے، اکثر

لوگوں نے کہا کہ اسلحہ ساتھ لے جانے میں مصلحت ہے، اسلئے کہ حضرت کا قافلہ شہرہ آفاق ہو چکا ہے اور اس گروہ باشکوہ کے تمول وخوشحالی کی خبر اطراف عالم میں ہو چکی ہے، اسلئے یقینی بات ہے کہ جب قزاقوں کو اس جیسے قافلہ کے نہتے ہونے کی خبر ملے گی تو وہ اس صورت میں دست درازی کے درپے ہوں گے اور ہتھیار بند ہونے کی صورت میں چونکہ جیسے اس جماعت کی تونگری و مالداری زبان زد وخلائق ہے، اسی طرح اس کی شجاعت و بہادری بھی لوگوں کے ذھن میں بیٹھی ہوئی ہے، اس لئے یہ خبر یقیناً ان کو (کسی غلط ارادے سے) باز رکھے گی، اور بالفرض اگرانہوں نے قصد کیا بھی تو اس طرف سے ان کا مقابلہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔

اسپر حضرت نے فرمایا کہ ہملوگ دور دراز سے حرمین شریفین کی زیارت کے جذبہ سے سفر کر کے اس مقدس سرزمین پر آئے ہیں، اس لئے ہم ان تمام لوگوں کے لئے - خواہ عوام ہوں یا خواص، شہری ہوں یا بدوی، جو ان اطراف میں رہتے ہیں، ان سب کے لئے - اس نسبت سے واجب التعظیم ہیں اسلئے ہمارا مقابلہ کرنا ہرگز روا نہیں ہے، اور ہم محض اللہ کو اور نیک نیت کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔

پھر حضرت نے اپنا چاقو کمر بند سے کھول کر زمین پر ڈال دیا یہ کہہ کر کہ مسلمان کی نسبت سے تو اس چاقو کو بھی ہم اپنے سے جدا کر دیتے ہیں اگر کوئی ہم پر چڑھائی کرے گا، سارا سامان اس کے سامنے ڈال دیں گے پروردگار جو کہ حقیقۃً عطا کرنے والا ہے ہم کو پھر عطا کرے گا، معلم وشتربانوں نے جب حضرت کی بات سنی تو دم بخود رہ گئے، پھر حضرت نے اپنے پورے قافلہ کے سارے ہتھیار لیکر اپنے مکان کے ایک کمرہ میں سب کو مقفل کر دیا۔

مدینہ منورہ کو روانگی

پھر حضرت مکہ معظمہ سے نکلے اور میدان طوی میں (دودن) قیام فرمایا، اس

کے بعد وہاں سے بوقت عصر کوچ فرمایا اور وادی فاطمہ کی نہر پر قیام کیا، اور وہاں سے چلے تو خلیص میں ٹھہرے جو کہ ایک بڑا قصبہ ہے نماز جمعہ وہیں ادا کی گئی، اس کے بعد شتر بانوں کے مشورہ سے تمام برتنوں کو پانی سے بھر کر عصر کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے، بعض پیدل چلنے والوں نے بھی یہ کیا کہ مشکیزہ کو بھر کر اپنے ساتھ لے لیا، اور ان بدوی شتر بانوں نے قارع نامی ایک جگہ پر کہ جہاں پانی نہیں پایا جاتا قافلہ کو ٹھہرایا، حضرت سید صاحب نے اپنے قافلہ کے تمام مشکیزوں کو جمع کیا اور خیمہ کے اندر ایک جگہ محفوظ کر کے اس پر نگراں متعین کیا، نگراں ڈبئی کے رہنے والے شیخ باقر علی تھے، حضرت نے ان کو حکم فرمایا کہ ہر ایک کو اس کی ضرورت کی بقدر پانی دیا جائے گا عصر کے اولین وقت میں کوچ کیا اور کچھ دیر میں تین میل کے فاصلہ پر چند کنویں نمودار ہوئے کنوؤں کو دیکھتے ہی حضرت سید صاحب شتر بانوں پر بہت ناراض ہوئے کہ ان کنوؤں کے قریب ہونے کے باوجود تم نے قافلہ کو بے پانی کی جگہ پر ٹھہرا کر کیوں ہلاک و پریشان کیا، اس کے بعد قافلہ کا پڑاؤ سمندر کے کنارے ایک تنگ جگہ پر ہوا۔

بدوؤں کی بدسلوکی اور ان سے جنگ

بدو (جو کہ قافلہ کے شتر بان تھے ان) کی شرارت روز بروز بڑھتی ہی جارہی تھی انہوں نے راستہ کی معروف منزلوں کو چھوڑ رکھا تھا، اور یہ ساری خرابی غیر منزل میں قیام کرنے کی وجہ سے پیش آئی، اس کے بعد رابغ میں پہنچے اور وہیں شتر بانوں کے ایک گروہ نے حضرت کے سہارنپوری رفقاء کے ساتھ کچھ شرارت کی، جنگ کی نوبت آ پہنچی کسی نے حضرت سید صاحب کو اطلاع پہنچائی کہ مولوی وجیہ الدین سہارنپوری کو بدوؤں نے تلواروں سے مارا ہے، حضرت نے یہ خبر سن کر امام خان خیرآبادی و محسن خان رائے بریلوی کو اشارہ کیا کہ (جائیں اور صحیح) خبر لے کر آئیں، پھر امام خان کے بھائی ابراہیم خان کو بھیجا جب وہ لوگ اس طرف سے واپس آئے،

توحضرت نے مجھ کو (یعنی عبدالرحمٰن کو) اشارہ کیا کہ جاؤ اور خبر لو، چوبدستی سنگین میرے ہاتھ میں تھی میں دوڑتا ہوا گیا، ایک پتھر میرے ہاتھ میں اتنی زور سے لگا کہ میں نے چوبدستی کو دوسرے ہاتھ میں پکڑلیا، پھر اسپر دوسرا پتھر پڑا کہ جس کی وجہ سے وہ گر گئی پھر میں نے اس کو اٹھالیا، یہ حال دیکھ کر میرے بھائی سید احمد علی دوڑے، ان پر بھی ایک پتھر پڑا شیخ الطاف دوڑتے ہوئے آئے تو ان کا سر پتھر سے زخمی ہو گیا، اور قافلہ کے اکثر لوگ زخمی ہو گئے، حتی کہ ایک دو پتھر حضرت سید صاحب کے سینہ پر بھی لگے۔

حضرت سید صاحب اپنے قافلہ کے لوگوں کو بلند آواز سے بدووں کو مارنے سے منع فرمارہے تھے، اسی لئے قافلہ کے اکثر لوگ زخمی ہو گئے اور کسی شخص نے ان لوگوں پر کوئی گھاس بھی پھینک کر نہیں ماری، جب قافلہ کے لوگوں نے دیکھا کہ قافلہ کے بہت سے لوگ زخمی ہو گئے تو کھجور کی ٹہنیاں جو کہ وہاں بہت سی پڑیں رہتی ہیں، ان کو ہاتھ میں لیا اور ان پر حملہ آور ہوئے، اور ان ٹہنیوں سے ان کو سخت چوٹیں پہنچیں جس کی وجہ سے وہ لوگ پسپا ہو کر پہاڑ پر چڑھ گئے، اور اس کے بعد وہ پھر جمع ہوئے اور انہوں نے بندوق کے فتیلے روشن کئے اور پیٹیاں کمر سے باندھ کر جنگ کے لئے مستعد ہو گئے اور حضرت نے حزب البحر کا ورد کرکے دعا کی اور قافلہ کے آدھے لوگ ان سے مقابلہ کو اٹھے۔

اس وقت ایک دوسرے شیخ الجمال نے اپنے اتباع کو ساتھ میں لیا اور مسلح ہو کر حضرت سید صاحب کے قافلہ کو پس پشت کرکے ان حملہ آور بدووں کے مقابلہ کو کھڑا ہو گیا، اس حال کو دیکھ کر عورتیں اور بچے شور وغوغا کرنے لگے اور شتربانوں نے جب یہ دیکھا کہ خود ہماری جماعت کے نصف آدمی قافلہ کی حمایت پر ہیں تو وہ اپنی سختی کو بھول گئے، اس دوسرے (قافلہ کے حامی) شیخ الجمال نے شریروں سے کہا کہ میں نے ان کے اسلحے کو دیکھا ہے کہ سارا کا سارا انہوں نے مکہ معظمہ میں چھوڑ دیا ہے اور محض حصول سعادت کے لئے انہوں نے یہ سفر کیا ہے ورنہ تو اپنے ان اسلحوں سے یہ تم

کو پلک جھپکتے میں راہی ملک عدم کردیتے چونکہ یہ لوگ محض اللہ کے لئے، اور روضہ منورہ ومقدسہ کی زیارت سے سعادت حاصل کرنے جارہے ہیں اسلئے میں اس للّٰہی گروہ کی محض اللہ کے لئے مدد کررہا ہوں۔

مجبور ہوکر دوسرے شیخ الجمال نے جوکہ مخالف تھا، اپنے ساتھیوں کو پتھر پھینکنے سے منع کیا اور اس پوری جماعت نے یہ چاہا کہ اپنے اونٹوں کو لیکر اپنے گھروں کو واپس ہوجائیں اور قافلہ کی رفاقت چھوڑ دیں، مگر آپس کی فہمائش سے یہ طے پایا کہ دونوں فریقوں کے زخمیوں کو سوار کرایا جائے، اور اس امر کا فیصلہ وادی صفراء میں پہنچ کر ہوگا جہاں کہ رئیس الجمالین رہتا ہے، چنانچہ رخت سفر باندھ کر آگے کو روانگی ہوئی، جب وادی صفراء میں پہنچے تو شتر بانوں نے آرام کی غرض سے وہاں قیام کیا

اور رئیس الجمالین کو سارا ماجرا سنایا، اور شیخ الجمال کمال اشتیاق کے ساتھ ایک جماعت کو لیکر اور خود ایک گھوڑے میں سوار ہوکر حضرت کی خدمت میں پہنچا، اور حضرت کی ملاقات سے بہرہ مند ہوا اور شتر بانوں کی شورہ پشی کے حالات سن کر ان کو ملامت کی اور ان کو معزول کرکے ان کی جگہ دوسرے شتر بانوں کو مع ان کے اونٹوں کے حضرت کے قافلہ کی خدمت کے لئے متعین کیا، ان دوسرے شتر بانوں کا یہ حال تھا کہ ان میں سے ہر ایک خدمت گذار، مطیع وفرمابردار، نیک سیرت اور نرم طبیعت تھا، اہل قافلہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے (فوراً ہی) حاضر خدمت ہوجاتے تھے اور خدمت میں کوئی عذر نہیں کرتے تھے، اسی لئے بقیہ سفر بڑی راحت وآرام اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کے ساتھ طے ہوا، اور یہ سب سابق شتر بانوں کے معاملہ پر صبر کی وجہ سے ان کے نعم البدل شتر بانوں کی وجہ سے تھا حتی کہ سفر پورا ہوجانے پر سب کو ایک دوسرے کی مفارقت گراں وشاق گذری۔

طمنچوں کی خریداری اور ان کی روئداد

سید عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ جس دن وادی صفراء میں قیام تھا دو گھڑی دن

باقی تھا کہ میں قضاء حاجت کے لئے نہر کی طرف گیا، فراغت کے بعد جب میں نے جائے قیام کا رخ کیا تو ایک بدو ایک کھجور کے درخت کے نیچے کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک طمنچہ تھا، اس نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو خرید و گے؟ میں نے کہا بس یہی ایک ہے یا یہ کہ جوڑا، اس نے کہا ہاں جوڑا ہے، پھر مجھ کو کھڑا کر کے گھر کی طرف دوڑا ہوا گیا اور دوسرا طمنچہ لے آیا اور مجھ سے دس ریال میں ان کا معاملہ کر لیا میں اس کو لیکر شیخ عبداللطیف مرزاپوری کے پاس آیا اور شیخ موصوف سے دس ریال لیکر اس کو دیئے اور طمنچہ اپنے پاس محفوظ کر لئے۔

بعد میں شیخ موصوف کے داروغہ شیخ قادر بخش نے اسی دن حضرت سید صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آج عبدالرحمٰن نے کیا چیز خریدی ہے کہ ہمارے شیخ سے دس ریال لئے ہیں، شام کو حضرت نے مجھ سے استفسار فرمایا کہ تم نے کیا چیز خریدی ہے؟ میں نے طمنچہ کا وہ جوڑا لا کر حضرت کے سامنے رکھ دیا، حضرت ان کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور ان کی تعریف کر کے ان کو مولوی محمد یوسف پھلتی کے سپرد کر دیا کہ وہ صندوق میں ان کو احتیاط سے رکھیں۔

پھر ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت وہاں کے قیام کے بعد مکہ معظّمہ کو واپس ہو گئے اور میں اپنے برادرزادہ سید زین العابدین کی علالت کی وجہ سے وہیں مقیم رہا، طمنچوں کا جوڑا حضرت ہی کے ساتھ تھا، زین العابدین کی صحت کے بعد دو ماہ کے فصل سے میں مکہ معظّمہ پہنچا، اور حضرت سید صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا

حضرت نے خیر و عافیت کے معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہارے طمنچوں کا جوڑا شیخ باقر علی کمر سے باندھ کر باہر گئے تھے ایک ترکی نے اس کو پہچان کر احمد پاشا (حاکم مکہ) کو اطلاع دی کہ آپ کا خصوصی طمنچوں کا جوڑا جو کہ چوری ہو گیا تھا وہ سید صاحب کے قافلہ میں ہے، مجھے علم ہوا کہ یہ تو پاشا موصوف کا ہے تو میں نے ان کے پاس بھجوا دیا، اور اس طرح حق حقدار کو پہنچ گیا، اور اسی وقت ہتھیار خانہ سے ایک دوسرا

طمنچوں کا جوڑا طلب کر کے مجھ کو عنایت فرمایا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لئے نوریال میں خرید اہے۔

پھر جب کلکتہ آنا ہوا اور فخر التجار کے باغ میں قیام ہوا اور جہاز سے سارا سامان گاڑیوں پر لایا جارہا تھا تو اس جوڑے میں سے جو حضرت نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا ایک طمنچہ بازار میں ایسی جگہ گر گیا جہاں کہ ہزاروں لوگوں کی آمد ورفت تھی، اس کو لوہانی پور کی ایک خاتون مسماۃ مینڈا نے پایا جو کہ حضرت سید صاحب کی اہلیہ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں، حضرت نے اس طمنچہ کو دیکھ کر پہچان لیا اور صبح کو شیخ محمد پھلتی سے کہ زیادہ تر سامان انہیں کے سپرد تھا، طمنچوں کا جوڑا طلب کیا، انہوں نے بس ایک لا کر پیش کیا اور عرض کیا کہ میں نے دوسرے کو ہر چند تلاش کیا مگر نہ پاسکا تو حضرت نے دوسرا اوالا جو کہ حضرت کے دولت خانہ میں تھا نکال کر سامنے رکھا۔

وادی صفراء سے مدینہ منورہ تک

وادی صفراء سے معمول کے مطابق عصر کے وقت روانگی ہوئی اور صبح کو وادی خیف میں جو کہ ایک چھوٹا قصبہ ہے رخت سفر اتارا گیا، وہاں مسجد کے پاس ایک نہر بہتی ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کا راستہ گذرتا ہے شتر بانوں میں سے کسی کی زبان سے یہ نکلا کہ کل انشاء اللہ ہمارا گذر صحرا مجنون سے ہوگا تو حضرت نے فرمایا کہ وہاں پانی کے حاصل کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ انہوں نے عرض کیا آپ پانی کی بالکل فکر نہ کریں انشاء اللہ پانی بہت ملے گا، چنانچہ دوسرے دن معمول کے مطابق کوچ کر کے اس صحراء میں داخل ہوئے اور وہاں قیام کیا۔

اور شتر بانوں نے پہاڑ کا رخ کیا اور وہ چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے کہ جہاں کانٹوں کا ایک احاطہ وگھیرا تھا انہوں نے اس کو دور کیا، اس کے بعد پتھروں کا ڈھیر تھا، انہوں نے الگ کیا تو نیچے صاف پانی کا چشمہ موجود تھا لوگ اس پانی کو دیکھ کر خوش ہوگئے، شتر بان پانی کے تمام برتنوں کو وہاں سے بھر کر قافلہ میں لائے، اوران پتھروں

کو پھر پہلے کی طرح رکھ کر حسب سابق غار کو بند کر دیا۔

وہاں سے قافلہ کی روانگی کے وقت رات کا ایک حصہ باقی تھا کہ اونٹوں کی قطار رک گئی، مکہ مکرمہ سے برابر میرے ساتھ سات آدمی رہا کرتے تھے، یہ حضرت کا حکم تھا تا کہ ہم لوگ قافلہ کے پیچھے سے قافلہ والوں اور سامان کی نگرانی کرتے رہیں، جب اونٹوں کی قطار رک گئی تو میں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو لیا اور آگے گیا تا کہ معلوم کروں کہ آخر اونٹوں کے رکنے کا کیا باعث ہے؟

اس جگہ راستہ کچھ بلندی سے گذرتا تھا چلتے چلتے ایک جگہ پہنچ کر حضرت سید صاحب جو کہ اپنی سواری میں آرام فرما رہے تھے اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے ساتھیوں کو آواز دی سب لوگ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا کہ قافلہ روک دیا جائے، یہ جگہ برکتوں ورحمتوں سے ایسی پر ہے کہ سرزمین عرب میں کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں دیکھی گئی، پھر وہاں مجیب الدعوات وقاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا والتجا کی اور بدوؤں سے استفسار فرمایا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے بس اتنا سنا ہے کہ یہاں بہت سے شہداء زمین میں آرام فرما ہیں، وہاں سے چل کر ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں سے سید الکونین ورسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ نظر آنے لگتا ہے، چنانچہ ہر آدمی محبت وزیارت کے اشتیاق سے سرشار ہو کر درود پڑھنے لگا اور مدحیہ قصائد کے ساتھ مترنم ورطب اللسان ہو گیا، جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے ؎

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

قزاقوں کا حملہ

اس جگہ دن گذار کر آگے روانہ ہوئے، پوری رات چلنا ہوا، حضرت سید صاحب کو بخار اور دردسر کی ایسی شکایت تھی کہ کبھی کبھی غشی کی کیفیت بھی ہو جاتی تھی،

ابھی دن طلوع ہی ہوا تھا کہ کسی نے آواز دیکر کر کہا کہ عظیم خان اور چند دوسرے آدمی تانبے کا گھڑا اور دوسرے برتن لیکر کنویں پر گئے تھے، وہاں قزاقوں نے ان سے سارے برتن زبردستی چھین لئے اور ان کو لیکر چلے گئے، حضرت نے شتر بانوں کو (جانے) حکم فرمایا تو وہ گئے اور اکثر ان سے واپس لے آئے، مگر تانبے کا گھڑا جو کہ عظیم خان کے ہاتھوں سے چھینا گیا تھا ایک بدو اس کو لیکر غائب ہوگیا، بہر حال لوگ ان برتنوں میں پانی لیکر قیام گاہ پر واپس آئے۔

پھر عصر کے وقت خبر ملی کہ انہیں قزاقوں کا گروہ مسلح ہوکر آ گیا ہے ستر کے قریب اونٹ ہیں اور ہر اونٹ پر دو آدمی بندوقوں کے ساتھ فتیلے روشن کئے چلے آرہے ہیں اس سے قافلہ کے اندر بڑی دہشت پھیل گئی، قافلہ کے شتر بان اپنے ہتھیار کو لیکر اچھلتے کودتے اور گاتے ہوئے تحقیق حال کو گئے، حضرت اپنی سواری سے نیچے آ گئے، اور آواز دے کر اہل قافلہ کو بھی سواری سے اترنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا کہ ہاتھوں میں پتھر لیکر اپنے سامان کے چاروں طرف ہو جاؤ اور قافلہ کو حکم فرمایا کہ پورا قافلہ چار جماعتوں میں منقسم ہو جائے اور آگے پیچھے اور دائیں و بائیں چاروں طرف اونٹوں کو کرلیا جائے اور اپنے سامنے پتھر اکٹھا کرلیں اور رہزنوں کا مقابلہ کریں اور خیر الناصرین کی بارگاہ سے مدد و نصرت کا سوال کریں مولوی سید محمد علی فرماتے ہیں۔

در آں وقت چوں ساخت آں استخیر
نہ یارائے جنگ و نہ دست ستیز
تہی ہر یک از تیغ و تیر و سپر
نہ کس داشتے درع و جوش ببر
زناں نوحہ گر بر سر حال خویش
بجان و باموال و اطفال خویش

ہمہ مرد جنگی بغیر براق
زحیرت شدہ طاقت جملہ طاق
شہ قافلہ غافل از ایں بلا
بانواع امراض خود مبتلاء
کہ ناگاہ آں لشکر فتنہ جوئے
رسیدند بانعرہ ہائے ہوئے
شدہ حلقہ زن گرد آں قافلہ
بیفگند در قافلہ زلزلہ

پھر شیخ الجمال اپنے ہتھیاروں، بندوقوں وتلوار وغیرہ لیکر ان کے مقابلہ پر ڈٹ گئے، اور وہ قزاق پہلے پسپا ہوئے حتی کہ اس اثناء میں قافلہ کی عورتوں نے اور ان کے بعد مردوں نے نماز ادا کرلی، اور جب شیخ الجمال قزاقوں کے گروہ کے بالکل قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ آپس میں تعلقات اور محبت واخوت والے ہیں چنانچہ ایک دوسرے سے ملے اور حالات معلوم کئے پھر شیخ الجمال نے کہا کہ ہمارے قافلہ میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے کہ جس کو لوٹ کر تم کو خوشی ہو اور اس قافلہ کو سلطان کے نائب احمد پاشا نے اپنی ضمانت میں میرے سپرد کیا ہے، اس لئے اس قافلہ کو چھوڑ کر مجھ پر احسان کرو، آخر وہ لوگ اپنے راستہ پر چلے گئے اور فضل الہی سے قافلہ ان کی غارت سے محفوظ رہا، (اسی اثناء میں ہمکو) جاویوں کا ایک قافلہ (ملا) جو کہ مدینہ منورہ سے آرہا تھا ہم نے ان کو ہوشیار کیا اور قزاقوں سے خبردار کردیا، کچھ ہی دور ہم لوگ چلے تھے کہ بندوقوں کی آوازیں سنیں مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ قزاقوں نے اس قافلہ کو لوٹ لیا یا یہ کہ وہ سلامتی کے ساتھ نکل گئے۔

ایک بابرکت خواب

حضرت سید صاحب کو بخار اور دردسر کی وجہ سے بہت تکلیف تھی اسی وجہ سے

غفلت ہو جاتی تھی، اسی حال میں راستے میں حضرت سید صاحب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لاکر سرفراز فرمایا اوران بزرگوں میں سے ہرایک نے اپنا اپنا ہاتھ حضرت کے سینہ بے کینہ پر رکھ کر تشفی دیتے ہوئے طرح طرح کی بشارتوں سے مشرف ومعزز فرمایا، دن گذر جانے پر شفق کے غائب ہونے کے بعد ذوالحلیفہ میں پہنچے، وہاں کچھ دیر ٹھہر کر آگے کو روانہ ہوئے۔

روضہ نبویہ کی زیارت اور مدینہ میں داخلہ

(کچھ دیر کے بعد) ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ حضرت سید الکونین ورسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ منورہ وہاں سے دکھائی دینے لگتا ہے، تو ہر ایک محبت میں اور زیارت کے اشتیاق میں درود اور نعتیہ قصائد کے پڑھنے میں مشغول و رطب اللسان ہو گیا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

رات کے نصف آخر میں مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوئے، کچھ دیر جہاں اونٹوں کو روکا و بٹھایا گیا، وہاں پر آرام فرما کر رات کا بقیہ حصہ غسل کرنے اور لباس بدلنے میں صرف کیا گیا تھا، پھر شہر کا دروازہ کھلنے اور مصطفیٰ داغستانی کے آنے کے بعد -جن کو مکہ معظمہ کے معلم محمد رئیس نے اپنے خط سے حضرت کے سفر و آمد کے متعلق مطلع کر دیا تھا- شہر کے اندر داخلہ ہوا، باب السلام سے مسجد نبوی کے اندر داخل ہوئے، فجر کی نماز شافعی المذہب امام کے پیچھے ادا کی اور اشراق کے بعد روضہ منورہ کی زیارت سے فراغت ہوئی۔

مدینہ منورہ کا قیام اور رہائش گاہ

حضرت نے کتاب 'وفاء الوفاء فی أخبار دار المصطفی' کے مؤلف سید سمہودی کے مکان میں قیام فرمایا جوکہ باب الرحمۃ کے قریب ہے اور قافلہ کے ساتھیوں کو دوسرے مکان کرایہ پر لیکر دیئے، بیماری اور ناسازی مزاج کے باوجود ہر وقت مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے حتی کہ پچیس دن کے عرصہ میں مسجد قباء، مسجد قبلتین اور بقیع وغیرہ کی زیارتوں سے بار بار مشرف ہوئے، حالانکہ حضرت اس عرصہ میں برابر بیمار رہے۔

بارہ ربیع الاول اور اسکی مجلس

اسی درمیان بارہ ربیع الاول آ گیا تو شہر کے علماء ورؤساء مسجد نبوی میں جمع ہوئے اور حضرت سید صاحب کو اس مجلس میں طلب کیا، ان کے ایک نمائندہ نے حضرت کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ آج ربیع الاول کی مجلس (کا دن) ہے فلاں و فلاں شرفاء ورؤساء آپ کو یاد کر رہے ہیں حضرت آرام کی غرض سے لیٹے ہوئے تھے بیٹھ گئے اور مولانا عبدالحی صاحب مرحوم سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس مجلس کا انعقاد لغو ولہو کے طور پر کر رہے ہیں تو ہمکو معذور رکھیں اور اگر اس مجلس کا انعقاد عبادت کے لئے ہے تو اس کو کتاب وسنت- جو کہ شاہد وعدل ہیں ان کی رو- سے ثابت کیجئے، ہم تو اپنے گھروں سے عبادت اور ثواب کے کاموں کے لئے آئے ہیں اگر یہ ثابت ہوجائے تو بسر وچشم حاضر ہوں گے، ورنہ ہمکو اس مجلس سے کوئی سروکار نہیں ہے، مولانا ممدوح نے یہ مضمون اس شخص کو خوب اچھی طرح سمجھا دیا، وہ ان کی بات سن کر گیا اور اہل مجلس سے نقل کر دیا، اہل مجلس حضرت کا یہ ارشاد سن کر خاموش رہ گئے۔

مسجد نبوی میں شب گذاری

چند مرتبہ مسجد نبوی میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کھڑکی پر بہت

اچھی رات گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اس طرح کہ کچھ دیر حضرت مراقبہ میں بھی بیٹھے، اور قافلہ کے بعض ذمہ دار حضرات بھی کسی کسی دن اس سعادت میں شریک رہے۔

موسم کا تغیر اور منامی حکم کی بنا پر واپسی کی تیاری

ان دنوں سردی نے شدت اختیار کرلی، اور صورت حال یہ تھی کہ سردی کے مقابلہ کا کوئی سامان ساتھ میں نہ تھا، مگر سردی کی شدت اور اس کی زحمتوں کے باوجود کسی کو وہاں کے قیام سے سیری نہوتی تھی، بلکہ روز بروز پیاس بڑھتی ہی جارہی تھی، ۲۸ ربیع الاول کو حضرت سید صاحب نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بہت خوشی کے ساتھ اور مسکرا کر فرمارہے ہیں کہ اے احمد! اب مکہ جلدی چلے جانا چاہئے اسلئے کہ سردی ہمارے اور تمہارے قافلہ کو تکلیف پہنچارہی ہے، بیدار ہونے پر حضرت نے ساتھیوں کو اس بشارت سے آگاہ فرمایا تو سب لوگ سامان سفر ٹھیک کرنے میں مشغول ہوگئے اور ان بابرکت مقامات کے چھوٹنے اور چھوڑنے پر سب نے آہ کھینچی۔

بیت المقدس کے سفر کا عزم اور التواء

حضرت کے ہمشیرزادہ سید عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے آغا الماس بھی ہمارے ہمراہ ہوگئے تھے اسلئے میرے اور ان کے درمیان یہ طے پایا کہ یہاں سے ہم لوگ بیت المقدس چلیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ جائیں اور ارکان حج ادا کریں اسلئے کہ یہ سفر بار بار نہیں ہوتا، چونکہ دو آدمیوں کا راز (راز نہیں رہ جاتا اور وہ) دوسروں تک پہنچ ہی جاتا ہے اور شہرت حاصل کرلیتا ہے اسلئے یہ خبر میری والدہ (یعنی حضرت سید صاحب کی ہمشیرہ) کو پہنچ گئی انہوں نے حضرت سید صاحب کو بلوایا اور ان سے کہا کہ فرزند عبدالرحمٰن حجاز کے علاقہ میں جو کہ

گرم علاقہ ہے اور اس کا پانی بھی کمیاب ہے اتنے لمبے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو اس سے باز رکھا جائے، ایسا نہ ہو کہ چپکے سے چلے جائیں، سید صاحب نے فرمایا کہ وہ مجھ سے حق وحقیقت کے علاوہ کوئی بات نہ کہیں گے، میں ان سے معلوم کرتا ہوں۔

سید صاحب نے ان کو طلب کر کے استفسار فرمایا انہوں نے اس سعادت کو حاصل کرنے کی اپنی رغبت کا صاف صاف اظہار فرمایا (اور کہا) کہ چونکہ اللہ تعالی نے محض اپنے کرم سے ہمکو اس جگہ تک پہنچایا ہے اور تمام مصائب سے محفوظ رکھا ہے تو اس ذات پاک سے یہی امید ہے کہ اپنے فضل عمیم سے اس مہم کو بھی آسان فرمائے گا اور وہ عمرہ جس کا احرام بیت المقدس سے باندھا جائے حدیث نبوی کے بموجب گذشتہ وآئندہ گناہوں کو معاف کرانے کا ذریعہ ہے۔

اس وقت خود حضرت سید صاحب نے بھی (اس سفر کا) ارادہ فرمالیا اور اپنے ساتھ کے لئے رفقاء کا انتخاب فرمایا، چالیس آدمیوں کا نام ایک کاغذ پر لکھوایا جن میں سرفہرست سید عبدالرحمٰن کا نام تھا اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کو طلب کر کے ان سے فرمایا کہ ہم نے بیت المقدس کا ارادہ کرلیا ہے اور وہاں سے احرام باندھ کر بیت اللہ کو آئیں گے جب تک ہم واپس آئیں غلہ کی تقسیم اور ہمراہیوں کے حال کی دیکھ ریکھ معمول کے مطابق رکھی جائے۔

اسی وقت قافلہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی تو اخوند محمد عظیم چند آدمیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ وہاں جانا فرائض وواجبات میں سے نہیں ہے اور حضرت ہمکو چھوڑ کر وہاں جارہے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ حضرت کے جمال مبارک کو دیکھ کر ہماری ساری تکالیف دور ہوجاتی ہیں اور حضرت کی غیر حاضری کے حال میں ہم تباہ ہوجائیں گے، اسلئے ہم حضرت کے تشریف لے جانے پر بالکل راضی نہیں ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے پورا قافلہ تباہی کو پہنچ جائے گا، ایک مستحب چیز کے لئے ایسے امر کا ارتکاب واختیار جو کہ قافلہ کی تباہی کا باعث ہو مناسب نہیں ہے، اسپر حضرت نے

قافلہ میں وعظ فرمایا اور قیام کا ارادہ کرلیا۔

اور حضرت کی ہمشیرہ کو اپنے فرزند کی طرف سے اطمنان خاطر نہیں تھا وہ سوچتی تھیں کہ کہیں خفیہ سفر کو چل دیں اسلئے انہوں نے دوبارہ حضرت سید صاحب سے اس مسئلہ کے متعلق گفتگو کی، لیکن حضرت نے ان کو پوری تسلی دی، اور سید عبدالرحمٰن کو سمجھایا تو انہوں نے وہیں رہنے کا اقرار کیا اور کہا کہ میں نہ جاؤں گا البتہ آغا الماس اور سید مظہر علی وغیرہ بیت المقدس کے سفر پر گئے، اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچے۔

مولوی رجب علی کا فتنہ اور اس کا دفعیہ

سید عبدالرحمٰن کا ہی بیان ہے کہ حضرت سید صاحب جب کلکتہ میں رونق افروز تھے تو منشی مرزا جان اور مولوی رجب علی - اور یہ دونوں لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور آپس میں دوست تھے- یہ دونوں قافلہ میں آمد و رفت رکھتے تھے اور حضرت کے دست مبارک پر بیعت بھی ہوئے تھے اور پورے قافلہ (کے ساتھ انکا معاملہ اچھا تھا اور سب) سے وہ خوش تھے البتہ مولوی عبدالحق صاحب نیوتنوی سے کچھ بددل تھے اسلئے کہ ان سے کبھی کبھی مجتہدین کی تقلید اور عدم تقلید پر گفتگو ہو جایا کرتی تھی بلکہ ان کو مولوی موصوف کے اس قافلہ کے ساتھ ہونے پر تعجب تھا، مکہ معظمہ کو جب روانگی ہوری تو مختلف سواریوں میں ہونے کی وجہ سے آپس میں ان کی ملاقات کی نوبت نہ آئی اور کسی بندرگاہ پر بھی ان کی یکجائی کی کوئی صورت نہیں ہوئی۔

البتہ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد مولوی رجب علی صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب کے درمیان بڑی بحث ہوتی رہی حتی کہ دونوں کے دل ایک دوسرے سے کھٹے ہو گئے اور مولوی رجب علی صاحب کی یہ خواہش تھی کہ کوئی صورت و تدبیر ہو تو اس شخص کو ذلیل و رسوا کر کے اس کو شرعی سزا دلاؤں کچھ لوگ مولوی عبدالحق صاحب کے پیرو بھی تھے، مثلاً منشی فضل الرحمٰن صاحب بردوانی وغیرہ۔

چنانچہ ایک رات مولانا عبدالحی صاحب کی خدمت میں شکایت کی کہ مولوی عبدالحق صاحب وفضل الرحمٰن وفلاں علمی کم مائگی کے باوجو یہ دعوی کرتے ہیں کہ جو اختلاف تابعین اور تبع تابعین سے حل نہیں ہوا اور سلف صالح اس کی بابت حیران رہے، ایسی لاینحل مشکلات کا حل کرنا بیجا اقدام و جرات نہیں کہ ایک من علم کو دس من عقل درکار ہوتی ہے اگر چہ مکہ معظّمہ میں اس کا کافی شور وغوغا رہا مگر حکام تک پہنچنے کی نوبت نہیں آئی۔

لیکن جب مدینہ منورہ پہنچنا ہوا تو چونکہ وہاں مولوی اسلمی، مولوی رجب علی صاحب کے حامی و مددگار تھے انہوں نے یہ معاملہ عدالت میں پہنچا دیا بلکہ خود بھی مولوی رجب علی صاحب کے ساتھ مدعی بن گئے، وہاں کے قاضی صاحب نے مدعی علیہ مولوی عبدالحق صاحب کو طلب کیا، مولوی موصوف کو جب استغاثہ کی خبر ہوئی تو وہاں سے فرار ہوگئے اسلئے کہ وہ اس سے پہلے ایک مرتبہ حج کو آئے تھے اور اپنی سخت کلامی کی وجہ سے مکہ معظّمہ میں قید ہوگئے تھے۔

اس استغاثہ سے پہلے حاجی عبدالرحیم نے خواب میں دیکھا تھا کہ مولوی عبدالحق صاحب کے چہرے پر داڑھی نہیں ہے، ان کے اس خواب کی وجہ سے (پورے) قافلہ میں ایک خوف (پھیلا ہوا) تھا اسلئے کہ وہ ایک بابرکت و باخدا شخص تھے، انہوں نے اپنا یہ خواب حضرت سید صاحب کی خدمت میں عرض کردیا تھا۔

قاضی نے حضرت کے پاس حکم نامہ بھیجا، چونکہ مدعا علیہ موجود نہ تھے حضرت سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب کو طلب فرمایا اوران کو قاضی کا جواب سمجھادیا، چنانچہ مولانا موصوف دارالقضاء میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد قاضی صاحب سے مصافحہ کا قصد کیا مگر قاضی نے ان کی تعظیم نہ کی اور مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑی ناگواری کے ساتھ پیش کیا۔

مولانا نے عرض کیا کہ مدعا علیہ تو بھاگ گیا ہے البتہ اہل وعیال موجود ہیں،

اب اگر (مدعا علیہ کے جرم کی وجہ سے) ان کا شرعی طور پر مؤاخذہ ہوسکتا ہو یا قافلہ کے ذمہ دار و سالار کا مؤاخذہ صحیح ہو تو ہم حاضر ہیں، شریعت کے قانون کے مطابق حاکم کے فیصلہ پر ہمکو کوئی عذر نہیں ہے، اور یہ بات مولانا نے حضرت سید صاحب کی طرف سے ذکر کی، اس وقت مولوی اسلمی نے کہا کہ سید صاحب جو کہ قافلہ کے سربراہ ہیں وہ ان پڑھ شخص ہیں اور عبدالحق جو کہ بھاگ گئے ہیں ان کے استاذ یہی دونوں مولوی صاحبان ہیں جن میں سے ایک (اس وقت) یہاں حاضر ہے اور ایک موجود نہیں ہے، اور وہ مفرور (مولوی) ان کے شاگردوں میں سے ہے، وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں انہیں کی تعلیم کے مطابق کہتے ہیں۔

یہ بات سن کر مولانا کے اندر حرارت ایمانی غصہ کی صورت میں پیدا ہوئی اور مولانا نے بلند آواز سے فرمایا کہ سن لو میں حنفی ہوں مگر ایسا نہ تو محض امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتا ہوں اور نہ ہی صرف صاحبین کی بات مانتا ہوں، حاکم نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو مولانا نے کتب فقہ سے بعض معاملات سے متعلق عبارتیں پڑھ کر سنائیں کہ جن میں ضرورت کی بنا پر کسی دوسرے مجتہد کے قول پر فتوی دیا ہے، اور احناف کے تینوں امام یعنی امام و صاحبین ان کا قول (ان مسائل میں ان لوگوں کے نزدیک) مفتی بہ نہیں ہے، قاضی نے مولانا کی اس بات کی تصدیق و تائید کی اور پھر تعظیم کے ساتھ پیش آیا اور اپنے پاس بٹھایا۔

مولوی اسلمی نے اسپر عذر پیش کیا کہ یہ مسئلہ تو معاملات کے قبیل کا تھا، مگر عبادات میں تو ان لوگوں کو بھی حنفی مذہب کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے مولانا نے فرمایا معاملات کے مسائل تو عبادات سے زیادہ اہم و مشکل ہوتے ہیں تاہم عبادات کے حق میں بھی سنئے، اس کے بعد مولانا نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مناسک الحج کی بعض وہ عبارتیں پڑھ کر سنائیں جن میں انہوں نے احناف کے علماء ثلاثہ کے خلاف فتوی دیا ہے آخر مولوی اسلمی کو بھی مبہوت ہو کر خاموش ہونا پڑا۔

اور قاضی نے انصاف کے مقتضی کے مطابق مولانا کی بہت بہت تحسین کی اور کہنے لگا کہ آپ متبحر علماء میں سے ہیں اس کے بعد مولانا ممدوح نے فرمایا کہ ان جیسے معاملات ومسائل میں یہاں سے لیکر روم تک ہم جواب دہی کے لئے حاضر ہیں، اس کے بعد مولانا قاضی سے مصافحہ کئے بغیر اٹھ گئے اور قاضی صاحب بھی اٹھے اور بڑے الحاح کے ساتھ مولانا کی پڑھی ہوئی عبارت کو زبان سے کہتے ہوئے مولانا کا ہاتھ پکڑا اور کہا اے شخص! بغیر مصافحہ کے مت جایئے۔

اس واقعہ کی وجہ سے قاضی نے مولانا کے علم ودانش کی بڑی تحسین کی اور کہا کہ حق انہیں لوگوں کی طرف ہے اور اس واقعہ کی وجہ سے مدعی بڑے نادم ہوئے اور قاضی صاحب نے مولانا کی زبانی حضرت سید صاحب کی خدمت میں اپنا سلام کہلایا۔

مولوی عبدالحق کا سفر یمن اور قافلہ میں شمولیت وواپسی

مولوی عبدالحق صاحب مدینہ منورہ سے بھاگ کر جزیرہ نامی مقام میں چھپے تھے جب قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو وہ اسی جگہ قافلہ کے ساتھ ہو گئے پھر جس جگہ سے جدہ ومکہ کے راستے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں وہاں سے پھر قافلہ سے الگ ہو کر براہ جدہ، بیدا وصنعاء کو روانہ ہو گئے اور چونکہ حضرت کا قافلہ اس پورے علاقہ میں شہرت رکھتا تھا اور اس کی نقل وحرکت کی خبریں برابر ملتی رہتی تھیں اسلئے جب حضرت نے کلکتہ کی واپسی کا قصد کیا تو مولوی صاحب موصوف نے حضرت کے قافلہ کے متعلق معلومات کی اور مخہ میں قافلہ کے ساتھ ہو کر جہاز پر سوار ہوئے اور اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔

ایک منامی سرفرازی

شیخ فرزند علی غازی پوری نے حضرت سید صاحب کی زبان سے سن کر نقل کیا

ہے کہ جن دنوں میں حضرت سید صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کی کھڑکی میں معتکف تھے، ایک دن مزار سے بہت قریب حضرت سید صاحب نے مراقبہ کیا اور حضرت کے ساتھیوں نے بھی چاروں طرف سے حلقہ بنا رکھا تھا۔

اسی حال میں حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملائکہ کی مجلس کا مشاہدہ ہوا جس میں حضرات خلفاء راشدین اور دوسرے اکابر سبھی نے حلقہ بنا رکھا تھا البتہ حضرت امام حسن علیہ السلام نہیں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید صاحب کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور ایک خوان جو کہ قیمتی و بڑے موتیوں سے پر تھا حاضر کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید صاحب سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور اپنے جد حسن مجتبیٰ کو آواز دو کہ وہ حاضر ہو جائیں، سید صاحب فرماتے ہیں کہ میں حسب حکم اٹھا اور یا حسن کہہ کر آواز دی۔

لیکن اس وقت میرا ذہن اس عالم کون و فساد کی طرف ہو گیا تو میں اپنے دل میں ڈرا اور میں نے کہا کہ میں نے یا حسن کے ساتھ آواز لگائی ہے اور میرے ساتھی میرے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں آخر یہ آواز ان کے کانوں میں جائے گی تو وہ کیا کہیں گے کہ یہ کون سی جگہ ہے جس میں کسی کو آواز دی جائے اور یہ کہ آخر یہ کس کو طلب کر رہا ہے مگر جب اپنی آنکھ کھول کر تمام ساتھیوں کو دیکھا تو دیکھا کہ سب کے سر مراقبہ میں جھکے ہوئے ہیں اور سب کی آنکھیں بند ہیں تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ آواز جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و حکم سے لگائی ہے کسی کے کان میں نہیں پہنچی ہے سب کے سب بدستور اپنے مراقبہ کے حال و کیفیت میں ہیں۔

پھر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور مراقبہ میں ہو گیا اور پھر اسی بابرکت مجلس میں پہنچ گیا اور دیکھا کہ میرے جد امجد حسن مجتبیٰ علیہ السلام (بھی) حاضر ہو گئے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جد امجد سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اس خوان کو ایک دوسرے کی مدد سے مل کر اٹھاؤ اور اپنے لڑکے یعنی سید احمد کے سر پر

رکھ دو، تو اس کا ایک کنارہ حضرت امام حسن نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور ایک میں نے پکڑا اور دونوں نے مل کر اس کو اٹھایا، وہ بہت ہی بھاری تھا بہر حال اس کو اٹھا کر میرے سر کے اوپر لائے اور حضرت امام نے اسے میرے سر پر رکھ دیا۔

اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ خوان کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول کو علم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شریعت کا خوان ہے جس کو تمہارے سر پر تمہارے جد امجد نے رکھا ہے، اس کو مضبوطی سے پکڑ و اور برابر اپنے سر پر رکھو اور ہماری بارگاہ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ جاؤ اور اپنے کام میں لگ جاؤ۔

یہ واقعہ حضرت سید صاحب کے برادر زادہ سید محمد یعقوب نے بھی بیان کیا ہے مگر اختصار کے ساتھ، اور ان کی روایت میں خوان کو اٹھانے والے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی حضرت امام حسن کے بجائے اور ان کی جگہ پر)۔

حق تعالی کی خصوصی نوازشیں

حضرت کے برادر زادہ سید محمد یعقوب بیان کرتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں حضرت کا معمول تھا کہ اللہ تعالی کے ساتھ ان کے خصوصی معاملہ کے تحت جو عجائب و غرائب سامنے آتے تھے تو اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنے کا جو حکم ہے اس کے بموجب روزانہ بعد عشاء حرم سے واپسی کے بعد جب حضرت اپنے دولت خانہ پر رونق افروز ہوتے تو ان کو ذکر فرما کر ساتھیوں کو اس سے مستفید فرماتے تھے۔

ہندوستان میں کام کے لئے ماموریت

سید یعقوب کا ہی بیان ہے ایک دن حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ جب کعبہ معظمہ کے طواف میں مشغول تھا تو میرے دل میں خیال گذرا کہ جب اپنے سارے اہل وعیال کو اور رفقاء کو ساتھ میں لئے ہوں تو پھر دار الحرب ہندوستان میں

واپس جانے کی کیا ضرورت ہے، بلکہ اسی بابرکت سرزمین پر اللہ کی عبادت میں اپنے اوقات صرف کروں (تو حرج کیا ہے) اس وقت اللہ رب العزت کی طرف سے مجھ کو الہام ہوا کہ اگر تم نے یہیں قیام کرلیا تو ہم اپنا کام اپنے بندوں میں سے کسی دوسرے بندے سے لے لیں گیں، تو میں نے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ مجھ کو کیا یارا وطاقت کہ کوئی کام آپ کی رضا کے خلاف کروں یہ تو محض ایک تمنا تھی اور آپ کے قریب و پڑوس میں رہنے کے لئے دل میں آ گئی حکم ہوا کہ تم جس جگہ میں بھی ہمارے حکم سے جاؤ گے اور رہو گے، وہیں (تمہارے لئے) ہمارا (گھر اور) دروازہ ہے اسلئے کہ ہم تم سے ایک کام لیں گے۔

ایک معذور رفیق اوران کا حال سخیف

حضرت کے ہمشیرزادہ بیان کرتے ہیں کہ حرمین شریفین زادہما شرفاً وتعظیماً کی طرف حضرت کی روانگی کے وقت اطراف و جوانب کے مسلمان اس عبادت کے ذریعہ سعادت میں شرکت کے لئے حاضر ہو گئے، سہارنپور کے ایک صاحب تھے نحیف وکمزور، چھوٹے چھوٹے کان اور ہاتھ کی انگلیاں لمبی لمبی، اور پیروں کے ناخون خالی تھے اور منہ میں دانت بھی نہ تھے، بہرحال بڑے مسکین تھے وہ قافلہ میں شریک ہو گئے، جب بنارس پہنچنا ہوا تو میرے بڑے بھائی سید حمید الدین نے حضرت سے ان صاحب کے لئے سفارش کی کہ یہ بیچارے بہت ضرورت مند ہیں ایک جوڑا کپڑا ان کے لئے بھی تیار کیا جائے، حضرت نے اس کے بارے میں نہ اقرار کیا اور نہ ہی انکار، تو برادر موصوف نے خود اپنی طرف سے دو جوڑا کپڑے تیار کرا کے دیئے۔

پھر جب قافلہ کلکتہ میں داخل (ہوا اور وہاں اتفاق سے ٹھہرنا اور لمبا قیام) ہو گیا تو حضرت نے اپنی طرف سے اہل قافلہ کے لئے دو دو جوڑے کپڑے مہیا فرمائے اور وہاں بھی سید حمید الدین مرحوم نے ان صاحب کے لئے حضرت سید صاحب کی

خدمت میں مساعی جمیلہ کی اوران کی ضرورت واستحقاق کو بیان کیا، مگر حضرت سید صاحب نے حیلہ وبہانہ سے کام لیکر تغافل برتا۔

اس کے بعد جب قافلہ مکہ معظّمہ پہنچا تو بھی سید حمید الدین نے کئی مرتبہ حضرت کی خدمت میں ان کا تذکرہ کیا مگر حضرت کا وہی سابقہ وتیرہ رہا کہ نہ اقرار کیا اور نہ انکار، اور مجھ (یعنی سید عبدالرحمٰن) کو حکم تھا کہ اگر قافلہ میں کوئی مرجائے تو اس کی تجہیز وتکفین کا انتظام حضرت کے سرکاری خزانہ سے کروں اور وہ جو کچھ نقد چھوڑے حضرت سید صاحب کی خدمت میں اس کی اطلاع پہنچاؤں۔

قضاء الٰہی سے وہ سہارنپوری بزرگ چند دن بیمار رہ کر انتقال کر گئے، حضرت کے حکم کے مطابق میں ان کی تجہیز وتکفین میں لگ گیا تو چند اشرفیاں اور سترہ یا اٹھارہ کلدار روپئے ان کے کپڑے میں ملے، میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو نقد ان کے کپڑے سے ملا تھا حضرت کے سامنے رکھ دیا، حضرت نے سید حمید الدین صاحب کو طلب فرمایا اوران سے ارشاد فرمایا کہ تم جس شخص کے حق میں اس حال کا ذکر کررہے تھے، اس کے مرنے کے بعد اس کے پاس یہ نقد ملا ہے۔

یہ جان کر سید حمید الدین صاحب کو بڑی ندامت ہوئی اور تعجب سے عرض کیا کہ ہم تو ان کو محض لاچار وبیکس سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اپنی تونگری کے باوجود مفلسی کا اظہار کیا کرتے تھے، تو حضرت نے فرمایا عزیز تم کو ان کے حال سے واقفیت نہ تھی ورنہ تم ان کے حق میں اصرار نہ کرتے لیکن میں اپنے پروردگار کے خبردار کرنے کی وجہ سے آگاہ تھا، اسی لئے ان کا خیال کرنے سے تغافل کرتا تھا۔

قریبی متعلقین سے متعلق ایک صدمہ

سید محمد یعقوب ناقل ہیں کہ ایک دن حضرت نے اپنی اہلیہ محترمہ کے سامنے ذکر کیا کہ ہمارے وطن میں سید محی الدین کے دل کو بڑا صدمہ پہنچا ہے، اہلیہ نے عرض

کیا کہ چونکہ وہ حاکم لکھنؤ کی طرف سے پرگنوں کے ذمہ دار بنائے جاتے ہیں اور (انتظام کے سلسلہ میں) زمینداروں سے جنگ وجدال کی نوبت آجاتی ہے تو شاید وہ کسی جنگ میں زخمی ہو گئے ہیں، حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہے، اور اس وقت حضرت نے صرف اتنا ہی فرمایا پھر خاموش ہو گئے، پھر جب کلکتہ کو واپسی ہوئی تو وہاں پہنچنے کے بعد اس صدمہ کا یہ سبب سامنے آیا کہ قافلہ کے لوگوں نے وطن کو جو خطوط لکھے تھے ان میں کسی شخص نے سید محی الدین احمد کی بیوی کے انتقال کا حال بقید تاریخ وفات لکھ دیا تھا اس سے ان کے دل کو بڑا صدمہ پہنچا، اور ان کی اہلیہ حضرت کی حقیقی خواہر زادی تھیں جو کہ سید عبدالشکور کی والدہ تھیں۔

غیب سے نقد کی آمد

سید محمد یعقوب کا ہی بیان ہے کہ محمد یوسف صاحب پھلتی حضرت سید صاحب کے توپ خانہ کے داروغہ تھے قافلہ کا سارا سامان اور تمام بندوق انہیں کی تحویل میں تھے، ایک دن انہوں نے میرے سامنے کپڑے کے نئے نئے تھان رکھے اور اس صندوق میں کپڑوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا بعد میں اسی صندوق کو انہوں نے میرے سامنے کھولا تو میں نے دیکھا کہ ہر ہر تھان کے نیچے سو سو روپئے رکھے ہیں میں نے مولوی صاحب موصوف سے پوچھا کہ جس دن اس صندوق میں تھان رکھے گئے تھے ایک ریال بھی اس میں آپ نے نہیں رکھا تھا، تو یہ ریال کہاں سے آگئے، انہوں نے کہا کہ معاملہ ایسا ہی ہے، بارہا میں نے دیکھا کہ کبھی ہندوستانی روپئے اور کبھی ریال اللہ کی قدرت سے ان صندوقوں میں پاتا ہوں یہ ہمارے پیر ومرشد کی کرامات ہیں۔

بعض متعلقین کی بابت ناگواری وعتاب

سید یعقوب ہی نقل کرتے ہیں کہ مغرب وعشاء کے بیچ کا وقت تھا، اور حضرت بیت اللہ کا وہ ستون جو کہ حنفی مصلی کی طرف ہے، اس کو پکڑے کھڑے تھے

اور میں نیز مولوی محمد یوسف پھلتی موجود تھے کہ اچانک حضرت نے فرمایا کہ بعض لوگ ہیں کہ ہماری طاعت سے سرتابی کرتے ہیں یہ چیز ان کے حق میں بہتر نہیں ہے، یہ بات سن کر میں ڈر گیا کہ مبادا میں بھی ان نافرمانوں میں سے ہوں، دل میں ڈرتے ڈرتے میں نے عرض کیا کہ میں تو اپنے آپ کو حضرت کی نسبت سے ایسا پاتا ہوں کہ اگر کوئی خندق آگ سے بھری ہو تو اپنے آپ کو اس میں بھی آپ کے حکم سے ڈال دوں گا اور اللہ کی مدد رہی تو پس وپیش نہ کروں گا، حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب میں تم کو نہیں کہہ رہا ہوں وہ دوسرے لوگ ہیں اور تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔

مدینہ کے طول قیام کی بابت ایک مکاشفہ

سید محمد یعقوب ہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت کے دل میں مدینہ منورہ میں قیام کا عزم دوتین ماہ کا تھا اور وہ دن سردی کی آمد کے تھے، اور سردی مدینہ منورہ میں کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے، ایک دن مراقبہ میں رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فائز ہوئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمارہے ہیں کہ اے احمد! یہاں سے جاؤ تمہارے ساتھیوں کو سردی کی شدت کی وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے جب حضرت نے یہ بات اپنے ساتھیوں کے سامنے ذکر کی تو شیخ عبداللطیف مرزاپوری نے جو کہ بڑے تاجر تھے اور حضرت کی ہمراہی کی سعادت رکھتے تھے انہوں نے کمبل خریدے اور اس کے چوغے سلوائے اور تیس تیس کر کے دو مرتبہ میں حضرت کی خدمت میں پیش کیے، چنانچہ یہ چوغے قافلہ والوں پر تقسیم کیے گئے اور جو لوگ زیادہ حاجت مند تھے ان کو یہ چوغے ملے۔

مدینہ میں ایک مکاشفۂ بشارت

چند دن بعد حضرت نے مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کے قصد سے مسجد نبوی میں مراقبہ کیا اور پھر سید الانبیاء کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے سید صاحب کو اپنے دست مبارک سے ایک تلوار، ایک گھوڑا جو کہ سید صاحب کو طبعاً پسند تھا اور نیزہ عنایت فرمایا خلفاء راشدین بھی اس مجلس میں موجود تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد نبوی ہوا کہ اہل بقیع کو طلب کیا جانا چاہئے تاکہ وہ جہاد کے لئے جائیں حضرت عمر نے بلند آواز سے اہل بقیع کو ایسا پکارا کہ سید صاحب کی آنکھ کھل گئی۔

خلاصہ یہ کہ تمام بزرگوں نے سید صاحب کو سوار کر کے مشایعت کی اور سید صاحب کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ ساتھ پیدل چلے جیسا کہ سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام رہی کہ (جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یمن جارہے تھے تو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو سوار کرادیا اور خود ان کو وصیت کرتے ہوئے ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے، اور خلفاء راشدین کا بھی دستور یہی تھا۔

سید صاحب فرماتے تھے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سوار ہونے کا حکم فرمایا تو غایت ادب کی وجہ سے میں نے جواب نہ دیا، پھر ارشاد ہوا تو بھی میں نے سکوت کیا اسی وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: سوار ہو جاؤ تم کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنی چاہئے، اس کے بعد میں سوار ہوگیا اور تمام بزرگوں نے اسی طرح پیدل چل کر (مجھ کو) رخصت کیا۔

زیارت بقیع اور ملاقات روح ذی النورین

سید محمد یعقوب ہی نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سید صاحب عصر کے بعد بقیع میں تشریف لے گئے، حضرت کے ساتھ عزیزوں میں سے سو آدمی تھے، قبرستان کے احاطہ میں قبے ہیں منجملہ ان کے ایک ازواج مطہرات کا ہے اور ایک کے اندر حضرت امام حسن اور دوسرے ائمہ (مدفون) ہیں اور حضرت عثمان کا قبہ سب سے الگ

تھلگ ایک تیر کے فاصلہ پر قبرستان کے احاطہ کی دیوار کے آخری حصہ میں ہے، حضرت نے اس وقت تمام قبور کی زیارت کی اور حضرت ذوالنورین کے قبہ تک نہیں گئے۔

سید محمد یعقوب صاحب کہتے ہیں کہ میں نے غایت ادب کی وجہ سے اس معاملہ میں کچھ نہیں کہا اگلے دن حضرت پھر اسی وقت وہاں تشریف لے گئے اور صرف حضرت عثمان کے مزار کی زیارت کی اور لوٹ آئے واپس آنے کے بعد فرمایا کہ آج مجھے حضرت عثمان کی زیارت ہوئی حضرت کی روح کو اس پر شاکی پایا کہ کل تم تمام بزرگوں کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے اور ہم سے ملاقات نہیں کی، تو میں نے عرض کیا کہ میرے دل میں یہی خدشہ پیدا ہوا تھا کہ چونکہ میں مزار پر حاضر نہیں ہوا، ایسا نہ ہو کہ آنجناب کو شکوہ ہو حضرت ذوالنورین نے فرمایا کہ پھر تم نے یہاں آنے کے وقت اپنے دل کے اس خدشہ سے مجھے آگاہ کیوں نہ فرمایا، میں نے عرض کیا کہ غایت ادب کی وجہ سے نہیں عرض کیا۔

مشاہد مدینہ کی زیارت

سید ممدوح ہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید صاحب نے مدینہ منورہ کے اطراف کی زیارت کا قصد کیا قافلہ کے اکثر لوگ ان زیارتوں سے مستفید ہو چکے تھے، مگر حضرت نے ناسازگی مزاج کی وجہ سے اس کو ٹال رکھا تھا، چنانچہ ایک دن جبل احد کی طرف تشریف لے گئے جس کے متعلق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ھذا جبل یحبنا و نحبه (اس پہاڑ سے ہم کو اور اس کو ہم سے محبت ہے) اور وہاں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت حمزہ و دیگر شہداء کی زیارت کی نیز اس مقام کی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے اور ان بابرکت جگہوں میں سے بعض میں حضرت نے دعا بھی کی۔

اسی طرح دوسرے دن بیر رومہ، مسجد ذوالقبلتین و مسجد احزاب کی زیارت کو

تشریف لے گئے، اور تیسرے دن مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے گئے اتباعاً للسنۃ اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ وہاں تشریف لیجاتے تھے حضرت نے اس مسجد میں دوگانہ نفل ادا کر کے خوب دعائیں کیں، حضرت کے ساتھ ان زیارتوں میں سامانوں کے محافظ اور دیکھ بھال کرنے والوں کے علاوہ قافلہ کے تمام لوگ تھے اور سب دعاؤں ونماز میں شریک رہے اور بئر خاتم (یعنی بئر اریس) کی بھی زیارت کی جس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مبارکہ گر کر گم ہوگئی تھی اور واپسی میں حضرت بنو قریظہ کی طرف سے کہ جدھر خاک شفاء والی جگہ ہے، ہوتے ہوئے قیام گاہ پر تشریف فرما ہوئے آتے ہوئے اکثر لوگوں نے خاک شفاء اپنے بدنوں پر ملی اور بعض نے تبرک کیلئے اور دوستوں کو ہدیہ دینے کے لئے کچھ اپنے ساتھ رکھ لی۔

مکہ معظّمہ کی واپسی

تمام زیارتوں سے فارغ ہوجانے کے بعد مکہ معظّمہ کی واپسی کے قصد سے سامان سفر مہیا فرمایا، اور وہی شتربان جو کہ وادی صفراء سے حضرت کے قافلہ کو مدینہ منورہ میں لائے تھے، اپنے اونٹوں کو لیکر حاضر ہوئے اور سفر کا تمام سامان اونٹوں پر لاد دیا گیا، پھر حضرت مسجد نبوی و مزار اقدس سے رخصت ہوئے اور سوار ہو کر پورے قافلہ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں پہنچ کر جس کو بئر علی بھی کہتے ہیں قیام فرمایا، اور حضرت کے ہمشیرزادہ سید زین العابدین بن سید احمد علی چونکہ مدینہ منورہ پہنچنے کے وقت بیمار تھے اس لئے ان کے صحت یاب ہونے تک ان کو اسی جگہ چھوڑنا انسب تھا، حضرت نے ان سے فرمایا کہ ہم تم کو پوری صحت ہونے تک اسی جگہ چھوڑ رہے ہیں، اب بتاؤ کہ تمہاری تیمارداری وخبر گیری کے لئے کس شخص کو چھوڑ دیں؟ انہوں نے سید عبدالرحمٰن کی درخواست کی، چنانچہ ان کی درخواست کے مطابق سید عبدالرحمٰن کو بھی چھوڑ دیا گیا، اور

سلطان حسین جن کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے ان کو تاکید کی کہ سید زین العابدین کی تیمارداری کے سلسلہ میں وہ سید عبدالرحمٰن کی مدد کریں اوران کا ساتھ دیں۔

قافلہ کی رفیق ایک نیک خاتون کا قیام مدینہ اور نکاح

زیب النساء نامی ایک خاتون تھیں جو کہ غیرت ساکن رائے بریلی کی بیوی تھیں، یہ بھی اس بابرکت سفر میں حضرت کے ساتھ تھیں اوران کے شوہر لکھنؤ کی سرکار میں اسی روپیہ ماہواری کی تنخواہ پر ملازم تھے اور یکہ بانی کا کام کرتے تھے، ان کے شوہر کا انتقال ہوجانے پر ان کے بھائی محمد خان نے ان خاتون سے عدت کے بعد نکاح کا ارادہ کیا، اوران خاتون کی عمر اس وقت سولہ سترہ کے درمیان تھی یہ اس وقت محمد خان سے نکاح کو تیار نہ ہوئیں بلکہ اپنے شوہر کے گھر سے بھاگ کر حضرت سید صاحب کی بیویوں کے پاس مقیم ہوگئیں۔

محمد خان نے حضرت کے پاس کہلا بھیجا کہ میں اپنے بھائی کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں مگر وہ یہاں سے بھاگ کر حضرت کے دولتخانہ پر مقیم ہوگئی ہے، حضرت نے ان سے استفسار فرمایا کہ تم نکاح ثانی جو کہ سنت ہے اس سے کیوں انکار کررہی ہو انہوں نے کہا کہ مجھے سنت کی ادائگی سے کوئی ننگ وعار نہیں ہے لیکن محمد خان (سے نکاح) مجھے منظور نہیں کوئی دوسرا مسلمان جس کو میرا دل پسند کرے گا اس سے نکاح کرلوں گی، اس کے بعد یہ حضرت کے ساتھ مکہ آئیں حج کیا پھر مدینہ منورہ کا سفر کیا۔

واپسی میں جب قافلہ ذوالحلیفہ میں تھا تو انہوں نے حضرت کی اہلیہ محترمہ سے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ مدینہ منورہ واپس ہوکر وہیں مقیم ہوجاؤں اور وہیں کسی مسلمان سے نکاح کرلوں، تو حضرت نے ان کو ایک معتبر اوراپنے خاص وثقہ کے ساتھ کہ جن کا نام عبدالرحمٰن تھا مدینہ منورہ بھیج دیا، مدینہ پہنچنے کے بعد سید عبدالرحمٰن موصوف نے مولوی اسلم مدراسی سے ان کے نکاح کے سلسلہ میں صلاح ومشورہ کیا،

مولوی اسلم نے محمد صالح سندی کا تذکرہ کیا جو کہ ان کے شاگرد تھے اور اسم بامسمی تھے چنانچہ تیس ریال مہر کے عوض مسجد نبوی کے اندر ان خاتون کا نکاح پڑھا گیا، اور محمد صالح نکاح کنندہ نے بہترین کپڑے اور پندرہ ریال جو کہ نصف مہر تھا نقد پیش کیا کہ یہ مہر معجّل ہے، اور باقی نصف موجل ہے اور نکاح کا خطبہ اظہری مہاجر مصری ثم مدنی نے پڑھا۔

واپسی میں عمرہ کا احرام

حضرت سید صاحب نے ذوالحلیفہ میں بعد ظہر غسل فرمایا اور دو رکعت سنت احرام کی ادائیگی کے بعد احرام باندھا اور اہل قافلہ میں جو لوگ طاقت ور تھے انہوں نے بھی احرام باندھا اور قافلہ کے کمزور لوگوں نے جحیفہ سے احرام باندھا جو کہ اہل شام کی میقات ہے اس کے بعد اونٹوں پر سوار ہوئے اور سابقہ منزلوں سے گذرتے ہوئے مکہ معظّمہ کو واپس ہوئے۔

خلیص میں مولوی عبد الحق صاحب قافلہ کے ساتھ ہوئے اور وہاں سے برابر ساتھ رہے، جہاں سے کہ انہوں نے (قافلہ کا ساتھ چھوڑ کر) یمن کا راستہ اختیار کیا تھا، وادی فاطمہ میں پہنچ کر حضرت نے بڑے الحاح کے ساتھ دعاء فرمائی۔

مکہ معظّمہ میں داخلہ

حضرت کے قافلہ کی تشریف آوری کو سن کر مکہ معظّمہ میں جو رفقاء موجود تھے ان میں سے اکثر استقبال کے لئے (مکہ مکرمہ سے باہر) آئے آدھی رات سے زیادہ حصہ گذر چکا تھا کہ حضرت کا بابرکت قافلہ مکہ معظّمہ میں داخل ہوا اور بیت اللہ کے طواف اور صفا و مروہ کی سعی سے فراغت حاصل کر کے سر منڈوایا اور احرام کھول کر اپنی رہائش کی متعینہ جگہوں پر آرام کیا، صبح کو مکہ مکرمہ کے علماء و فضلاء اور چاروں مذاہب کے ائمہ حضرت سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔

ہندوستان سے سامان اور نئے قافلہ حجاج کی آمد

انہیں دنوں غلام خان فخر التجار کا کلکتہ سے بھیجا ہوا سامان جو کہ سو بورے چاول، چند بنڈل کپڑوں کا اور پانچ سو ریال نقد کی صورت میں تھا پہنچا، نیز کلکتہ و بمبئی کی بندرگاہوں سے سواریوں کے آنے کی بھی اطلاع ملی، ہندوستان سے حاجیوں کا ایک قافلہ بھی پہنچا جس میں مئو کے رہنے والے غلام محی الدین خان و قطب الدین خان اور حیات خان خیر آبادی بھی تھے مع اہلیہ و تین صاحبزادگان جن کے نام یہ ہیں احمد خان، محمد خان، ارادت خان، سب نے حضرت سے ملاقات کی اور چند دن انکی ضیافت حضرت سید صاحب کی طرف سے رہی جن لوگوں کے پاس خرچ اور کپڑے کی کمی تھی حضرت نے ان کو خرچ و کپڑا اعطا کیا، اور مکہ کے سر برآوردہ لوگوں سے ملاقات کرا کے ارشاد فرمایا کہ جب ہم چلے جائیں تو ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے، حیات خان کے فرزندان ابراہیم خان و امام خان حضرت کے ساتھ تھے، تو امام خان کو مع اہلیہ حضرت نے اپنے ساتھ رکھ لیا اور ابراہیم خان کو جو کہ غیر محرم تھے اجازت دی کہ وہ والد بزرگوار کی خدمت میں رہیں جو کہ ضروری ہے۔

سید عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ میں (مدینہ میں رہ گیا تھا چنانچہ وہاں سے) تین ماہ کے بعد اپنے بھتیجے سید زین العابدین کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور حضرت سید صاحب نیز تمام ہمراہی جہاں مقیم تھے سب کو مع الخیر پایا۔

دہلی کے ایک ضرورت مند حافظ کی کج خلقی اور علاج

سید عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں مدینہ منورہ سے آکر مکہ معظمہ میں مقیم تھا ایک نو عمر حافظ صاحب تھے جو کہ نواح دہلی کے رہنے والے تھے وہ اکثر باب عمرہ پر کھڑے رہتے، حضرت کے ہمراہی چونکہ وقتاً فوقتاً نماز و طواف کے لئے اور زمزم کے لئے حرم میں جایا کرتے تھے تو یہ حافظ اکثر ان سے مزاحم ہوتا اور جھگڑتا تھا

اور خود ان کا ہاتھ پکڑ کر قاضی کے سامنے استغاثہ کے لئے جانے کو تیار ہو جاتا تھا۔

جب کثرت سے اس کی شکایت حضرت کے کانوں میں پہنچی کہ یہ حافظ خود اکثر اوقات دروازہ پر کھڑا ہو کر مزاحمت کرتا ہے اور ہماری سمجھ میں اس مزاحمت سے چھٹکارے کے لئے کوئی چارہ نہیں آتا تو حضرت نے غور وفکر کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ حافظ بیچارا اکثر بھوکا رہتا ہے اور اس کی مزاحمت کا یہی باعث ہے پھر حضرت نے مولوی محمد یوسف پھلتی کو طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ وہ حافظ جو اکثر باب عمرہ پر کھڑا رہتا ہے اس کو دونوں وقت شکم سیر ہونے بھر کھانا دیدیا جایا کرے، مولوی صاحب موصوف نے ایسا ہی کیا تو حافظ صاحب کا جو حال کچھ کج خلقی کا تھا وہ بدل گیا اور اس نے ایسے عجز وانکسار کو اپنا طریقہ بنالیا کہ ہر مجلس میں اس کی خوش خلقی کا شہرہ وآوازہ تھا۔

امام الدین لکھنوی کی کج طبعی اور بے ادبی کا قصہ نیز رامپور کے ایک نابینا حافظ صاحب کی بیعت کا تذکرہ مسلک اول میں حضرت سید صاحب کے اخلاق حمیدہ کے بیان کے تحت لکھا جا چکا ہے۔

صابر بخش دہلوی اور ان کا خاتمہ بالخیر

اور انہیں دنوں مکہ معظّمہ میں حضرت سید صاحب کو میاں صابر بخش دہلوی کی وفات کی خبر ملی جو کہ مولوی فخر الدین دہلوی کے خلیفہ تھے۔

عبداللہ شاہ شاہ جہاں پوری ثم بنارسی شنجرفی بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں انگریزوں نے دہلی پر لشکر کشی کی تو شاہ صابر بخش مرحوم (جن کی وفات کا تذکرہ کیا گیا ہے) بادشاہ کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے مگر بادشاہ نے منظور نہ کیا اور اپنے ضعف و ناتوانی کا عذر کیا تو بیزار ہو کر شاہ صابر نے کہا کہ اب میرے اور تمہارے درمیان ترک تعلقات ہے۔

اور میں اب اپنے مکان کے احاطہ سے باہر نہ جاؤں گا اور اسے دارالاسلام

قرار دیکر تا حیات اسی کے اندر رہوں گا اور اپنے مرنے کے بعد اپنے دفن کے لئے بھی میں اسی جگہ کو طے کرتا ہوں اور اگر میرے احاطہ میں مجھ سے امان لئے بغیر کوئی کافر آئے گا تو میں اس کا خون مباح جانتا ہوں اور اگر کوئی حکم بھیجے گا تو قبول نہ کروں گا، اسی لئے انگریز حکام ان سے کسی طرح کی مزاحمت نہیں کرتے تھے۔

حضرت افضل المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے انتقال کے بعد میاں صاحب مرض الموت میں مبتلاء ہوئے، جانکنی سے پہلے انہوں نے حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب نبیرہ افضل المحدثین کو طلب کیا اور اپنے مریدوں کو جمع کیا اور پھر مولانا موصوف سے فرمایا کہ یہ حاضرین جو کہ میرے خلفاء و مریدین ہیں یہ خوب جانتے ہیں کہ میں غنا سنتا رہا ہوں اگرچہ آلات کے بغیر، اور اس کو بھی شرعاً ممنوع سمجھتا ہوں اور اب دنیا سے رخصت رہا ہوں تو آپ کو حضرت افضل المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کا قائم مقام سمجھتے ہوئے یہ گذارش کرتا ہوں کہ مجھ کو ایک گدھے پر بٹھا کر، اور میرا چہرا سیاہ کر کے اسی احاطہ میں گھمایئے اس سے باہر نہیں اسلئے کہ میں نے اس احاطہ کو دارالاسلام قرار دے رکھا ہے اور عہد کیا ہے کہ اس دارالاسلام سے باہر ہرگز نہ جاؤں گا بلکہ موت کے بعد اسی احاطہ میں مدفون ہوں گا۔

اور اپنے لئے یہ سزا میں نے تجویز کی ہے کہ دستور ہے کہ مریدین اپنے پیروں کے اعمال کو فرائض کے برابر بلکہ ان سے بڑھ کر شمار کرتے ہیں چونکہ غنا کے سننے میں مبتلا رہا ہوں یہ لوگ اسی کو سند بنا کر تمام آلات کو بھی اپنے اوپر حلال کرلیں گے، اسلئے میں نے اپنے لئے یہ صورت تجویز کی ہے تا کہ میرے بعد کوئی شخص میرے افعال کو دلیل نہ بنائے بلکہ خدا اور رسول کے فرمان پر عمل کرے۔

اس پر حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم نے تحسین و آفرین کرتے ہوئے فرمایا کہ اب اس عمل کی ضرورت نہیں رہ گئی اس لئے کہ حاضرین و غائبین سب اس سے واقف ہو گئے ہیں اور اب کوئی شخص سماع کے باب میں آنجناب کے فعل کو سند

نہ بنائے گا اور مولانا نے یہ تفصیل حضرت سید صاحب کو مکہ معظّمہ لکھ کر بھیجی ،تو سید صاحب نے حجاج کے قافلہ کے ساتھ ان کے لئے خوب خوب دعائیں کیں اور فرمایا کہ ان کی یہ اصل دینداری اور امانت و دیانت ہے کہ اس قسم کی شرعی سزا تجویز کر کے اپنی تمام خطاؤں کو مٹا دیا، والحمدللہ رب العالمین۔

ایک حبشی ہمراہی ورفیق

حضرت کے ہمراہیوں میں ایک فرج اللہ حبشی تھے جو کہ بڑے صالح اور بہادر و طاقتور بھی تھے، سمّہ کی جنگ میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے حضرت ان کو بہت دوست رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ چھوٹے بچے تھے کہ ان کی ماں ان کو لیکر میرے پاس آئی اور مجھ سے کہا کہ میں خوب جانتی ہوں کہ آپ کی تمام عمر نیک اعمال میں گذرے گی اسلیئے اس بچہ کو آپ کے سپرد کرتی ہوں اور اپنے بچہ کو بھی وصیت کی کہ خبردار ان سید عالی تبار کی فرماں برداری میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔

مکہ معظّمہ کا دوسرا رمضان

مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران ہی دوسرا رمضان آ گیا اور سارے عالم کے لئے اور بالخصوص اہل حرم محترم کے لئے سعادت کے دروازے کھل گئے ،حضرت اس رمضان میں بھی حسب سابق تمام ہمراہیوں کے ساتھ نماز و روزہ اور عمرہ و طواف میں مصروف و مشغول رہے۔

واپسی کی تیاری اور سواری کی فکر میں عجلت پر عتاب

شوال کے پندرہ دن گذر جانے کے بعد وطن کی واپسی کے لئے سفر کے اسباب کی تیاری اور ان کے مہیا کرنے میں لگے اور خشکی و تری دونوں کے مناسب اسباب و سامان فراہم کئے ، داروغہ عبدالقیوم کا بیان ہے کہ حضرت نے مولوی قاضی احمداللہ میرٹھی کو جہازوں کی تعین کے لئے جدہ کی بندرگاہ کی طرف بھیجا۔

انہوں نے وہاں پہنچ کر بڑی کوشش وجستجو کی مگر کوئی جہاز والا کرایہ پر اپنا جہاز دینے پر تیار نہ ہوا چنانچہ حضرت کے پاس قاضی صاحب کا عریضہ پہنچا جس پر جہاز والوں کے کرایہ کو قبول ومنظور نہ کرنے کا تذکرہ تھا، یہ چیز حضرت کے لئے نیز دوسرے اہل قافلہ کے لئے بڑی تشویش کی موجب ہوئی۔

اور اسی رات خواب میں حضرت کو عتاب ہوا کہ ہماری بارگاہ سے اتنے زیادہ انعامات کے باوجود آخر تم نے ہمارے فضل وکرم پر بھروسہ کیوں نہ کیا اور اپنی حسن تدبیر پر اعتماد کیا اور یہ نہ سوچا کہ ہم نے تم کو کس طرح اس جگہ تک پہنچایا ہے اور تم کو اس سفر میں کسی قسم کی پریشانی وتکلیف نہیں پہنچی ہے۔

چنانچہ اخیر میں شب حضرت باہر آئے اور اپنے دوستوں مثلاً مولانا عبدالحی صاحب ومولانا محمد اسماعیل صاحب وغیرہ کو اپنے اس سچے خواب سے مطلع کیا، دونوں صاحبان نے عرض کیا کہ اس کا ظاہری سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب نے مولوی احمد اللہ کے بھیجنے میں غیبی اشارہ کا انتظار نہ کیا اور اپنی حسن تدبیر پر اعتماد فرمایا، تو حضرت نے اسی وقت بڑے الحاح کے ساتھ خوب دعا کی، اور فجر کی نماز کے بعد بھی دعائیں کیں اور نماز کے بعد معمول کے مطابق دولت خانہ پر رونق افزاء نہ ہوئے بلکہ حرم شریف میں ہی بیٹھے رہے اور حضرت کا دل بڑی تشویش واضطراب میں رہا۔

جہازوں کی تعیین کا غیب سے نظم

عین طلوع آفتاب کے وقت محمد رجب ناخدا پہنچا اور اس نے حضرت کے ساتھیوں سے عربی میں پوچھا سید فاین؟ لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا، اس نے حاضر ہوکر سلام کیا، حضرت نے جواب دیا اور معانقہ کیا، جانبین سے خیر وعافیت کا سوال ہوا، اس کے بعد ناخدا نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور حضرت کے ہاتھ میں دیدیا جس پر تحریر تھا کہ اہل کلکتہ نے آنجناب کی سواری کے لئے جہاز طے کردیئے

ہیں اور اس کاغذ میں تمام جہازوں کا نام و حال اور اس کی تعیین بھی کہ حضرت کے ہمراہیوں میں سے کون کون کس جہاز پر سوار ہوگا، اور یہ کہ حضرت ملک البحر نامی جہاز پر سوار ہوں گے۔

اس کاغذ کو ہاتھ میں لیتے ہوئے۔ چونکہ یہ منجملہ خداوندی احسانات کے تھا۔ حضرت کا دل کھل گیا پھر حضرت خوش ہو گئے، پھر حضرت نے ناخدا کی جائے قیام کے متعلق پوچھا، پھر وہ ناخدا رخصت ہو کر اپنے ٹھکانے پر چلا گیا اور حضرت سجدہ شکر میں گر گئے، اور اللہ تعالی کی خوب خوب حمد و ثناء کی اور میزاب رحمت کے نیچے جا کر کعبہ معظّمہ کا غلاف پکڑ کر بڑے الحاح وزاری کے ساتھ بہت دیر تک دعائیں کیں اور ایسے الحاح وزاری کے ساتھ کہ اس کو بیان کرنے و نقل کرنے کا ہم میں حوصلہ نہیں ہے پھر حرم سے دولت خانہ کو واپس ہوئے اور سب کو اس سے آگاہ کیا، اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے معاملات کو محض اپنے پروردگار کے سپرد رکھے اور دعا کیا کرے اور اسی کو اپنا حقیقی کارساز جانے، پھر قاضی احمد اللہ صاحب کو جدہ سے طلب فرمایا اور سامان کی تیاری میں لگ گئے۔

جدہ میں

ناخدا محمد رجب سے جدہ پہنچنے کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد حضرت نے کرایہ پر اونٹ لئے اور حوض کے اردگرد خیمے لگائے پھر سب نے طواف وداع کیا اور اگلے دن بوقت عصر مکہ معظّمہ سے جدہ کے لئے روتی ہوئی آنکھوں اور تڑپتے ہوئے دل کے ساتھ روانہ ہوئے اور دو دن میں جدہ کی بندرگاہ پر پہنچے، اور جس جگہ کو قاضی احمد اللہ صاحب کرایہ پر طے کر کے آئے تھے اس میں حضرت نے نزول فرمایا۔

جہازوں پر

پھر حضرت نے اہل قافلہ سے فرمایا کہ کاغذ میں جو کچھ لکھا ہے کہ فلاں شخص

فلاں جہاز پر اور فلاں فلاں جہاز پر سوار ہو اسی کے مطابق عمل کیا جائے، اس کے بعد حضرت اپنے جہازوں کی روانگی کا انتظام کرنے لگے، اسی درمیان ترکی کپتان آغا حسین جو کہ عطیۃ الرحمٰن نامی جہاز کا ناخدا تھا وہ آیا اور عرض کیا کہ ملک البحر جہاز جو آپ کے لئے طے ہوا ہے وہ بہت ہی سست رفتار ہے اسلئے آنجناب عطیۃ الرحمٰن پر سوار ہوں، حضرت نے فرمایا (نہیں یہ نہ ہوگا) بلکہ جو کچھ ہمارے لئے طے ہوا ہے میں اس کو نہ چھوڑوں گا اور تیز رفتار و سست رفتار سب قدرت الٰہی کے قبضہ میں ہے وہ قادر ہے کہ سست رفتار کو تیز رفتار اور تیز رفتار کو سست رفتار کرے۔

پھر کچھ نئی کنیزیں خرید کر عطیۃ الرحمٰن نامی جہاز پر جو کہ سلطان مصر کا جہاز تھا، سوار کی گئیں اور ان کے ساتھ جہاز پر حضرت کے ہمشیر زادہ سید احمد علی اور حضرت کے ماموں زاد بھائی سید محمد اور والدہ محمد اسمٰعیل کے بھائی سوار ہوئے، اور ملک البحر پر خود حضرت سوار ہوئے اور حضرت کے ساتھ غیر شادی شدہ لوگ اور بعض اہل قبائل، نیز حضرت کے (دوسرے) ہمشیر زادہ سید عبد الرحمٰن بھی سوار ہوئے اور مولانا محمد اسمٰعیل علیہ الرحمۃ و حکیم مغیث الدین اپنے اپنے متعلقین کے ساتھ اور قاضی حیات بخش و مولوی حمید اللہ میرٹھی بھی حضرت کے ساتھ تھے۔

ایک شریر کی شرارت اور اس کا انجام

محسن خان بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے مجھ کو حکم فرمایا کہ میں حضرت کی زوجہ محترمہ والدہ سارہ -حضرت کی صاحبزادی- کا سامان و اسباب باندھ دوں تو میں ان کا سامان باندھنے میں مشغول تھا کہ شیخ لطافت بریلوی آگئے اور مجھ (محسن خان) سے کہا کہ کچھ سامان میرے پاس ہے اس کو (بھی) باندھ دو تو میں نے شیخ صاحب سے کہا کہ لائیے کیا سامان ہے؟ انہوں نے عرض کہا کہ ایک طمنچہ ہے تو محسن خان نے کہا کہ طمنچہ کو گٹھری میں باندھنے کی کیا ضرورت ہے کسی دوسری جگہ جو کہ محفوظ ہے وہاں

اس کو رکھ دوں گا پھر شیخ لطافت نے کہا کہ مکان کے نچلے حصہ میں ہے جاؤ اور لے آؤ، اس پر محسن خان نے کہا کہ میری کیا غرض ہے کہ میں لاؤں غرض تو آپ کی ہے، پھر والدہ بولیں کہ تم خود جا کر کیوں نہیں لے آتے۔

بہر حال جب محسن خان محل کے نیچے آئے تو شیخ موصوف نے محسن خان کی والدہ سے کہا کہ میں پیاسہ ہوں میرے لئے پانی لے آیئے (تو محسن خان کی والدہ پانی لینے چلی گئیں) جب اس جگہ (بجز شیخ لطافت کے) اور کوئی نہ رہ گیا (تو انہوں نے حرکت کی) ایک چشمہ دار چادر تھی جس کو ہندی میں کھیس کہتے ہیں مصطفیٰ آباد عرف رامپور کے ایک شخص نے اس کا ایک جوڑا تیس روپیہ میں خرید کر حضرت کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا، اور حضرت نے اس میں سے ایک اپنے پاس رکھی تھی تو شیخ موصوف نے اس چادر کو چرالیا اور پھر پریشان ہوئے کہ دوسروں کی نگاہوں سے اس کو کیسے چھپائیں مجبوراً اپنی رسوائی کے خوف سے جبکہ گھر میں کوئی نہ تھا چادر کو تہہ کر کے محسن خان کے سامان میں باندھ دیا۔

محسن خان نے جب اس جگہ طمنچہ نہ پایا تو واپس آ گئے، شیخ موصوف پانی پی کر جا چکے تھے، بہر حال محسن خان پھر سامان باندھنے میں مشغول ہو گئے، کچھ دیر کے بعد جب اس چادر کی تلاش ہوئی اور کسی سے اس کا نشان وسراغ نہ ملا تو شیخ مذکور نے حضرت کی خدمت میں یہ بات پہنچائی کہ مجھ کو معلوم ہے کہ وہ چادر کس کے پاس ہے کہ وہ چاہے گا تو اس کو اوڑھے گا اور چاہے گا تو بیچ دے گا حضرت نے فرمایا وہ کون شخص ہے؟ کہا محسن خان کے سامان میں اس کو تلاش کیا جائے۔

حضرت گھر کے اندر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ والدہ سارہ کے سامان میں تلاش کرو اور ان کی جو گٹھریاں بندھ چکی ہیں ان کو کھولو شاید کسی کے ہاتھ سے اسی میں سے کسی کے اندر بھولے سے بندھ گئی ہو، پھر محسن خان نے کہا کہ پہلے میرا سامان دیکھ لیں تو محسن خان کی گٹھری کھلتے ہی وہ چادر سامنے آ گئی، محسن خان انتہائی

رنج سے بیتاب ہوکر خاموش رہ گئے مگر حضرت نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم رنجیدہ مت ہو ہم جانتے ہیں کہ یہ تمہاری حرکت نہیں ہے، محسن خان نے عرض کیا کہ میں کیسے مجرم نہیں ہوں جبکہ چادر میرے سامان میں نکلی ہے میں نے اس کو چرایا ہو یا نہ چرایا ہو مگر چور تو ہو گیا ہوں، پھر حضرت نے اپنا رخ دولت خانہ کی طرف کرلیا۔

اور محسن خان حرم محترم کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ کعبہ معظّمہ کے غلاف کو پکڑ کر دعا کرنے لگے کہ اے عالم الغیب تو جانتا ہے کہ میری طرف چوری کی نسبت مجھ پر خالص تہمت ہے لہذا حق و باطل کے درمیان تو فیصلہ کردے جو شخص اس غیر مشروع حرکت کا مرتکب ہوا ہے اس پر دنیا میں یہ جرم ثابت ہو جائے۔

چونکہ اس وقت سفر و سواری کی فکر ذہن پر سوار تھی، حضرت نے اس معاملہ کی تحقیقات نہیں کیں بس محض تنبیہی کلمات کہنے پر اکتفاء کی، اور اس کا پورا فیصلہ اس پر موقوف ہوا کہ جہازوں کے روانہ ہونے کے بعد ہوگا، جب سارا سامان بندھ گیا اور قافلہ مکہ معظّمہ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا اور حضرت بھی جدہ میں رونق افروز ہوگئے۔

جدہ میں جس جگہ قیام تھا اسی کے قریب ایک پہاڑ ہے جس سے لوہے کی دھار والا پتھر نکلتا ہے، حضرت نے حرم شریف میں کعبہ سے متصل اس کو دیکھا تھا حضرت کے ساتھ میں جو بدوی تھے حضرت نے ان سے استفسار کیا انہوں نے اس پتھر کی کانوں کی طرف رہنمائی کی، چنانچہ حضرت نے آٹھ پتھر خریدے اور دو ریال بدویوں کو ادا کئے، شیخ عبداللطیف بھی ان کے خریدنے میں شریک تھے جب حضرت قافلہ کے ساتھ بندرگاہ جدہ میں داخل ہوئے تو بدویوں نے ان پتھروں کو سمندر کے قریب جمع کردیا سامان کو سواریوں پر لادنے کا نظام چار پانچ جگہ سے بنا اور ہر ایک کے لئے اس کے ساتھیوں کے ساتھ جہاز متعین ہو گیا۔

حضرت نے ملک البحر کو سوار ہوکر رونق بخشی، تمام جہازوں نے لنگر اٹھایا اور

روانہ ہو گئے، صرف عطیۃ الرحمٰن رکا رہا، جس پر سید احمد علی شہید اور سید محمد مرحوم سوار تھے اسی جگہ (جہاز ہی پر) سید عبدالرحمٰن کے گھر بچہ تولد ہوا۔

بہر حال (جہاز کی روانگی کے بعد) اسی دن یا اگلے دن حضرت نے محسن خان سے فرمایا کہ جاؤ اور شیخ لطافت حسین کو ہمارے پاس لے آؤ تا کہ تمہارا فیصلہ کر دوں محسن خان نے عرض کیا کہ میں ان کو بلانے نہ جاؤں گا کسی دوسرے آدمی سے فرما دیا جائے، حضرت نے شمشیر خان کو حکم دیا کہ شیخ لطافت حسین کو لے آؤ، مولانا عبدالحی و مولوی یوسف مرحومان بھی موجود تھے بلکہ (اس وقت) تمام ساتھی جمع ہو گئے۔

حضرت نے پہلے تو محسن خان سے فرمایا کہ اس دن کا پورا واقعہ بیان کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں مکہ مکرمہ میں اوپری منزل پر سامان باندھ رہا تھا کہ شیخ لطافت حسین آ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ میری ایک چیز اپنے سامان میں باندھ لو، میں نے انکار کیا، میری والدہ نے ان کی سفارش کی، مجبور ہو کر میں نے کہا کہ لے آیئے کیا چیز ہے، انہوں نے کہا کہ طمنچہ ہے تو میں نے کہا کہ طمنچہ کو گٹھری میں باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟ لے آیئے کسی دوسری جگہ رکھ دوں گا انہوں نے کہا کہ نچلی منزل میں ہے تم جاؤ اور لے آؤ تو میں نے کہا کہ مجھ کو کیا غرض ہے تم جاؤ اور لے آؤ تو میری والدہ نے فرمایا کہ تم اس کے لانے سے کیوں انکار کرتے ہو، تم ہی جاؤ۔

میں گیا اور میں نے اس کو ہر چند تلاش کیا مگر مجھے اس کا کوئی نشان بھی نہ ملا، اسی اثناء میں انہوں نے میری والدہ سے پانی منگوایا تھا والدہ پانی لانے کے لئے گئی تھیں جب مکان کو انہوں نے خالی پایا تو جو کچھ ان کے دل میں تھا یہ عمل میں لائے، میں جب واپس آیا تو میں نے ان سے کہا کہ وہاں طمنچہ نہیں ہے، شیخ مذکور اس پر خاموش رہے۔

یہ بات سن کر مولانا عبدالحی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ محسن خان کی بے گناہی و براءت کی ایک دلیل میرے پاس ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ لطافت نے مجھ سے

کہا ہے کہ وہ چادر ایک ایسے شخص کے پاس ہے جو کہ نہ اسے بیچے گا اور نہ ضائع کرے گا، ظاہر ہے کہ جب محسن خان (نے چادر نہیں لی اور ان) کو اس کی خبر بھی نہ تھی تو کیسے وہ اس کو بیچتے یا ضائع کر سکتے تھے اور پھر یہ کہ شیخ لطافت نے یہ بات کہاں سے جانی کہ چادر کو محسن خان نے لیا ہے، اسلئے کہ انہوں نے محسن خان کا اس چادر کو لینا اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں، اور نہ ہی ان کی زبان سے سنا اسلئے اس مسئلہ پر غلطی شیخ لطافت کی ہی معلوم ہوتی ہے۔

اس وقت دوسرے لوگ بھی حقیقت واقعہ سے واقف ہو کر شیخ مذکور کی غلطی بتانے لگے اور شیخ لطافت کو ایسی شرمندگی و ندامت ہوئی کہ سر نیچے کر لیا اور کچھ نہ کہا حضرت نے ان کو ملامت کی اور فرمایا کہ یہ شخص اس لائق ہے کہ اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے پھر محسن خان و شمشیر خان کو حکم دیا کہ ان کو اپنی حراست میں مقید رکھیں، چنانچہ یہ لوگ شیخ لطافت کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے تھے پھر انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ جہاز کی سواری تو خود ان کے لئے قید خانہ کے درجہ میں ہے اگر حکم ہو تو ان کو آزاد کر دیں حضرت نے فرمایا رہا کر دو، پھر حضرت نے محسن خان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم نے جو دعا بیت اللہ میں کی تھی وہ بارگاہ کبریائی میں قبول ہوئی کہ فساد کرنے والا رسوا ہوا اور تم سے تہمت دور ہو گئی۔

معلوم نہ ہو سکا کہ کون سا جہاز پہلے روانہ ہوا البتہ ملک البحر دو جہازوں کی روانگی کے بعد یکم ذیقعدہ ۱۲۳۸ھ کو روانہ ہوا۔

مخہ میں اور وہاں کا ایک واقعہ

(کچھ دنوں کے بعد) چاروں جہاز مخہ کی بندرگاہ پر پہنچے، اور ایک ماہ کے قریب وہاں قیام رہا حضرت کے بھتیجے سید یعقوب اور سید زین العابدین بن سید احمد علی بیان کرتے ہیں کہ رفقاء میں میر واصل لکھنوی بھی تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں نقاشی کا کام کر کے اسی کی اجرت سے نقد سرمایہ اکھٹا کیا تھا، یہ کمزور شخص تھے، مخہ میں ایک دن

انہوں نے دو اشرفیاں مولوی امداد علی مارہروی کو دیں کہ وہ بازار سے ان دونوں اشرفیوں کا خردہ کرا کے ریالوں کی صورت میں لے آئیں، مولوی صاحب مذکور نے چونکہ تنہائی میں ان سے یہ اشرفیاں لی تھیں اس لئے ایک ہفتہ ان کی نظروں سے غائب رہے، انتظار کی تکلیف اٹھانے کے بعد سید واصل نے ان سے کسی طرح ملاقات کی اور اپنی اشرفیوں کے خردہ ریالوں کا ان سے مطالبہ کیا۔

چونکہ شیطان لعین نے ان کے دل میں خیانت پیدا کر دی تھی انہوں نے اشرفیوں کے لینے سے انکار کیا حتیٰ کہ یہ معاملہ چند دن مولانا عبدالحق صاحب و مولانا محمد اسماعیل علیہما الرحمۃ کے سامنے رہا، مدعی پورے عزم و جزم کے ساتھ دعویٰ کرتا تھا اور مدعا علیہ انکار کرتا تھا، آخر ان دونوں حضرات نے اس معاملہ میں کسی کی سچائی و جھوٹ کے فیصلے کے بغیر اس معاملہ کو حضرت سید صاحب کی خدمت میں پہنچایا، حضرت نے عصر کی نماز کے بعد اولاً تو پروردگار عالم کی عظمت و کبریائی کو بڑے مبالغہ کے ساتھ بطور پند و وعظ کے بیان کیا اور مدعا علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو بھی جوابدہی کے سلسلہ میں اسی انداز کی تاکید بھی کی اور وعید بھی ذکر کی، مدعی علیہ نے دعویٰ کے رد و انکار میں اپنی سچائی کے ثابت کرنے کے لئے اپنے تمام اعمال صالحہ حج و عمرہ اور نماز و روزہ کے ضیاع کا تذکرہ کیا، حضرت مدعا علیہ کے بیان سے بہت ہی متاثر اور خوفزدہ ہوئے، اور اس کو اس قسم کے محض تعنت کے کلمات کہنے سے منع کیا اور فرمایا کہ تمہارے نزدیک یہ اعمال جو کہ نہ جانے کتنی مشقتوں کے ساتھ انجام پائے ہیں کوئی قیمت نہیں رکھتے؟ اور ان بہت جلد ختم ہو جانے والی چمک دمک کی چیزوں کے پیچھے ان اعمال کو برباد کرتے ہو جن کو قیامت کے دن کے لئے جمع کیا جاتا ہے، یہ نیک اعمال تمہاری نگاہوں میں اتنے بے وقعت ہیں، نعوذ باللہ منہا۔

رات ہوئی تو حضرت نے امام خان خیرآبادی کو حکم فرمایا کہ مولوی امداد علی کو چھت پر لے جاؤ اور دونوں ہاتھوں کو پیروں کے ساتھ اس طرح باندھ دیں کہ زمین

سے نہ لگیں اور پھر اس سے میر واصل کے پیسوں کے متعلق معلوم کرو، انہوں نے ایسا ہی کیا تو تھوڑی دیر کے بعد مولوی امداد نے اقرار کرلیا اور کہا کہ مجھکو کھول دو میں دیدوں گا، چنانچہ وہ کھول کر حضرت کے پاس لائے اور حضرت سے ان کے اقرار کو عرض کیا مگر جب حضرت کے سامنے کہلایا تو پھر انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے اپنی تکلیف کی وجہ سے مجبور ہو کر اقرار کرلیا تھا ورنہ میں نے چوری نہیں کی ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ پھر لے جاؤ اور اسی طرح تکلیف دو، چنانچہ امام خان نے ایسا ہی کیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر اقرار کرلیا، امام خان نے کہا میں تمکو نہیں چھوڑوں گا اسلئے کہ تم پھر انکار کردو گے، تو مولوی امداد نے کہا کہ مجھے کھول دو ہرگز انکار نہ کروں گا جب بار بار اقرار کیا تو امام صاحب ان کو لیکر سید صاحب کے پاس آئے۔

حضرت نے امام خان و ابراہیم خان و رمضان خان کو ان کے ساتھ کیا، مولوی صاحب سب کے ساتھ قبرستان پر گئے اور دونوں اشرفیاں نکال کر امام خان کے ہاتھ میں دیں مگر امام خان ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت سید صاحب کے پاس لائے حضرت نے ان کو کمرے کے اندر کر کے لکڑی سے خوب مارا، اور اپنے قافلہ سے نکال دیا پھر معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کس جہاز سے اور کب وطن کو واپس ہوئے، مولوی عبدالحق صاحب نیوتنی اسی جگہ صنعاء سے آکر قافلہ کے ساتھ ہوئے۔

بمبئی کا اشتیاق اور عزم و نظم

حضرت کو بمبئی جانے کا بہت شوق تھا، اور بڑی تمنا تھی کہ اس شہر میں رونق افروز ہوں اتفاق سے مخہ میں بمبئی جانے والے چار جہاز کھڑے تھے، چنانچہ حضرت نے مولوی انس صاحب کے نام گرامی نامہ بطور اطلاع ان جہازوں کے ذریعہ بمبئی کو بھیجا گرامی نامہ جہاد و ہجرت کی ترغیب کے مضامین پر مشتمل تھا، اس کے بعد حضرت کے جہاز کا ناخدا محمد رجب حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ہمکو بمبئی کا کرایہ مل گیا ہے

اسلئے اب ہمارا جہاز بمبئی ہوکر کلکتہ جائے گا حضرت نے فرمایا کہ یہ تو ہماری عین مراد ہے، جس جہاز سے حضرت نے گرامی نامہ بھیجا تھا وہ بیس دن پہلے روانہ ہوا پھر حضرت کے قافلہ کے چاروں جہازوں نے لنگر اٹھایا اور باب سکندر کو عبور کرتے ہوئے آگے کو روانہ ہوئے۔

سقوطرہ تک ملک البحر قافلہ کے باقی جہازوں کے ساتھ رہا سقوطرہ سے تین جہازوں نے تو ملیبار کا راستہ پکڑا اور ملک البحر بمبئی کی طرف چل دیا۔

جہاز میں عید الاضحیٰ

(عید الاضحیٰ کا دن دوران سفر پڑا) اہل جہاز نے عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے کی درخواست کی اور ناخدا نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا عبدالحی علیہ الرحمۃ خطبہ پڑھیں، حضرت کو دوران سر کی شکایت تھی، چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کے بموجب مولانا نے مختصر سا خطبہ تیار کیا اور نماز وخطبہ کو انجام دیا، ناخدا بہت سی بھیڑیں قربانی کے لئے مخہ سے ساتھ لایا تھا چنانچہ اس نے ان جانوروں کو ذبح کیا اور پورے قافلہ کی پر تکلف دعوت کی۔

قیام بمبئی

اللہ کا فضل رہا کہ مخالف ہوا کسی دن نہیں چلی اور جہاز ۱۲ ذی الحجہ کو کچھ ہی دن نکلنے کے بعد بمبئی کی بندرگاہ پر پہنچ گیا وہاں پہنچنے سے پہلے ساحل کا رہبر جہاز پر آیا اور اس نے حضرت سے عرض کیا کہ آج پانچواں دن ہے کہ شیخ غلام حسین فخر التجار کا انتقال ہوگیا، سید عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت نے سامان کی نگرانی اور بعض دوسرے کاموں کی انجام دہی کے لئے مجھ کو جہاز ہی پر چھوڑا اور خود شہر کے اندر تشریف لے گئے، راستے میں اکثر لوگ کہا کرتے تھے کہ بمبئی میں تیل اور گوشت بہت گراں ہے

اورنایاب بھی حضرت نے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ ہمارے قافلہ کے لئے سب کچھ اتنی کثرت سے دستیاب ہوگا کہ اہل قافلہ دونوں سے سیر ہو جائیں گے۔

بمبئی کی جائے قیام اور عوام کا رجوع وازدحام

حضرت نے بمبئی کے اندر محلّہ میمنواڑہ کی اس مسجد میں قیام کیا جس میں مولوی انس صاحب امام تھے، مولوی صاحب موصوف حضرت سے بیعت ہوئے اور چونکہ بمبئی میں حضرت کی شخصیت کی اور اس وقت کی آمد کی پہلے سے شہرت تھی اسلئے وہاں بھی کلکتہ کی طرح رات و دن عوام کا ہجوم رہتا تھا اور فرصت نہ ملتی تھی، اور طرح طرح کے لذیذ کھانوں سے دعوت ہوتی تھی، قافلہ کے اکثر لوگ پلاؤ میں بہت زیادہ چکنائی ہونے کی وجہ سے چکنائی و روغن کو پلاؤ سے الگ کر کے کھایا کرتے تھے اور ہزاروں لوگ حلقہ بیعت میں داخل ہوئے اور جس جہاز سے حضرت نے گرمی نامہ بھیجا تھا وہ حضرت کے جہاز کے سولہ دن کے بعد بمبئی پہنچا، اس جہاز کے ناخدا نے بھی بیعت کی، پھر بمبئی سے ضروریات سفر خرید کر جہاز پر لادی گئیں اور وہاں اٹھارہ دن قیام کے بعد انیسویں دن ملیبار کے لئے روانہ ہوئے۔

اور بمبئی سے مولوی انس کے صاحبزادے و مولوی محمد صدیق و محمدی و امام الدین و شیخ بڈھن یہ پانچ آدمی حضرت کے ساتھ ہو گئے۔

بندرگاہ الفی میں دوسرے جہازوں کے ساتھ اجتماع اور ان کے سواروں کو تعجب

بمبئی سے روانہ ہوکر ساتویں دن حضرت کا جہاز بندرگاہ الفی پر پہنچا، عطیۃ الرحمٰن وغیرہ تینوں جہاز ایک دن پہلے وہاں پہنچ کر لنگر انداز ہو چکے تھے، ان جہاز والوں نے دور سے ملک البحر کو دیکھا تو سوچا کہ اس میں اتنی طاقت کہاں کہ یہ بمبئی تک جائے اور پھر ہمارے دیکھتے دیکھتے آ جائے، جب ملک البحران جہازوں کے بالکل

متصل ہو گیا اور ان سے بہت قریب ہی لنگر ڈالا تو پہلے جہاز والوں نے کہا کہ تم لوگ ملیباز میں ہمارے ساتھ ہو گئے حالانکہ بمبئی کا سفر تو بہت لمبا تھا تو ملک البحر کے سواروں نے جواب دیا کہ ہم بمبئی سے ہی آ رہے ہیں اور وہاں ہم نے اٹھارہ دن قیام بھی کیا ہے، اور بمبئی جانے کی علامت ہمارے ساتھ مولوی انس صاحب کے صاحبزادے کا وجود ہے۔

اس کے بعد حضرت سید صاحب ایک چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر عطیۃ الرحمٰن کے اندر تشریف لے گئے اور آغا حسین ناخدا سے ملاقات کی سلام اور مصافحہ و معانقہ کے بعد حضرت نے اس سے کہا کہ ہم نے آپ سے کہا نہ تھا کہ ہمارا جہاز تیز رفتار ہے، حضرت نے فرمایا کہ ہم بمبئی سے آ رہے ہیں تو وہ بہت متعجب ہوا اور اس نے کہا کہ یہ آپ کی کرامت ہے دوسرے جہاز والوں کو بھی اس پر بہت ہی تعجب ہوا اور آغا حسین نے کہا کہ کل ہی ہم لوگ یہاں پہنچے ہیں اور آج یہ جہاز بمبئی ہو کر اٹھارہ دن قیام کے بعد یہاں پہنچ گیا یہ سب قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔

حضرت کی کشتی اور سمندر کی شورہ پشتی

جب حضرت عطیۃ الرحمٰن سے اتر کر اپنے جہاز کی سمت روانہ ہوئے تو ہوا تیز تھی اور سمندر کی موجیں تلاطم کی وجہ سے آسمان کو چھو رہی تھیں حتی کہ ملک البحر والے اس حال کو دیکھ کر (پریشان ہو گئے اور) دعا کرنے لگے اور موجوں کے تلاطم کا یہ حال تھا کہ کبھی کشتی کو کافی اوپر اٹھا لیتی تھیں اور کبھی اتنے نیچے کہ نظروں سے غائب ہو جاتی، حتی کہ جہاز تک اس کا پہنچنا دشوار ہو گیا اور مجبور ہو کر اس کا رخ کنارے کی طرف کر دیا گیا، شام کو ملک البحر کے ناخدا نے جدھر حضرت تھے ایک فانوس روشن کر دی اور ہوا بھی کم ہو گئی تھی تو حضرت فانوس کو سامنے رکھکر روانہ ہوئے اور مغرب کے بعد جہاز پر پہنچے، حضرت کے جہاز پر آ جانے پر اور بعافیت پہنچ جانے پر (سب کو) بہت خوشی ہوئی۔

قصبہ الفی میں

بعد میں حضرت جہاز سے اترے اور الفی قصبہ کے اندر تشریف لے گئے اور اپنے مریدین کو (جو وہاں موجود تھے) اپنے دیدار فیض آثار سے محظوظ و مسرور فرمایا، دو دن اس بندرگاہ پر قیام رہا، تیسرے دن پہلے تاج نامی جہاز، لنگر اٹھا کر روانہ ہوا، اس کی روانگی طلوع آفتاب کے قریب ہوئی پھر دن کا کچھ حصہ گذرنے پر دریاقی نے لنگر اٹھایا اور وہ بھی روانہ ہو گیا اور دونوں نظروں سے غائب ہو گئے دن کا کچھ حصہ باقی تھا اور ابھی حضرت ساحل پر ہی تھے کہ ملک البحر نے بھی اپنا لنگر کھینچنا شروع کیا حالانکہ ابھی حضرت اندر تشریف نہیں لائے تھے ناخدا نے حضرت کو بلانے کے لئے توپ سر کرنے کا حکم دیا، حتیٰ کہ حضرت بھی پہنچ گئے، اور کچھ دن باقی رہتے ہوئے ملک البحر بھی لنگر اٹھا کر اور پردے کھینچ کر چل دیا اور تھوڑی ہی دیر میں شام ہوتے ہوتے بندرگاہ مذکور نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

اور جہاز رات بھر چلتا رہا، صبح کو ملک البحر والوں نے دیکھا کہ عطیۃ الرحمٰن اس کے قریب ہی جا رہا ہے اور اس سے کچھ فاصلہ پر دریاقی اور اس کے بعد تاج ہے، تو حضرت نے اپنے جہاز کے معلم سے فرمایا کہ اپنے جہاز کو عطیۃ الرحمٰن سے متصل اور قریب کر لو تاکہ اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتا چلوں، کچھ دیر بعد دونوں جہاز متصل ہو گئے اور دونوں جہازوں والے آپس میں باتیں کرنے لگے، البتہ ملک البحر چونکہ تیز روی اور پیش روی کی طرف مائل تھا اسلئے عطیۃ الرحمٰن سے حضرت کے ہمشیرزادہ سید احمد علی نے از راہ مزاح کہا کہ جیسے نابینا کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس کو) لیکر چلتا ہے ایسے ہی ایک رسی ہمارے جہاز میں باندھ دینی چاہیے تاکہ ساتھ ساتھ چلتے رہے، تو حضرت نے فرمایا کہ ہم لوگ (آگے آگے) راستہ صاف کرتے ہوئے چل رہے ہیں تم لوگ پیچھے آؤ، دن کا کچھ حصہ گذرنے پر ملک البحر عطیۃ الرحمٰن سے

آگے ہو گیا اور نصف دن گذرنے پر دریاقی کو اور بعد زوال تاج کو بھی پیچھے کر دیا حتی کہ اگلے دن یہ تینوں جہاز بچھڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

کلکتہ کے ساحل کی طرف

پھر قاب قمری اور کالی سیلان وغیرہ سے گذرتے ہوئے، الفی سے روانگی کے دسویں دن گنگا ساگر (دریائے گنگا کے دہانے پر) پہنچے، محمد رجب ناخدا نے کہا کہ یہ پریشانی کی جگہ ہے کہ یہاں جلدی آرکاٹھی (یعنی ساحل پر لنگر اندازی کا رہبر و ماہر) نہیں ملتا حضرت نے فرمایا کہ ہمارے پہنچنے پر ارکاٹھی ضرور آئے گا اور ہمارا ارکاٹھی ہمارے انتظار میں ہوگا اور حقیقۃً ہوا بھی یہی کہ حضرت کے جہاز کا ارکاٹھی انتظار میں بیٹھا ہوا دعا کر رہا تھا کہ خدا کرے کہ سب سے پہلے حضرت کا جہاز آئے۔

جب حضرت کا جہاز گنگا ساگر کے اندر داخل ہو گیا تو ناخدا نے کہا کہ انتظار کی جگہ یہی ہے اور اس خلاصی کو اوپر بھیجا تاکہ دیکھے کہ ارکاٹھی نظر آتا ہے یا نہیں اس نے اوپر سے کہا کہ کوئی نظر نہیں آرہا ہے، حضرت نے فرمایا کہ اور آگے چلنا چاہئے ابھی مقررہ جگہ نہیں آئی ہے، اسلئے کہ گنگا ساگر تو بہت چوڑا اور لمبا ہے آخر امتثالاً للأمر ناخدا نے جہاز کو آگے بڑھایا اور صبح سے دوپہر تک چلتا رہا حتی کہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں حضرت کے اسی محبّ ارکاٹھی کا جہاز موجود تھا اس نے حضرت کے جہاز کو دیکھتے ہی دوربین سنبھالی اور حضرت کو جہاز پر کھڑا دیکھا اور پہچان لیا اور انتہائی خوشی محسوس کی اور چھوٹی کشتی طلب کر کے جہاز کے نیچے آیا اور حضرت کا جہاز اسی جہاز کی طرف چلا جا رہا تھا چنانچہ اپنی کشتی کو تیز کیا اور جہاز پر پہنچ کر ملاقات کی اور سلام کے بعد حضرت کے بدن سے چمٹ گیا اور بڑی نیازمندی کا اظہار کیا۔

پھر جانبین سے خیر و عافیت کی دریافت کے بعد اس نے عرض کیا کہ میں نے خدا سے جو ضرورت بھی مانگی مل گئی لیکن اس وقت جہاز کے کاموں میں مشغولیت

کی وجہ سے مجھ کو فرصت نہیں ہے رات کو ضروری احوال عرض کروں گا، حضرت نے فرمایا کہ ہم بھی دعائیں کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالی سب سے پہلے تم سے ملاقات کرائے، پھر ارکاٹھی نے جہاز کا رخ کلکتہ کی طرف کیا، مغرب کے وقت ڈاک کی کشتی پہنچی اور ڈاک طلب کی، حضرت نے فرمایا کہ ایک خط میں بھی لکھ دیتا ہوں ضرور پہنچا دیا جائے پھر ارکاٹھی نے بھی رقعہ لکھا اور مولانا عبدالحی صاحب نے ایک مختصر رقعہ کلکتہ کے محبین کے نام حضرت کی تشریف آوری کی خبر کا لکھا اور آنے والے کے سپرد کر دیا، ارکاٹھی نے رات کو اپنا حال عرض کیا۔

حضرت کا جہاز سے نزول اور شہر کے اندر ورود و دخول

صبح کو شیخ غلام حسین فخر التجار کے صاحبزادے عبداللہ حضرت کو لینے کے لئے پینس کے ساتھ پہنچ گئے، ایک دوسرے تاجر کی بھی خواہش تھی کہ حضرت کو اپنی قیام گاہ پر لیجائے، حضرت نے ہمشیر زادہ سید عبدالرحمٰن کو جہاز پر چھوڑا اور پینس پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے، ارکاٹھی افسوس کرتا رہا اور کہتا رہا کہ حضرت کو میں نے تنہا بہت کم پایا او راب تشریف لیجارہے ہیں اس لئے مجبوراً کلکتہ میں حاضر خدمت ہوں گا، پھر پینس جس پر حضرت سوار ہوئے تھے تیزی کے ساتھ روانہ ہوئی اور دوسری بہت سی پینسیں و بجرے اور کشتیاں بھی حضرت کے لئے موجود تھیں، عبداللہ نے کسی کو خبر نہ دی کہ حضرت ان کی پینس میں ہیں البتہ اس دوسرے تاجر سے بتا دیا جو کہ حضرت کو اپنے باغ پر لے جانے کی خواہش و تمنا رکھتا تھا، جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت کو تو عبداللہ لیجارہے ہیں تو اس نے کہا کہ میں حضرت کی محترمہ کو لاؤں گا۔

چنانچہ وہ ملک البحر تک پہنچا اور مخدومہ کو بعض دوسری مستورات کے ساتھ اپنی پینس میں بٹھایا اور روانہ ہو گیا اور لوگ جو طرح طرح کے تحائف و ہدایا لیکر آئے تھے میوہ جات، دودھ، پرندے، انڈے وغیرہ سب کچھ سید عبدالرحمٰن کے سپرد کر دیا گیا

جو کہ تھوڑے لوگوں کے ساتھ جہاز پر بیماروں کی تیمارداری اور سامان کی حفاظت کی غرض سے چھوڑ دے گئے تھے، حضرت نے اپنے تحائف میں سے ناخدا و معلم کو اور تمام جہاز والوں کو کھلایا حضرت کی سواری پینس کو چاروں طرف سے کشتیاں گھیرے تھیں مگر دریا کے مد اور ملاحوں کی کثرت و کشمکش کی وجہ سے کوئی بھی کشتی اس کو نہ پا سکی حتی کہ وہ ساحل پر پہنچ گئی۔

کلکتہ میں قیام اور رفقاء قافلہ کی آمد

حضرت پینس سے کنارے پہنچے اور اتر کر بگھی پر سوار ہوئے اور بازار کلاں سے ہوتے ہوئے شیخ غلام حسین فخر التجار مرحوم کے باغ میں پہنچکر نزول اجلال فرمایا، اس مرتبہ بھی لوگ گروہ در گروہ حضرت کی صحبت سے مستفید ہونے کے لئے پہنچتے تھے اور حضرت کی ہدایت و ارشاد سے مستفید ہوتے تھے، بارہویں دن حضرت کے ہمشیر زادے سید عبدالرحمٰن بھی پہنچ گئے، اسی دن مولوی سید محمد علی رامپوری کے گھر میں ان کی بڑی صاحبزادی کے عقیقہ کی تقریب کے سلسلہ میں دعوت تھی، سید عبدالرحمٰن بھی دعوت میں شریک ہوئے، اس دن شروع میں تو مولوی محمد علی صاحب لوگوں کی کثرت و بھیڑ کو دیکھ کر پریشان خاطر ہو گئے کہ اس مجمع کی نسبت سے کھانا تو بہت تھوڑا ہے پھر کیسے کفایت کرے گا مگر حضرت سید صاحب نے ان کو اطمنان دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کھانے میں برکت دے گا، چنانچہ جو کھانا پکا تھا وہ سب کے لئے کافی ووافی ہوا اور کوئی شخص بھی بھوکا نہ رہا، دوسرے جہاز اس کے بعد پہنچے۔

عطیۃ الرحمٰن کا حال

البتہ عطیۃ الرحمٰن کو بہت دیر ہوئی اسلئے کہ وہ ایک ماہ تک گرداب میں پھنسا رہا حتی کہ کھانے اور پانی کی کمی کی وجہ سے جہاز والوں کو بہت تکلیف پہنچی، البتہ ایک دن ان کی غیب سے یوں مدد ہوئی اور قادر مطلق کی قدرت یوں ظاہر ہوئی کہ سواروں

میں سے ایک شخص وضو کررہا تھا جب اس نے منہ میں پانی ڈالا تو پانی کو شیریں پایا، چنانچہ آواز لگائی کہ اے جہاز والو! میٹھا پانی آ گیا ہے، لہذا تمام لوگ دوڑے اور ڈولوں اور گھڑوں کے ذریعہ تمام پانی کے برتنوں کو بھرلیا اس کے بعد جب پھر سمندر کا پانی چکھا گیا تو اس کو شور پایا، آپس کی گفتگو و جستجو کے بعد اس شیریں پانی کے متعلق یہ رائے طے پائی کہ جذر کی وجہ سے خلیج اڑیسہ سے متصل شیریں پانی کے دریا کا پانی ادھر آ گیا جس نے جہاز والوں کو شیریں کام و بامرام کردیا۔

حضرت کے ہمشیرزادہ سید عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ عطیۃ الرحمٰن راستہ سے بھٹک کر دور چلا گیا اور جہاز کے دونوں ناخداؤں -جن میں ایک ترکی اور ایک انگریز تھا- کے درمیان اختلاف ہوا، ان میں سے ایک کہتا تھا کہ یہ چین کا راستہ ہے دوسرا کہتا تھا کہ نہیں یہ کلکتہ کا ہی راستہ ہے، اور حضرت سید صاحب کلکتہ میں دعائیں فرماتے تھے اور نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ تکبر بہت بری چیز ہے، بہرحال جب حق تعالی نے چاہا کہ اس کو بھی منزل مقصود پر پہنچادے تو یہ ہوا کہ جو ناخدا یہ کہتا تھا کہ جہاز کا رخ کلکتہ کی طرف ہے اس نے دوسرے ناخدا سے درخواست کی کہ دو تین دن میری رائے پر عمل کرو اور دیکھو اگر میرے کہنے کے خلاف ظاہر ہو تو اختیار ہے، آخر اسی پر دونوں کا اتفاق ہو گیا، اور تین چار دن میں جہاز اسی جگہ پہنچ گیا جہاں کہ ارکاٹھی رہا کرتا ہے اور جب ڈاک سے عطیۃ الرحمٰن کے آنے کی خبر حضرت کو ملی تو حضرت سید صاحب اور تمام اہل قافلہ کو بڑی مسرت ہوئی۔

جہاز ملک البحر کی بابت تاثر

تمام جہاز والوں کو ملک البحر کی تیز رفتاری پر بڑا تعجب تھا اسلئے کہ وہ اپنے آغاز سے ہی سست رفتار تھا اور عطیۃ الرحمٰن کے ناخدا آغا حسین نے حضرت کے سامنے یہ کہا کہ ملک البحر کی جو سرعت و تیزی اس مرتبہ رہی اس کی پوری عمر میں نہیں

دیکھی گئی، حضرت نے فرمایا کہ پیچھے رہنے اور سست رفتار ہونے کی وجہ آپ خود جانتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں جانتے، حضرت نے فرمایا کہ جدہ میں آپ نے اپنے جہاز کی سرعت سیر اور دوسرے جہازوں کے مقابلہ میں اس کے ترفع کا تذکرہ کیا تھا آپ کی یہ تعلّی اس ذات کی بارگاہ میں پسند نہ آئی جو کہ غنی وحمید ہے، اسلئے حق تعالی نے بمصداق من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ (جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ اسے بلندی عطا کرتے ہیں) سست رفتار کو تیز اور تیز رفتار کو سست کر دیا، اسلئے کبھی تعلّی کی بات زبان پر نہ لانا چاہئے اور اپنے تمام کام کارساز حقیقی کے سپرد رکھنا چاہئے، بعد میں آغا حسین ترکی ناخدا نے حضرت کی پندرہ یا بیس کے لگ بھگ افراد کے ساتھ دعوت کی اور اپنے جہاز پر ہی نظم کیا، اور بیعت کی نیز معذرت کہ ہم نے بڑی غلطی کی اپنے جہاز کے تیز رو ہونے کے حق میں بزرگان دین سے مقابلہ کیا ہے آخر اپنے کئے ہوئے کی سزا کو پہنچے کہ ایسا نامی جہاز پیچھے رہا اور جو جہاز سست روی میں مشہور ہے وہ اس سے آگے بڑھ گیا یہ محض قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔

وطن کو واپسی

اس کے بعد مولوی امام الدین صاحب وصوفی نور محمد نے اپنے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت لی اور حضرت نے کلکتہ سے وطن مالوف کا قصد کیا، جس دن حضرت کی کشتیاں کلکتہ سے روانہ ہوئیں ان کے آگے حاکم کی ایک کشتی تھی جس نے حاکم کے حکم سے نقارہ بجانا شروع کیا، شروع میں حضرت اور ان کے ساتھیوں نے یہ سمجھا کہ یہ محصول کرنے والوں کا نقارہ ہے جو کہ نقارہ بجا کر کشتی کو محصول کی جگہ طلب کیا کرتے ہیں مگر اس کی تفتیش کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کلکتہ کے انگریز کوتوال ملا گیر نے یہ نظم کیا ہے کہ ایک جمعدار اور تین پیادے نقارہ کے ساتھ حضرت کی کشتیوں سے آگے آگے چلیں تا کہ جہاں حضرت کی کشتیں پہنچیں اگر انگریزوں کی کوئی کشتی ہو تو ان کو اس جگہ سے نکال دیا جائے اور ان کشتیوں کو ٹھہرایا جائے، یہ سن کر حضرت بہت

خوش ہوئے اور اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کر کے کہ بڑی دعائیں کیں کہ یہ بھی خداوندی انعامات میں سے ہے۔

اور کلکتہ کے حاکموں نے کلکتہ سے دہلی تک یہ فرمان پہنچادیا کہ ہر ضلع جو راستہ میں پڑے وہ حضرت کی کشتیوں کے ساتھ ایک جمعدار اور تین پیادے ونقارہ کا نظم اپنے ضلع کے حدود کے لئے کرے اور اپنے ضلع کی آخری حدود تک پہنچائے اور اگلے ضلع میں اس ضلع کے جمعدار و پیادے مع کشتی کے حاضر رہیں، اور اسی طرح حضرت کو منزل تک پہنچائیں۔

ایک شخص کے اخلاص کا ثمرہ وکشش

ایک صاحب عنایت اللہ نامی حضرت کے قدوم فیض لزوم کے بڑے ہی متمنی تھے اور جب حضرت وطن سے کلکتہ کو تشریف لائے تھے تو انہوں نے ایک عریضہ تحریر کیا اور کسی طرح اس کو سمندر کے جذر کے وقت جو کہ دریائے بھاگیرتی سے متصل ہے اور وہ دریا ان کے دیہات سے متصل بہتا ہے، اپنے عریضہ کو دریا کے پانی کے سپرد کر دیا۔ چونکہ ان کا یہ اقدام محض خلوص نیت کے ساتھ تھا اللہ تعالی نے اس کو کلکتہ پہنچادیا جہاں وہ حضرت کے کسی مخلص کے ہاتھ میں پڑا اور اس کے واسطے سے حضرت سید صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا، بعد میں میاں عنایت اللہ خود کلکتہ میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا، مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت حضرت نے حافظ قطب الدین پھلتی و میاں سعد الدین کو ان کے پاس بھیجا تھا اور جب حضرت ان کی بستی کے پاس پہنچے تو انہوں نے بیحد خدمت کی، اور چلتے وقت انہوں نے حضرت کی ہدایا سے جو خدمت کی اس کے علاوہ بوقت مصافحہ حضرت کے ہمراہیوں کو بھی کچھ نقد دیا۔

منشی محمدی کے وطن میں اور منشی صاحب موصوف کا حال

وہاں سے چلے تو منگل کوٹ اور اس سے متصل منشی محمدی کے دیہات کا قصد

کیا، وہاں کا بہترین تحفہ ناریل تھا کہ جس کا میٹھا پانی وہ سب کو پلاتے تھے اور اس میں چاول پکا کر کھلاتے تھے، اس موقع پر مجھے خیال آتا ہے کہ منشی محمدی علیہ الرحمۃ کی زبان سے سنا تھا کہ ان کے اقرباء نے ان سے اب اپنے گھر رہنے کی درخواست کی اور چاہا کہ حضرت سید صاحب بھی اپنی زبان مبارک سے فرمادیں، چنانچہ حضرت نے ان کو وہاں قیام کرنے کی اجازت دیدی، اور منشی موصوف مجبور ہو کر حضرت کے حسب حکم وہیں مقیم ہو گئے، اس کے بعد ان کا نکاح ہوا اور اس نکاح سے ایک بچہ تولد ہوا جس کا نام محمد یحییٰ رکھا، منشی صاحب فرماتے تھے کہ اس بچے کی محبت میرے دل میں اس طرح بیٹھ گئی کہ وہ بھی میرے لئے اللہ کی طرف سے لئے جانے والے امتحان میں سے تھا مگر قوت ایمانی کے زور سے کام لیکر اور اہل و بچہ کی محبت کو بس پشت ڈال کر حضرت کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

مرشد آباد میں

وہاں سے روانہ ہو کر جب مرشد آباد پہنچنا ہوا تو دیوان غلام مرتضیٰ آئے اور حضرت کو مع قافلہ اپنے مکان پر لیجانے کی درخواست کی، راستے میں ایک منزل پر قیام کے بعد دوسرے دن کہنہ نامی مقام پر دیوان موصوف کے دولتخانہ پر پہنچے، ان کی رہائش کی جگہ میں ایک بڑا بنگلہ تھا جو خس پوش تھا مگر بڑی زیب و زینت رکھتا تھا اس کی درستگی میں پانچ ہزار روپے صرف ہوئے تھے، حضرت نے قافلہ کے ساتھ ان کے بنگلہ میں نزول اجلال فرمایا، بنگلہ سے باہر قسم قسم کے میوہ و مٹھائیوں کا بازار لگ گیا تھا اور ہر قسم کے پیشہ والے اس بازار میں موجود تھے اور دیوان موصوف نے اس بازار میں منادی کرادی تھی کہ حضرت کے قافلہ کا کوئی بھی آدمی اگر کسی سے کچھ خریدے یا کسی سے کچھ کام کرائے تو اس کی قیمت و اجرت میرے ذمہ ہے اس پر حضرت نے دیوان موصوف کو سمجھایا کہ خود پر اتنا بوجھ نہ ڈالئے، انہوں نے عرض کیا اگر کسی مسلمان کے گھر

میں حاجی آتا ہے تو اس مسلمان کو بڑی سرفرازی حاصل ہوتی ہے میں اپنی اس قسمت پر منعم حقیقی جل جلالہ کی بارگاہ میں ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس نے اتنے حاجیوں سے مجھ کو سرفراز فرمایا ہے۔

دو تین دن وہاں کے قیام کے بعد حضرت واپس ہوئے، دیوان موصوف نے دوسرے ہدایا کے ساتھ ایک رومی بندوق بھی دی جو بہت عمدہ تھی اور سات نال والی تھی اسی طرح سات عمدہ طمنچے اور ایک ڈھال کا بھی ہدیہ کیا، حضرت نے ڈھال اپنے ہمشیر زادہ سید عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں دی اور بندوق میں سات نالیں اس حساب سے تھیں کہ ہر نال دوسو قدم کی مسافت کو بڑھا دیتی تھی حتی کہ ساتویں نال کی مار چودہ سو قدم کو پہنچ جاتی تھی، حضرت نے اس کو قبول کیا۔ مگر یہ بندوق بعد میں پشاور میں یار محمد خان درانی نے حضرت سے طلب کی تو حضرت نے عنایت فرمادی حالانکہ بعد میں اسی کے بھائی سلطان محمد خان نے اسکو ملامت کی فقراء سے اور بالخصوص اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں سے سوال کرنا اچھی چیز نہیں ہے۔

پھر سلطان محمد خان نے دمن نامی اپنا گھوڑا حضرت کو ہدیہ کیا جو کہ لشکر اسلام میں رہا حتی کہ جب سمہ کا ہنگامہ ہوا اور وہاں کے لوگوں نے غازیوں پر چڑھائی کی تو وہ گھوڑا حافظ عبدالعلی بن حافظ قطب الدین پھلتی کی سواری تھا ان کی شہادت کے بعد وہ بلوائیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا اور پھر معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گیا۔

اس علاقہ کی رانی جو کہ مسلمان تھی اس نے حضرت سے تشریف بری کی درخواست کی مگر جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

اور عبدالرحیم نو مسلم جن کا قصہ گذر چکا ہے انہوں نے اپنے اقرباء اور وطن کے اور قرب و جوار کے رہنے والوں کی تعلیم اور تلقین کے لئے قیام کی اجازت حاصل کی، اور حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی نیز واپسی اور جہاد کا قصد کر کے گئے مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی وطن اصلی میں پہنچنے کے بعد انتقال کر گئے اور ارحم الراحمین

کی رحمت سے جا ملے ، پھر حضرت واپس ہوکر مرشد آباد تشریف لائے اور وہاں سے کشتی روانہ ہوئی۔

مونگیر میں

اور مونگیر میں جمعہ کا دن تھا حضرت اور دوسرے حاجی کشتیوں سے اتر کر قصبہ کے اندر گئے ، بہت بڑی مسجد تھی ، اور وہاں ایک بوڑھے اور کمزور شخص بیٹھے تھے حضرت نے ساتھیوں کو حکم فرمایا کہ وضوء کرو تاکہ جمعہ کی نماز پڑھ لیں لوگ وضوء کرنے میں مشغول تھے کہ ان بزرگ سے جو کہ اس علاقے کے مشائخ میں سے تھے وہاں کے لوگوں نے کہا کہ یہ سید احمد بریلوی ہیں جو کہ قافلہ حجاج کے سالار ہیں آپ نے ان سے کوئی بات نہیں کی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے اور سید صاحب کے بیچ جو بات ہوئی ہے تم کو کیا معلوم؟

حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالی حکیم ہے کہ اس نے بندوں کو زبان بات کرنے کے لئے اور کان سننے کے لئے عطا کیا ہے میں نے ابھی کوئی بات آپ کی زبان سے نہیں سنی ہے اور نہ اپنی زبان سے کچھ آپ سے کہا ہے تو کیسے میں یقین کرلوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان گفتگو ہوئی ہے ، میرا حال تو یہی ہے ، آپ کا حال میں نہیں جانتا ہوں اسپر وہ پیر جی خاموش رہے پھر لوگوں نے وضوء کیا اور دوسرے مسلمان بھی حاضر ہوگئے جس کی وجہ سے پوری مسجد نمازیوں سے بھر گئی اور لوگ ان بزرگ کا انتظار کرنے لگے کہ آ کر نماز پڑھا دیں دھیرے دھیرے خبر پہنچی کہ استنجاء کر رہے ہیں اور وضو کر رہے ہیں مگر جب کافی وقت ہوگیا تو بعض ظریفوں نے کہا کہ یہ پیر صاحب نماز نہیں جانتے اس لئے کوئی دوسرا امام آگے بڑھے اور جمعہ ادا کیا جائے ، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ کسی صف میں وہ پیر بھی نماز میں شریک ہوگئے تھے ، کشتیاں جہاں کھڑی تھیں اسی جگہ مونگیر کے ہتھیار ساز

بندوق وغیرہ لیے کر حاضر ہو گئے تو حضرت نے ایک چار نالی بندوق خریدی اور بعض اہل قافلہ نے بھی دوسرے اسلحے خریدے پھر مونگیر سے روانگی ہوئی۔

عظیم آباد میں

مونگیر سے روانگی ہوئی تو مولوی ولایت علی عظیم آبادی شاہ محمد حسین و کرامت اللہ شاہ وغیرہما کو لیکر اس بابرکت قافلہ کی واپسی کا علم ہوجانے کی وجہ سے قصبہ بارہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔

مولانا ولایت علی عظیم آبادی

کا معاملہ یہ تھا (کہ اس وقت ان کا رنگ ہی کچھ اور تھا) کہ ان کی داڑھی منڈی ہوئی تھی اور کرتے میں زریں گوٹ اور پائجامہ کلی دار تھا، سید عبدالرحمٰن نے حضرت کے سامنے ان کی اس وضع کی مخالفت کا تذکرہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ انشاءاللہ (ہمارے) پرانے ہمراہیوں سے (بھی) فائق ہوجائیں گے، اور ان کی یہ ظاہری صورت بدل جائے گی، بہرحال حضرت کی رکاب فیض انتساب کی معیت میں مولوی صاحب موصوف حضرت کو عظیم آباد میں اپنے مکان پر لیکر پہنچے، اور وہیں ٹھہرایا حضرت نے ایک عشرہ وہاں قیام کیا۔

پھلواری شریف

اس درمیان ایک دن حضرت چند آدمیوں کے ہمراہ پھلواری شریف تشریف لے گئے جو کہ مشائخ وعلماء کی جگہ ہے اور اپنے فضل ودانش کے باوجود ان میں سے اکثر بدعات مروجہ اور گمراہ فرقوں کی رسومات میں اور انگریز حکومت کے بڑے بڑے منصب پر فائز ہیں، بہرحال حضرت کی تشریف آوری پر وہ لوگ بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ پیش آئے، حضرت نے رات بھی وہاں گذاری اور تنہائی میں حضرت سید

صاحب اور شاہ نعمت اللہ صاحب مرحوم کے درمیان کسی مسئلہ کے بارے میں کچھ گفتگو بھی ہوئی جس کا دوسروں کو علم نہ ہوسکا، صبح کو حضرت وہاں سے واپس ہوئے۔

پھر مولانا محمد اسماعیل کو چند آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا، مولانا ممدوح نے وہاں شاہ نعمت اللہ صاحب و مولوی احمد علی و دیگر بزرگوں سے ملاقات کی، اور ان سے کچھ بات کر کے حق کا بیان و اظہار کیا، شاہ نعمت اللہ مرحوم اکثر سکوت ہی کئے رہے اور مولوی احمد علی وغیرہ اسی جگہ چھپ کر چھتوں سے تماشہ دیکھ رہے تھے دوسرا کوئی سامنے نہیں آیا بجز دو ایک کے جن کا نام معلوم نہو سکا، جب رسم بسنت کے متعلق گفتگو ہوئی جو کہ وہاں ہوتی ہے اور جس موقع پر وہاں کے مشائخ اپنے کپڑوں کو زرد کر لیتے ہیں تو وہ لوگ اس کے شرک و کفر ہونے کے قائل ہوئے مگر قائل ہی ہوئے، اس کو چھوڑا نہیں۔

اہل پھلواری کی حضرت کو بدنام کرنے کیلئے ایک تدبیر اور ناکامی

اس کے بعد ان لوگوں نے ایک تدبیر کی، وہ یہ کہ وہاں ایک شخص تھا جو کہ ان دنوں فسق و فجور میں مبتلا تھا انہوں نے اس کو حضرت سے بیعت ہونے کی ترغیب دی اس خیال سے کہ چونکہ اس نے ایک عمر نفسانی واہیات اور شیطانی بہکاوے میں گذاری ہے اسلئے اب بدی اس کی عادت ہوگئی لہذا یہ عادت تو اس کی ختم ہوگی نہیں، (اب اگر حضرت سے بیعت ہو کر اسی حال پر باقی رہتا ہے) تو لامحالہ یہ برائی اس سلسلہ کی طرف منسوب ہوگی اور اس سے حضرت کے ذریعہ جو ہدایت پھیل رہی ہے اس میں اور جو حضرت کی طرف خلقت کا رجوع ہے اس میں کمی ہوگی مگر بمصداق چاہ کن راہ چاہ در پیش، وہ شخص ازلی سعید تھا البتہ ان مشائخ کی صحبت کی وجہ سے کہ انہیں کے درمیان اس نے نشو و نماء پائی تھی راہ ہدایت سے دور ہو گیا تھا اسلئے لازمی طور پر فسق و گناہوں سے توبہ اور اسلام کے احکام پر عمل، کو اپنانے کے بعد وہ اتباع سنت میں انتہائی کمال کو پہنچ گیا اور شرک و بدعات اور جاہلیت کی رسوم سے بہت ہی بددل و متنفر ہو گیا حتی کہ پھلواری والوں کے ساتھ رات و دن وعظ و نصیحت کی صورت میں جہاد

لسانی میں مصروف رہتا تھا، اسکی وجہ سے ان لوگوں کو محض اپنے کیے کی بنا پر بڑی پشیمانی اٹھانی پڑی اور حیرت کی وجہ سے ان کو انگشت بدنداں ہونا پڑا، کہ یہ مصیبت ہماری ہی وجہ سے ہمارے اوپر آئی ہے، والحمد للہ علی ذلک.

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

عظیم آباد سے روانگی

عظیم آباد سے روانگی کے وقت مولوی ولایت علی، وطالب حسین، وشاہ محمد حسین ومحمد حیات وسید کرامت وغیرہ اپنے سامان کے ساتھ آگئے اور حضرت کے ساتھ ہو گئے سید عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے مولوی ولایت علی کو دیکھ کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں مگر یہ یقیناً ہم پر بار ہوں گے، مگر حضرت نے فرمایا کہ (ایسا نہیں ہوگا) بلکہ یہ لوگ پرانوں پر گوئے سبقت لیجائیں گے، خاطر جمع رکھو۔

بھوجپور

عظیم آباد سے ڈھکیا اور داناپور کے راستے سے رائے بریلی کو چلے، جب حضرت کی کشتیاں بھوجپور کے قریب پہنچیں تو اس علاقہ میں فصل ربیع کی کھیتوں کا زمانہ تھا ایک جگہ کشتیاں رکیں تو کشتی کے بعض بچے اتر پڑے اور چنے کے کھیتوں کی طرف دوڑے پتہ نہیں کہ انھوں نے کچھ چنا لیا تھا یا نہیں کہ کھیت والے لڑنے پہ آمادہ ہو گئے تو اس وقت قافلہ کے بڑے خشکی پر گئے اور بچوں کو آواز دیکر کشتی پر سوار ہو گئے اور کشتیاں چلدیں اچانک ایک شخص بڑا موٹا اور لحیم وشحیم صوبہ داروں کا لباس پہنے ہوئے شور مچاتا ہوا آیا اور انگریزوں کی زبان میں گالی دینے لگا اور کشتی کو آگے جانے سے منع کیا اور اپنے پاس طلب کیا کشتی والے خوف زدہ ہو گئے، اگلی کشتی والے جسمیں

جمعدار اور سات پیادے حضرت کی کشتی کی حفاظت کے لئے موجود تھے وہ کنارے جا کر رکی اور وہ لوگ سرکاری نشانات وغیرہ کو چھپا کر کشتی سے نیچے اترے اس نے ان کو بھی گالیاں دیں، وہ لوگ جب اس سے بہت قریب ہو گئے تو سرکاری علامت کو کندھے پر رکھکر اس کی طرف دوڑے کہ یہ چور ہے پکڑو پھر کسی نے اس کی گردن پکڑی اور کسی نے ہاتھ پھر اس کو باندھ کر کشتی پر لائے اور انتہائی تیزی کے ساتھ تھانہ کی طرف چلے جو کہ دو میل کے فاصلہ پر تھا اور ان کشتی والوں سے کہہ گئے کہ تم لوگ آہستہ آہستہ چلو ہم جلدی ہی آجائیں گے، چونکہ پانی کی روانی ان کے موافق و مساعد تھی وہ اس کو پہنچا کر جلدی ہی واپس آگئے اور جمعدار نے حضرت کی کشتی کے قریب آکر عرض کیا کہ ایک زمانے سے ہم لوگ اس ڈاکو کی فکر میں ہیں اور اس کو نہیں پارہے تھے آج حضرت کے انفاس مقدسہ کی برکت اور اس جماعت کی خدمت کی بدولت ایسے سرکاری مجرم کو ہم نے پالیا، انشاءاللہ میں انعام پاؤں گا۔

بلیا میں

وہاں سے چل کر قصبہ بلیا کے قریب پہنچے آپس میں یہ طے پایا اس جگہ کے مشائخ کی جو مسجد ہے وہاں جا کر جماعت سے نماز ادا کی کریں، چنانچہ دریا کے کنارے پہنچنے پر قافلہ کے اکثر لوگ حضرت کی ہمراہی میں اس مسجد کی طرف چلے گئے۔

میاں محمد کے بڑے بھائی اسی وقت پینس کی سواری سے آرہے تھے، راستے میں انہوں نے اپنی پینس کے اندر سے اس بابرکت جماعت کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ سادات رائے بریلی کی جماعت ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں وہی جماعت ہے، چونکہ انہوں نے داڑھی مونڈ رکھی تھی اور دانتوں پر مسی مل رکھی تھی کہاروں کو تاکید کی تا کہ ان کو کنارے کر کے چھپا دیں۔

ان کے چھوٹے بھائی نے حضرت کی خدمت میں حاضری دیکر صحبت سے

مستفید ہونے کا فخر حاصل کیا، حضرت کے ماموں مولوی سید قطب الہدی صاحب
وہیں مقیم تھے تو اس بستی میں ان کی آمد ورفت کی وجہ سے حضرت کے ساتھیوں نے اس
قصبہ میں جانے کی خواہش کی تھی، بہر حال ان لوگوں کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا
کر کے حضرت کشتی کی طرف واپس آئے، سید عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ مولوی سید
قطب الہدی کے بڑے صاحبزادے نے داڑھی مونڈنے کی وجہ سے ملاقات نہیں کی
مگر تقدیر الٰہی کو کون ٹال سکتا ہے، قصبہ میں داخل ہوتے وقت ہم نے ان کی صورت
بہر حال دیکھ لی جبکہ وہ ہماری آمد کے متعلق معلوم کر کے دوسری طرف کو چلے گئے تھے
اسلئے ہماری طرف سے ان سے کہد ینا چاہئے کہ ہر چند آپ روپوش ہوئے مگر ہم
آپ کے جمال کا معائنہ کر کے مسرور ہوئے۔

محمود آباد میں لنگر اندازی اور ایک مخلص کی ملاقات کے لئے پیدل سفر

اس کے بعد کشتیاں وہاں سے روانہ ہوئیں اور چھپرہ وریل گنج وبکسر ہوتے
ہوئے محمود آباد کے قریب پہنچیں صبح کو حضرت دریا کے کنارے تشریف لے گئے مولانا
عبد الحی ومولانا محمد اسمٰعیل ومولوی محمد یوسف رحمہم اللہ وغیرہ بھی ساتھ تھے کنارے
اتر کر دریا کی شمالی سمت چلدیئے اور کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ حضرت کہاں تشریف لیجارہے
ہیں البتہ ہمراہی آپس میں تعجب کے ساتھ حضرت کی اس تشریف بری پر گفتگو فرما رہے
تھے، آخر مولانا عبد الحی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا کہاں عزم ہے؟ فرمایا
محمود آباد کے بعد دوسرا دیہات ہے اس دیہات سے ایک دوست کی بو محسوس
کر رہا ہوں اسلئے میں اسی دوست کی ملاقات کو جارہا ہوں۔
محمود آباد بستی کے اندر پہنچے تو ڈھول بجنے کی آواز کان میں آنے لگی حضرت
نے مولانا محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ سورہ یٰسین پڑھئے، مولانا موصوف نے

حضرت کے حکم کے امتثال پر پڑھنا شروع کیا تو ڈھول بجانے والے رک گئے ساتھیوں نے تعجب کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس میں کیا تاثیر ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ڈھول کی آواز مجھ کو ناگوار تھی اس پر غیبی اشارہ ہوا کہ اس تدبیر سے اس کا بجنا بند ہو جائے گا۔

جب محمود آباد سے نکل کر آگے بڑھے تو مولوی محمد یوسف صاحب نے عرض کیا کہ جو جگہ حضرت کی منزل مقصود ہے وہ کتنی دور ہے؟ حضرت نے فرمایا قریب ہے حتی کہ یوسف پور پہنچے تو (وہاں معلوم ہوا کہ) اس دیہات میں شیخ فرزند علی غازی پوری بیمار تھے خود کمزوری کی وجہ سے حضرت کی پیشوائی کو آ نہیں سکے تھے مگر اپنے لڑکوں کو حضرت کے استقبال کے لئے روانہ کیا چنانچہ شیخ موصوف کے صاحبزادگان حضرت کو پوری تعظیم کے ساتھ شیخ کی جگہ پر لے گئے، شیخ موصوف نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ حضرت سے ملاقات کی، اس وقت حضرت نے ساتھیوں سے فرمایا کہ ہمارے دوست کو آپ لوگوں نے دیکھا پھر شیخ موصوف نے ان حضرات کی بڑے اچھے انداز میں خدمت وضیافت کی اور وہ مع جملہ اہل وعیال حضرت کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے اور وہاں سے جب کشتی چلی تو شیخ موصوف اپنے بچوں کو لیکر حضرت کے ساتھ ہو گئے۔

غازی پور

اگلے دن کشتیاں غازی پور پہنچیں حضرت نے شیخ فرزند کے مکان پر چھ دن قیام فرمایا اور شہر کے بہت سے لوگوں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور راہ ہدایت پر مستقیم وگامزن ہوئے اور اس شہر کی جامع مسجد جو کہ ان دنوں ویران ہو چکی تھی حضرت کے آنے کی برکت سے وہ ایسی آباد ہوئی کہ اس وقت سے لیکر اب تک پنجوقتہ جماعت اس سے منقطع نہیں ہوئی۔ والحمد للہ علی ذالک یہ بات سید محمد مستقیم نصیر آبادی کی زبان سے سن کر معرض تحریر میں لائی گئی۔

بنارس

حضرت کے ہمشیرزادہ سید عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت اپنے قافلہ کو لیکر غازی پور سے بنارس کی طرف روانہ ہوئے تو جب بنارس دو تین فرسنگ رہ گیا مرزا محمود بخت اور شاہزادے مرزا ابلاقی جو کہ مریدوں میں سے تھے وہ بھی اپنے بجرہ پر موجود تھے۔

ایک حادثہ

سید زین العابدین کا بیان ہے کہ کہ اسی وقت ایسا ہوا کہ جس جگہ دریا پایاب تھا اور وہاں پانی کا بہاؤ اتنی شدت کا تھا کہ طاقتور آدمی کا پیر بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیتا تھا اسی جگہ ایک آدمی پانی کے بہاؤ میں آ گیا اور اس کے پیر ثبات و جماؤ سے جواب دے ہو گئے، لوگ اس ہلاکت کی صورت سے اس کو بچانے کو دوڑے حتی کہ حضرت بھی اپنے بجرہ سے باہر آ گئے اور اس کے پیچھے چل پڑے، اور تمام لوگ پانی کے بہاؤ کی قوت و شدت سے ایسا پریشان ہو گئے کہ اپنی جان کو بچانے پر ان کی قدرت نہ رہ گئی تو مرزا بلاقی کے بجرہ کے ملاح اور دوسرے ملاح بھی لگ گئے مگر کوئی فائدہ نہوا لیکن حضرت کے ہمشیرزادہ سید عبدالرحمٰن نے یہ کیا کہ وہ جب متوجہ ہوئے تو اپنے ساتھ ایک چھوٹی کشتی لے لی اس تدبیر سے ان تمام لوگوں کو فائدہ ہوا جو اس ہلاکت آفرین صورت سے دوچار تھے ہر شخص نے ان کی حسن تدبیر پر تعریف کی۔

سید عبدالرحمٰن کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے شخص جو کہ بہاؤ کا شکار ہوئے تھے وہ عنایت اللہ نامی مچھلی شہر کے رہنے والے تھے اور حضرت سید صاحب کے خادم خاص تھے وہ قضاء حاجت کے ارادے سے کشتی سے اترے تھے اور میں (عبدالرحمٰن) اس وقت حضرت کے حکم سے مرزا بلاقی شاہ زادہ و دوسرے ہمراہیوں کے لئے کھانے و مٹھائی کا نظم کرنے میں مصروف تھا کہ عنایت اللہ کی

مصیبت کو دیکھ کران کو بچانے کے لئے حضرت سید صاحب اور مزید سولہ آدمی دریا میں اتر پڑے اور ہر آدمی اپنی اپنی جگہ پر پھنس گیا۔ میں نے اسی کشتی کو لیکران کا پیچھا کیا اور سب سے پہلے عنایت اللہ کو پکڑ کر کشتی پر سوار کیا اور حضرت کا معاملہ یہ تھا کہ پانی کے بہاؤ کی شدت کے باوجود حضرت ایک پیر آگے اور ایک پیر پیچھے کر کے اسی بہاؤ وزور میں ایک جگہ کھڑے ہو گئے کسی دوسرے کو اس حال میں ایک جگہ کھڑے رہنے کی قدرت نہ تھی اور کافی دور تک دریا کا یہی حال تھا پھر اور کشتیاں آگئیں تا کہ حضرت اور دوسروں کو کشتی میں لے آئیں اور (اتنی دوری تھی کہ) بجرہ و کشتیاں نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھیں ملاح دھیرے دھیرے حضرت کی کشتی کو لائے۔

حضرت نے پہنچ کر تر کپڑوں کو بدن سے الگ کر کے خشک کپڑے پہنے، پھر مرزا بلاقی کے بجرہ پر ملاقات کو گئے، دوسرے لوگوں نے بھی نجات پائی، وہاں سے روانہ ہوئے تو بنارس کے قریب پہنچے اور چند دن وہاں قیام فرمایا اور وہاں علاقے کے مریدین حضرت سے مستفید ہوئے، اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔

ایک غلو آمیز خط پر اظہار ناراضگی

سید زین العابدین بیان کرتے ہیں کہ حضرت کے مریدوں کے خطوط اکثر حضرت کے بجرہ پر ہی حضرت کی خدمت میں پہنچا کرتے تھے، چنانچہ الہ آباد کے رؤساء کے خطوط بھی آئے انہیں میں مولوی سید کرامت علی صاحب بہاری کا بھی عقیدت نامہ تھا جو کہ الہ آباد میں تھے حضرت نے اس خط کو پڑھنے کے لئے مجھ کو عنایت فرمایا اس میں القاب وآداب کے بعد تحریر تھا کہ حضرت کا سرفراز نامہ آسمان سے الخ، اس لفظ کو سنتے ہی حضرت کے دل کو بہت ملال ہوا اور پیشانی پر ناراضگی وغصہ کے آثار پیدا ہو گئے۔

یاد پڑتا ہے کہ شیخ محمد صادق خیر آبادی کی زبان سے سنا تھا کہ کسی شخص نے

عرض کیا کہ خط کا مضمون تو جاننے کے لائق تھا اس پر حضرت نے فرمایا ایسے خط کے مضمون کو کیا دیکھا جائے جس کا عنوان و آغاز ہی ذات کبریائی جل جلالہ عم نوالہ کے حق میں اس قسم کی بے ادبی پر مشتمل ہو کہ لکھنے والے نے خود کو پیغمبر اور مجھ کو نعوذ باللہ خدا قرار دیا، خط سے متعلق یہ معاملہ مولوی کرامت صاحب تک بھی پہنچا تو ان کو بڑی پشیمانی اور انتہائی خوف بھی ہوا مگر جب ملاقات کا موقع آیا تو حضرت نے ان کے حال پر پہلے سے بھی زیادہ توجہ فرمائی اسلئے کہ توجہ کی جو عین حقیقت ہے یعنی ندامت وہ ان کو حضرت کا سامنا کرنے سے پہلے ہی حاصل ہو چکی تھی اور یہ معاملہ بھی دراصل حضرت کی کرامت ہی تھا۔

بنارس میں متعلقین کا استقبال

سید محمد مستقیم نصیر آبادی کا بیان ہے کہ مکہ معظمہ زادہا شرفاً وتعظیماً سے حضرت سید صاحب کے قافلہ کی واپسی کے موقع پر میں قافلہ کے استقبال کے لئے دوسرے لوگوں کے ساتھ شہر بنارس تک گیا اور وہیں سے حضرت کی مصاحبت کا شرف حاصل کر کے کشتی پر سوار ہوا اور مرزاپور و چنار کے راستہ سے ہم لوگ الہ آباد آئے۔

مرزاپور میں

ایک دن کشتی نے 'کلکتہ خرد' نامی جگہ میں قیام کیا اور اگلے دن ہم لوگ مرزاپور پہنچے، یہاں پہلے سے شیخ غلام علی الہ آبادی کے صاحبزادگان استقبال کے لئے الہ آباد سے آئے ہوئے تھے، چنانچہ وہ حضرت کی ملاقات سے فیضیاب ہوئے اور اسی وقت سے قافلہ کے جملہ اخراجات اپنے ذمہ لے لئے۔

داروغہ محصول کی اکڑ اور حضرت کی نظر رحمت کی پکڑ

مرزاپور کا محصول وصول کرنے والا شیعی تھا وہ کشتیوں کی تلاشی کے لئے آیا، باوجودیکہ لوگوں نے اس کو انتہائی عاجزی کے ساتھ سمجھایا کہ ان کشتیوں کا تجارت

سے کیا تعلق ہے، یہ تو حاجیوں کی کشتیاں ہیں بالخصوص ان میں حضرت سید صاحب ہیں جن کا نام وہاں معروف ہے مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا، کشتیوں کو گھاٹ پر لے گیا اور کہا کہ تم لوگ آج یہیں ٹھہرو کل تلاشی ہوگی، اس کا مقصد اس سے محض تکلیف پہنچانا تھا کہ محصول کے بہانے چندروز روک کر ان کو جانے دوں گا۔

نیش عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش ایں است

پھر حضرت سید صاحب نے اس کینہ پرور شخص کو سمجھانے کے لئے ایک آدمی بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو بہرصورت راضی کرنا ہے بلکہ کچھ دیدینا چاہیئے ورنہ تلاشی کے پیچھے کافی دن لگ جائیں گے، وہ صاحب گئے اور انہوں نے اپنی انتہائی مساعی جمیلہ صرف کردیں مگر مقصد حل نہ ہوا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ کسی طرح بھی راضی نہیں ہورہا ہے بجز اس کے کہ تلاشی لے، حضرت نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لایا جائے، چنانچہ حسب ارشاد لوگ اس کو حضرت کے بجرہ پر لائے، حضرت اس کے حال کی طرف متوجہ ہوئے اور اس پر شفقت کے ساتھ نظر ڈالی بس حضرت کے پیروں پر گرگیا اور اٹھ کر نہایت ادب سے عرض کیا کہ میں نے بڑی نادانی وبے ادبی کی، للہ میری غلطی کو معاف کیا جائے میں اپنے باطل مذہب سے توبہ کرتا ہوں، مجھکو اپنے غلاموں کے زمرہ میں کرلیں اور (اب) حضرت کی کشتیوں سے کوئی بھی شخص مزاحم نہ ہوگا، اس پر حضرت نے پہلے تو اس سے توبہ کرائی خاص طور سے اس کے باطل مذہب سے پھر اس کو اپنے عالی سلسلہ میں داخل کیا، اس دن اسی گھاٹ پر قیام رہا، اور شیخ عبداللطیف ودوسرے افغانوں کی طرف سے دعوت رہی۔

خاص کیفیت کے تحت دعا وبشارت

پھر حضرت نے ایک چھوٹی کشتی لی اور اس پر سوار ہوئے اور فرمایا کہ اس وقت ہمارے ساتھ وہی آئے جس کو ہم حکم دیں تو جولوگ ساتھ ہوئے ان میں میاں

عبدالرؤف پھلتی، شیخ صلاح الدین پھلتی اور یہ خاکسار تھا اور میاں عبداللہ دہلوی نومسلم اور دوسرے بھی جن کے نام یاد نہیں رہے کل سات آدمی تھے، بہر حال اس سے دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچے حضرت نے ملاحوں کو شکار کا حکم دیا، اور کشتی کو کنارہ پر کھڑا کرلیا، پھر خاکسار (محمد مستقیم) سے مخاطب ہو کر وطن اور برادران وطن کے حالات معلوم کئے حضرت کے استفسار کے مطابق میں نے جواب دیا۔

پھر حضرت نے عالی الفاظ و مضامین کے ساتھ حق تعالی کی حمد بیان کی اور آخری درجہ کے شکر کے الفاظ سے اس کا شکر ادا کیا، اور محض اسی کی عنایت و کرم کے طفیل حفاظت کے ساتھ جانے و آنے کو بیان کر کے دعا و التجاء کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اب تمنا یہی ہے کہ ہماری جانوں اور مالوں کو اپنے راستے کے لئے جہاد میں لگا لے۔

حضرت یہ باتیں فرمار ہے تھے اور حضرت کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور تمام حاضرین پر ایسی تاثیر و رقت طاری تھی کہ سب زار زار رو رہے تھے ایک عجیب سی حالت تھی کہ ہر شخص بیہوشی (کی سی کیفیت) میں مبتلا اور خود کو فراموش کئے ہوئے تھا۔

دعا سے فراغت کے بعد حضرت نے اپنا بابرکت ہاتھ تمام حاضرین کے سینوں پر رکھا اور مجیب الدعوات کی بارگاہ میں اس دعا کی قبولیت کی بشارت سنائی اور فرمایا کہ حاضرین کے گناہوں کی معافی کی بشارت بھی اس بارگاہ سے ملی ہے اور حکم ہوا ہے کہ بیعت کرلیں، ان میں سے جو لوگ بھی اس دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں ان سب کے گناہوں کو معاف کردوں گا اور بلند درجات تک پہنچاؤں گا اس بشارت فیض اشارت کو سن کر ہم سب حاضرین نے اپنے آباء واجداد کی طرف سے وکالۃً بیعت کی۔

اس وقت مجھ کو ایک خاص حالت پیش آئی کہ جس کو میں بیان نہیں کرسکتا

میری آنکھوں کے سامنے ایک عظیم بجلی دور تک پھلی ہوئی تھی جہاں تک کی میری آنکھوں کی رسائی تھی اور (اسی حال میں) میں نے دریا کو دیکھا کہ وہ بہاؤ چھوڑ کر ٹھہرا ہوا ہے اور اس وقت حضرت سید صاحب نے اپنے پیر دریا کے اندر ڈال رکھے تھے، کچھ دیر بعد یہ معاملہ غائب ہو گیا مجھے (اس پر) بڑا ہی تعجب ہوا، پھر حضرت نے ملاحوں کو بلایا اور قیام گاہ کی طرف چل دیئے۔

جب کشتی روانہ ہوگئ تو یہ معاملہ میں نے حضرت کی خدمت اقدس میں عرض کیا اور استفسار کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ (یعنی کیا چیز تھی) حضرت نے فرمایا کہ اس وقت اس دریا نے بھی رب العالمین کے حکم سے بیعت کیا، بہر حال آخر کو کشتی دوسرے کنارے پر پہنچی، قافلہ کے لوگ حضرت کی تاخیر کی وجہ سے پریشان تھے حضرت کے جمال جہاں آرا کو ملاحظہ کر کے سب کے سب مطمئن وخوش ہوئے۔

مرزا پور کا قیام اور پتھروں کی بعض مہنگی اشیاء کی خریداری

شیخ عبد اللطیف وغیرہ دیگر مریدوں کی وجہ سے دو تین دن وہاں قیام رہا، حضرت نے وطن کی مسجد کے لئے ودریائے سئی کے مابین حصہ کے لئے پتھر کی سلیں لیں اور بہت سی چکیاں بھی اپنے جوار کے غرباء اور پڑوسیوں کے لئے خریدیں، حضرت کے ساتھی بھی بعض چیزوں کو خریدنے کے لئے گئے، حضرت کے برادرزادہ سید محمد یعقوب صاحب نے مجھ (یعنی محمد مستقیم) سے بازار کی سیر کے لئے کہا میں نے بڑا عذر کیا مگر چونکہ انہوں نے اصرار کیا اسلئے ان کے ہمراہی شہر کے گلی کوچوں کی سیر میں شریک رہا۔

متعلقین پر حضرت کی عنایت وشفقت

ایک چیز میرے دل کو پسند آئی مگر میرے پاس پیسہ نہ تھا کہ خریدتا بس اس کی تمنا دل ہی دل میں رکھی اور سید محمد یعقوب سے بھی نہ کہا، جب ٹھکانے پر پہنچا تو حضرت کو دیکھا کہ بجرہ کی چھت پر ایک کرسی کے اوپر رونق افروز ہیں اور حضرت کا رخ

شہر کی طرف تھا میں نے بلند آواز سے سلام کیا، حضرت نے سلام کا جواب دیا پھر حاضر خدمت ہو کر حضرت کے انتہائی قریب بیٹھ گیا، حضرت کرسی سے اٹھے اور ایک ہاتھ میرے کندھے پر اور ایک ٹھڈی پر رکھا اور فرمایا کہ میرے بھائی غمگین کیوں ہو، بازار میں کوئی چیز پسند کی ہے جاؤ اور لے آؤ اور اگر پیسوں کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لو، میں اس بات پر متعجب ہوا کہ میں نے تو دل کی بات کا کچھ اظہار نہیں کیا حضرت کو کیسے معلوم ہو گیا، میں نے معذرت کی کہ مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو فرمایا کہ (ہماری) خوشی کے لئے اس کو خرید لو۔

پھر مولوی یوسف صاحب کو حکم فرمایا کہ ان کو بجرہ کے نیچے لے جاؤ اور یہ جو چاہے ان کو دیدو، مولوی ممدوح نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ تم کو کس قدر روپیہ کی ضرورت ہے، میں نے کہا کہ دو روپیہ کی، چنانچہ انہوں نے دو روپئے میرے حوالہ کر دیئے اور میں اس چیز کو خرید کر لے آیا اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا، تو حضرت اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر عورتوں والے حصہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اور اس چیز کو سید محمد اسماعیل کی والدہ کے پاس لیجا کر فرمایا کہ یہ امانت ہے اس کو اپنے پاس محفوظ رکھو، وطن پہنچنے کے بعد اس کو تم سے لوں گا، اور وطن پہنچ جانے کے بعد حضرت نے وہ چیز مجھ کو عنایت فرما دی۔

مرزاپور سے روانگی اور الہ آباد تک راستہ کی ضیافت

اس کے بعد مرزاپور سے کشتیاں روانہ ہوئیں، سید کرامت اللہ عظیم آبادی بیان کرتے ہیں کہ شیخ غلام علی مرحوم کی طرف سے بنارس سے روانگی کے بعد ہر مقام و منزل پر دعوت کا سامان پہنچتا رہا تھا، چاول، آٹا، کپڑا، تیل اور کھانے کے تمام مصالحہ جات، راستہ میں دریا کے کنارے پر شیخ موصوف کے گاؤں دیہات بھی پڑتے تھے جو کہ لگان واجارہ پر دوسروں کے پاس تھے، حتی کہ یہ بابرکت قافلہ الہ آباد پہنچا۔

الہ آباد

الہ آباد پہنچ کر کشتیاں دریائے گنگا کو چھوڑ کر دریائے جمنا پر کھڑی کی گئیں اسلئے کہ شیخ غلام علی کا بنگلہ (جو کہ پہلے بھی قیام گاہ تھا، شیخ کا وہ بنگلہ) دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا، چند دن وہاں قیام رہا، اور ان دنوں میں شیخ صاحب موصوف کی طرف سے دعوتیں ہوتی رہیں، جن میں قسم قسم کے لذیذ کھانے، اچار، مربہ جات ہوتے تھے حتی کہ بیماروں کے مناسب کھانے مثلاً مونگ کی دال و کھچڑی بھی ہوتی تھی اور حد یہ کہ جس کھانے کا بھی نام کسی کی زبان پر آتا تو ذمہ داران وہ کھانا اسی وقت لذیذ ترین صورت میں پیش کرتے اور یہ سب بڑی افراط کے ساتھ تھا، پورے قافلہ کو کافی ہوتا۔

جبکہ اصل قافلہ کے افراد سات سو سے زائد تھے اور اس تعداد میں عظیم آباد وغازی پور وغیرہ مقامات سے لوگوں کے شامل ہوجانے کی وجہ سے اضافہ ہوگیا تھا، الہ آباد میں روز ہی سیکڑوں آدمی اطراف کے بھی آتے تھے، اس بڑی تعداد کو بھی کھانا کافی ہوتا تھا بلکہ بچتا تھا تو شہر کے غرباء وفقراء وآسودہ حالوں کو بھی پہنچتا تھا اور اس کے بعد بھی جو زائد ہوتا وہ دریا میں پھینکا جاتا اتنا کہ اس کی وجہ سے دریا کا پانی متغیر ہوگیا تھا، چنانچہ ہندؤں کو اس سے شکایت تھی، تمام غرباء انتہائی آسودہ ہوگئے تھے شیر مال، پلاؤ، زردہ، فیرینی، اور دوسرے کھانوں کی کسی کو ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔

حتی کہ حضرت سید صاحب نے شیخ موصوف سے ارشاد فرمایا کہ بھائی اتنا اسراف کیوں کرتے ہو، تو انہوں نے جواب دیا اپنی خواہش کی بنا پر نہیں کیا ہے، اللہ تعالی نے مجھ کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اسی میں سے کچھ نکال کر اور خرچ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ بنا رہا ہوں غرض یہ کہ اس شیخ الشیوخ کی بلند ہمتی اس زمانہ میں بے نظیر تھی، اپنی سخاوت اور دریا دلی میں کوئی ہمسر نہیں رکھتے تھے اور تمام شہر و گاؤں مثل لکھنؤ و الہ آباد وغیرہ میں ضرب المثل و معروف تھے، اور خواص و عوام میں مشہور۔

دھومن خان کی شرارت وخباثت

حضرت کے ہمشیر زادہ سید عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ دھومن خان رافضی جو کہ شیخ موصوف سے انتہائی سخت دشمنی رکھتا تھا اور ایسی ہی حضرت سید صاحب سے بھی اسی لئے حج کے لئے جاتے ہوئے جب قیام ہوا تھا تو اس نے بڑا فساد برپا کیا تھا، اس مرتبہ ایک دن یہ حرکت کی کہ اپنے علموں کو اٹھا کر اور طبل وڈھول وتاشہ وغیرہ لیکر کافی مجمع کے ساتھ قافلہ کی سکونت گاہ کے قریب آیا حضرت سید صاحب شیخ موصوف کے بنگلہ پر تشریف فرما تھے حضرت نے اپنے ساتھیوں کو حکم فرمایا کہ پورے قافلہ کے لوگ اس سے آگاہ رہیں کہ کوئی آدمی ان بدمآلوں سے تعرض نہ کرے اور بچوں کو اس تماشہ کے دیکھنے سے روکیں، اپنی طرف سے مزاحمت نہ کی جائے، چنانچہ سب نے حضرت کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

جب ضلالت کا شکار یہ بدمآل اس جگہ سے آگے بڑھے تو شیخ غلام علی مرحوم نے اپنے مختار کو کوتوال شہر کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ چونکہ دھومن خان کو معلوم ہے کہ غازی کا قافلہ جس کے رعب سے سب ہی لرزاں وترساں ہیں، وہ یہاں مقیم ہے اور یہ کہ قافلہ کے لوگوں کو اس غیر مشروع چیز سے انتہائی نفرت ہے بلکہ یہ لوگ ان بدعات کا قلع وقمع کرنے والے ہیں، اسلئے وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی جگہ پر جہاں کہ ان لوگوں کا قیام ہے ایسا مجمع وہنگامہ کرنا فتنہ وفساد اور بلوی وعناد کا باعث ہوگا، اگر اس وقت ان لوگوں کی طرف سے احتیاط نہ کی گئی ہوتی تو سیکڑوں آدمیوں کے کشت وخون کی نوبت آجاتی، کوتوال نے ان کی شکایت پر دھومن خاں کو طلب کیا اور اس سے اس معاملہ پر گفتگو کی اور اس نابکار پر ایسا مقدمہ قائم کیا کہ مدتوں اس کی جوابدہی کی مصیبت میں مبتلا رہا۔

الہ آباد سے روانگی اور حضرت کا خشکی کا سفر

الہ آباد سے حضرت کے قافلہ نے وطن مالوف کا قصد کیا، حضرت نے ارشاد

فرمایا کہ میں تو یہاں سے براہ خشکی وطن کا سفر کروں گا، حضرت کے گھوڑے شیخ غلام علی مرحوم کے اصطبل میں تھے، اور حاجی زین العابدین رامپوری بھی پہلے سے شیخ موصوف کے مکان پر مقیم تھے، حضرت سید صاحب کو ان کی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی تھی، سید عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ جب مجھے علم ہوا کہ حضرت دولتخانہ کا قصد خشکی کے راستہ سے کر رہے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ میں نے اس مدت میں کسی بھی معاملہ میں حضرت کے احکام کی بجا آوری کے علاوہ اپنی مرضی و فرمائش کو دخیل نہیں بنایا ہے، ارشاد فرمایا کہ حقیقۃً تم نے ہمیشہ پورے طور پر اطاعت و تابعداری کی ہے کہو جو کچھ بھی کہنا ہے، میں نے عرض کیا کہ میں حضرت کے ساتھ وطن کا سفر کرنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا بہت بہتر مگر ضروری ہے کہ اپنا یہ ارادہ کسی پر ظاہر مت کرنا، اور ہمارے روانہ ہو جانے کے بعد چپکے سے سوار ہو کر چل دینا۔

چنانچہ میں نے اپنا ارادہ اپنے دل میں رکھا اور حضرت نے عورتوں کی ہمراہی اور سامان کی حفاظت کے لئے اپنے ہمشیر زادہ سید احمد علی اور برادرزادہ سید محمد یعقوب، کو تاکید و وصیت کرنا شروع کی، دونوں صاحبان کو تعجب ہوا تھا کہ حضرت یہ معاملات ہمیشہ سید عبدالرحمٰن سے متعلق رکھتے تھے ان معاملات کی تاکید کبھی بھی ہمکو نہیں ہوئی، آخر اس کا کیا سبب ہے، الہ آباد سے چلنے کے بعد حضرت اس دن موضع مڑیا ڈیہہ میں قیام پذیر ہوئے کہ اسی گاؤں میں پہلے شیخ غلام علی کی سکونت تھی۔

حضرت کے سائسوں میں سے ایک نے ایک گھوڑا زین کسا ہوا مجھکو پیش کیا، حضرت کے ارشاد کے مطابق میں اس پر سوار ہو کر حضرت کے پیچھے روانہ ہو گیا اور منزل مذکور پر پہنچا، اور کشتی کے اندر جو حبس و گھٹن کی تکلیف تھی (سفر میں) اس سے نجات پائی، حضرت نے ایک دن وہاں آرام فرمایا پھر اگلی منزل حضرت نے اھلاد گنج میں کی، جہاں حضرت کے مریدوں میں سے بہت سے سوار مقیم تھے بلکہ عامل بھی حضرت کے مریدوں میں سے تھا، وہاں رات گذار کر صبح کو حضرت کا قصد موضع مصطفیٰ

آباد کا تھا لیکن پوروہ کے زمیندار حضرت کی ملاقات واستقبال کو آئے اور حضرت کو اپنے دیہات میں لے گئے، جہاں سے کہ تکیہ کل سات کوس کے فاصلہ پر تھا۔

اہل تکیہ ورائے بریلی کا استقبال

علی الصباح سوار ہوکر حضرت تکیہ کی طرف چلے، خشکی کی راہ سے حضرت کے سفر وآنے کی خبر پہنچ چکی تھی، چنانچہ اعزہ، و دوست اور بہی خواہ سب استقبال کے قصد سے شہر سے باہر آموجود ہوئے۔ قریب ہی حاجی عبدالرحیم ساکن لوہاری جلال آباد سے ملاقات ہوئی۔

اس کے بعد پکا کنواں نظر آیا جس کا پانی بڑا ٹھنڈا ہے، کنویں پر منگر وشاہ فقیر ساکن رائے بریلی وہ بھی آیا ہوا اور کنویں پر بیٹھا تھا اس نے جیسے ہی حضرت کے جمال جہاں آراء کو دیکھا کنویں سے تازہ پانی کھینچا اور حضرت کو پیش کر کے پلایا، حضرت بہت خوش ہوئے اور اس کی خیر وعافیت دریافت کی، حضرت کے ساتھی بھی اس کنویں کے پانی سے سیراب ہوئے۔

اس کے بعد سید محی الدین وسید محمد وسید عبدالباقی اور دیگر عزیزوں کی سواری نمایاں ہوئی، جب سب لوگ حضرت کے قریب پہنچے تو سب سواری سے اتر پڑے اور حضرت سے معانقہ ومصافحہ کا شرف حاصل کیا اور جانبین سے خیر وعافیت کی دریافت ہوئی، پھر سوار ہوکر تمام عزیزوں کی معیت میں تکیہ شریف کا رخ کیا، داروغہ عبدالقیوم کہتے ہیں کہ تکیہ شریف پر حضرت کی تشریف آوری کی خبر پہلے سے اس لئے پہنچ گئی کہ شاول خان اونٹ پر سوار ہوکر سفر کر رہے تھے وہ راستہ بھول گئے اور پھر حضرت کے ساتھ نہو سکے بلکہ چلتے رہے حتی کہ تکیہ شریف پر پہنچ کر حضرت کے دولتخانہ کے قریب اپنے اونٹ کو بٹھایا اور سواری سے نیچے اترے۔

حضرت کے قرابتداروں نے ان کے پاس آکر پوچھنا شروع کیا کہ حضرت تشریف لائے یا نہیں، سبکو تعجب تھا کہ یہ اکیلے کیسے، شادل خان نے کہا کہ الہ آباد تک

حضرت کی رونق کا سنا ہے، یہ سن کر صبح کو سب لوگ حضرت کے استقبال کی غرض سے روانہ ہو گئے مگر کسی نے حضرت کو رائے بریلی کے قریب اور کسی نے لوہانی پور اور کسی نے حضرت کے دولتخانہ پر حضرت کو پایا، اور حضرت کی وہ بات جو کہ حج کی روانگی کے وقت آپ نے فرمائی تھی کہ ہم اللہ کے فضل سے اچانک ہی تمہارے سروں پر پہنچ جائیں گے اور سب کو تعجب ہوگا اور تم غافل ہی ہو گے۔

ارباب قافلہ پر خوش عیشی و آسودہ حالی کا اثر

حضرت کی تشریف آوری کے بعد حضرت کے ساتھیوں کو فاخرانہ لباسوں میں دیکھ کر اکثر لوگ نہیں پہچان رہے تھے جب ان کے متعلق استفسار کرتے تو ان کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ فلاں شخص ہے اسلئے کہ اس سفر میں حضرت کا پورا قافلہ آسودہ حال ہو گیا تھا اور خوش عیشی کی وجہ سے چہرہ کی تازگی اور بدن کی فربہی میں بھی اضافہ ہو گیا تھا کہ جس کی وجہ سے لوگ پہچان میں نہیں آتے تھے۔

ایک طالب صادق کی محبت واخلاص

حضرت کے ہمشیرزادہ سید عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ پورہ سے روانگی کے وقت میاں طالب حسین عظیم آبادی جو کہ حضرت کی رکاب کو ہاتھ میں لیکر سواری کے ساتھ دوڑا کرتے تھے ان کے پیر میں ایک موٹا کانٹا چبھا ہوا تھا اور ان کو بہت تکلیف دیتا تھا یہ لیموں یا کیتھا کا کانٹا تھا، اس وقت میں نے ان سے کہا کہ میرے گھوڑے پر سوار ہو جائیں انہوں نے کہا کہ اگر کوئی اس وقت مجھ کو تخت رواں بھی دے تو قبول نہ کروں گا مرشد کامل کی رکاب ومعیت میں پیادہ روی کی جو لذت ہے وہ میں کسی دوسری چیز میں نہیں جانتا، سید عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اسپر مجھے حضرت کا یہ فرمان یاد آتا ہے کہ حضرت نے ان کے بھائی کی آمد کے اولین روز فرمایا تھا کہ یہ پرانوں سے بھی فائق ہو جائیں گے، سبحان اللہ کہ اس ضعیف البنیان شخص کی کیا ہمت

ہے کہ کانٹے کے اس زخم کے باوجود حضرت سید صاحب کی سواری کے ساتھ دوڑنا نہیں چھوڑتا، اور کیا ہی خوب کہا گیا ہے

براہ عشق اگر در پا خلد خار
نباید از رہش پرہیز کردن
کہ از خارش بسے گلہا شگوفد
قدم بر خار باید تیز کردن

حضرت کی تاریخ ورود

ماہ شعبان ۱۲۳۹ھ کے اواخر کی کسی تاریخ میں حضرت تکیہ شریفہ پر رونق افروز ہوئے، اور زنانی کشتیاں گنگا کے راستے سے چھ دن کے بعد دلمئو پہنچیں۔

قافلہ کا بچا ہوا نقد سرمایہ

اور کشتیوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے حضرت کے ساتھیوں نے کہا تھا کہ ہماری کمروں میں جو پیسوں کی پیٹیاں بندھی ہوئی ہیں ان سے ہمکو تکلیف ہے لہٰذا یہ ہم سے لے لی جائیں تو حضرت نے سید عبدالرحمٰن کو حکم فرمایا کہ سب کی پیٹیاں مسجد کے اندر سب سے وصول کرلیں، یہ پیٹیاں ہدیہ ملے ہوئے نقد سرمایہ پر مشتمل تھیں جو کہ سفر کے اخراجات کے بعد بچ رہا تھا اور بحفاظت تکیہ تک لانے کے لئے مختلف لوگوں میں تقسیم کردیا گیا تھا، چونکہ اس وقت (جبکہ حضرت نے وصولیابی کا حکم فرمایا تمام وہ لوگ جن کے پاس یہ پیٹیاں تھیں یکجا نہ تھے بلکہ) وہ لوگ منتشر تھے اس لئے اس وقت کل ۱۷ ہی وصول ہوئیں اور حضرت سید صاحب کی بڑی ہمشیرہ کے پاس رکھدی گئیں، اورانہوں نے ان کو اپنے صندوق میں محفوظ کردیا۔

جب دوسرے لوگوں کو اس کے متعلق معلوم ہوا تو وہ تمام لوگ جن کے پاس سرکاری پیٹیاں تھیں وہ سب اپنی اپنی پیٹیاں لیکر حاضر ہوئے، (سید عبدالرحمٰن نے

سب کو وصول کیا اور حسب سابق حضرت کی ہمشیرہ محترمہ کے پاس پہنچا دیا پھر) سید عبدالرحمٰن نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ کل ۱۷ بڑی پیٹیاں روپیوں سے بھری ہوئی وصول ہوئی تھیں اور آج مجھے یاد نہیں کہ کتنی وصول ہوئی ہیں باقی میں نے تمام پیٹیاں خالہ صاحبہ کی خدمت میں پہنچا دی ہیں ، حضرت نے فرمایا کہ تم جو سترہ پیٹیوں کا تذکرہ کر رہے ہو تو تمہیں ان کو شمار کرنے کی کیا ضرورت تھی ، یہ خدا کا مال ہے اس کو ہرگز شمار مت کرو، آئندہ کیلئے اس بات سے خبردار رہو۔

مستورات کے قافلہ کی آمد

مستورات کی سواری (کے ڈلمو) پہنچنے کی خبر جب ملی تو حضرت فوراً ہی ڈلمو (جا کر وہاں) تشریف فرما ہوئے اور رائے بریلی و ڈلمو وغیرہ سے بہلیاں، میانے، ڈولیاں وغیرہ جیسی سواریاں پہنچ گئیں اس کی وجہ سے تمام عورتیں ایک ہی مرتبہ میں اوائل رمضان (۱۲۳۹ھ) میں تکیہ شریف پہنچ گئیں۔

قافلہ کے ساتھ کا دیگر اسباب

اور قافلہ کے ساتھ جو دوسرے (غیر ضروری) اسباب تھے مثلاً مسجد و دریا کے درمیانی حصہ کے لئے پتھر، اور سنگ سماق جو کہ حضرت جدہ سے لائے تھے نیز سنگ کرن یہ سارا اسباب بعد میں ڈلمو پہنچا اور کچھ دن وہیں رکھا رہا۔

اپنے گھروں کے اندر جانے سے پہلے دعا کا اہتمام

حضرت کے ہمشیرزادہ سید زین العابدین بن سید احمد علی بیان کرتے ہیں کہ تکیہ میں حضرت سید صاحب نے اولاً یہ کہا کہ معذوروں کو چھوڑ کر باقی تمام حاجیوں کو بالخصوص عورتوں کو مسجد کے اندر ٹھہرایا جائے اور اپنے عزیزوں کے حق میں دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے لئے انتہائی الحاح کے ساتھ دعا کرو پھر اپنے اپنے گھروں کو

جاؤ سید موصوف کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر اولاد کے لئے جو دعا کی اس میں یہ بھی دعا تھی کہ اے اللہ تو محض اپنے کرم سے اور حضرت سید صاحب کی تعلیم کی برکت سے مجھ کو کثرت اولاد کے ساتھ ممتاز کر۔

حضرت سید صاحب کا یہ حکم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر اور اس کے مطابق تھا اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد (معروف) ہے کہ حاجیوں کی دعا گھر پہنچنے سے پہلے پہلے تک مقبول ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆